

فرین شاعری اور حسان الہند

حداق بخشش برایک منفرد تحقیقی دستاویز

علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی



ALAHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org



ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org



فنِ شاعری اور حسانِ الہند

حقائق بخشش پر ایک مشرقی تحقیقی دستاویز

علامہ عبدالستار دہلوی مصروف دہلی اور

الانوار سنٹرل پبلشرز اسلام آباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

| | | |
|-----------|-------|-----------------------------------------------------------------------------------------|
| نام کتاب | | فن شاعری اور حسان الہند |
| مصنف | | علامہ عبدالستار ہمدانی "معروف" |
| صحیح | | گل گزار برکاتیت حضرت سید آل رسول حسین مہاں نظمیں مار ہروی، مدظلہ العالی |
| اشاعت اول | | ۲۰۰۳ء ناشر: مرکز المصنوع برکات رضا پور بندر (کجرات) حند |
| اشاعت دوم | | ۲۰۰۳ء، ناشر: القاری پبلی کیشنز، 25 جاپان میٹن رضاجوک، بریگل صدر، کراچی، فون: 7725150 |
| باہتمام | | ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی |
| تعداد | | (۱۰۰۰) ایک ہزار |
| قیمت | | 130/- روپے |

﴿مراکز ترسیل﴾

- ﴿۱﴾ القاری پبلی کیشنز 25 جاپان میٹن، رضاجوک، بریگل صدر، کراچی، فون: 7725150
- ﴿۲﴾ مکتبہ رضویہ، گاڑی کھانا، آدام باغ، کراچی، فون: 2627897
- ﴿۳﴾ مکتبہ خورشید، پرانی سبزی منڈی، کراچی، فون: 4926110
- ﴿۴﴾ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، ضیاء منزل (شوگن میٹن) محمد بن قاسم روڈ، آف ایم اے جناح روڈ، کراچی فون نمبر: 2213678
- ﴿۵﴾ ادارہ تعلیمات امام ربانی مجدد الف ثانی، مرکزی دفتر: دارالعلوم طاہر آباد، لاہور، کراچی، دوبارہ طبع: سوہاگل پبلشرز، 0235720-0235720

(۶) فهرست عنوانات (۷)

”فن شاعری اور حسان الہند“

(15) سبب تعزيف (35)

● قرعہ :- حضرت سہماں رسول حسینؑ ہیں (17)

(89) قرآن! حضرت سید شرف الدین ابوالفتح ابوالبرکات (31)

● تقریر :- ڈاکٹر غلام محی النعمان، سرمدیہ سوسائٹی، مدنی (69)

(74) آغا خان

(1) لوازمات..... (86)

(5) ● ارب ●

معمود

٢٠٠

2000

100

19

(۲) حُسنِ مَطْلَع (89)

- مرزا غالب ●
- امیر کوثری ●
- فیض احمد فیض ●
- آئی بہارنی ●
- گل بہارنی ●
- جگر مراد آبادی ●

(۳) وزن اور بحر (96)

- نقشہ بحر مع کیفیت، اقسام و اوزان

(۴) مَکْطُوع (98)

- مَکْطُوع کے حلق ہائے

- مَکْطُوع کا طریقہ

- شعر

- بحر و انفرسالم میں حضرت مہنا کی خدمت

(۵) اقسام (102)

- نظم ●
- لہری ●
- گیت

- سرور ●
- غزل ●
- حمد

- نعت ●
- منقبت ●
- مثنوی

- قصیدہ ●
- مرثیہ ●
- قطعہ

- مکتب ●
- رباعی ●
- مجلس

- مسدس

(۶) حمد اور نعت (105)

(۷) حضرت رضا اور نعتیہ شاعری (106)

(۸) صفات فن شاعری (112)

(۹) صنعت اسنہکارۃ (113)

- صنعت استعارہ کی تعریف
- صنعت استعارہ میں حضرت رضا کے اشعار

(۱۰) صنعت کفنیہ (114)

- صنعت کفنیہ کی تعریف
- حضرت رضا علیہ السلام کی کافہ
- حضرت رضا علیہ السلام کی کافہ
- حضرت رضا علیہ السلام کی کافہ
- حضرت رضا علیہ السلام کی کافہ

(۱۱) صنعت مبالغہ (115)

- مبالغہ کی تعریف
- مبالغہ حضرت رضا علیہ السلام کی

(۱۲) صنعت اقتباس (116)

- صنعت اقتباس کی تعریف
- حضرت رضا علیہ السلام کی اقتباس
- حضرت رضا علیہ السلام کی اقتباس

(۱۳) صنعت تضاد (123)

● صنعت تشاد کی تعریف ●
 ● اکبر الہ آبادی کی شعر ●
 ● مرزا غالب کا شعر ●
 ● قلی بدایونی کا شعر ●
 ● امیر کھڑوی کی شعر ●
 ● قلی بدایونی کا شعر ●
 ● جگر مراد آبادی کا شعر ●
 ● حضرت رضا علی فرماتے ہیں ●

(۱۴) صنعت تلحیح (۱۲۶)

● صنعت تلحیح کی تعریف ●
 ● مرزا غالب کا شعر ●
 ● قلی بدایونی کا شعر ●
 ● قلی بدایونی کا شعر ●
 ● حضرت رضا علی فرماتے ہیں ●

(۱۵) صنعت تلحیح (مکمل) (۱۳۲)

● صنعت تلحیح کی تعریف ●
 ● تلحیح مکمل ●
 ● تلحیح محبوب ●

(۱۶) صنعت حسن تعلیل (۱۳۷)

● صنعت حسن تعلیل کی تعریف ●
 ● مرزا غالب کا شعر ●
 ● قلی بدایونی کا شعر ●
 ● امیر کھڑوی کا شعر ●
 ● جگر مراد آبادی کا شعر ●
 ● قلی بدایونی کا شعر ●
 ● جوش ملیح آبادی کا شعر ●

حضرت خاتمہ طری فرماتے ہیں

(۱۷) صنعت تہاںل عارفانہ (۱۴۲)

صنعت تہاںل عارفانہ کا حریف

فیض احمد فیض کا شعر

مرزا غالب کا شعر

غلام ربانی شاہ کا شعر

کلید بدایونی کا شعر

حضرت خاتمہ طری فرماتے ہیں

بکر مراد آبادی کا شعر

(۱۸) صنعت تجنیس کامل (تام) (۱۴۵)

صنعت تجنیس کامل (تام) کا حریف

تجنیس کامل مستوی

تجنیس کامل مائل

کلید بدایونی کا شعر

مرزا اسد اللہ غالب کا شعر

مومن خاں مومن کا شعر

قادی بدایونی کا شعر

اسغر کوٹوی کا شعر

بکر مراد آبادی کا شعر

حضرت خاتمہ طری فرماتے ہیں

نراقی کوکچہری کا شعر

(۱۹) صنعت تجنیس ناقص (۱۵۳)

صنعت تجنیس ناقص کا حریف

جوش ملیح آبادی کا شعر

بکر مراد آبادی کا شعر

قادی بدایونی کا شعر

غلام ربانی شاہ کا شعر

اسغر کوٹوی کا شعر

کلید بدایونی کا شعر

فیض احمد فیض کا شعر

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

(۲۰) صنعت مراعات الطیر (157)

- مرزا غالب کا شعر ● صنعت مراعات الطیر کی تعریف
- فیض احمد فیض کا شعر ● گلبدین بھائی کا شعر
- اصغر گوڑی کا شعر ● ملا صاحب قبال کا شعر
- جگر مراد آبادی کا شعر ● قالی بھائی کا شعر

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

(۲۱) صنعت ترصیع (162)

- ایک مظلوم شاعر کا شعر ● صنعت ترصیع کی تعریف
- صنعت ترصیع میں حضرت رضا کے اشعار

(۲۲) صنعت مقابلہ (165)

- مرزا غالب کا شعر ● صنعت مقابلہ کی تعریف
- جوش ملیح آبادی کا شعر ● گلبدین بھائی کا شعر
- جگر مراد آبادی کا شعر ● قالی بھائی کا شعر
- قالی بھائی کا شعر ● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

(۲۳) صنعت مستزاد (174)

- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں ● صنعت مستزاد کی تعریف
- حضرت رضا بریلوی کے ایک شعر کی تفسیر مع نقش و میزان کے
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں

(۲۴) صنعت لفظ و شعر (179).....

- صنعت لفظ و شعر کی تعریف ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- اسٹرگوٹری کا شعر ●
- جگر مراد آبادی کا شعر ●
- کلیم بدایونی کا شعر ●
- غلام ربانی غامی کا شعر ●
- فاکل بدایونی کا شعر ●
- حضرت دہلوی فرماتے ہیں ●

(۲۵) صنعت نظمیں (182).....

- صنعت نظمیں کی تعریف ●
- حضرت دہلوی فرماتے ہیں ●

(۲۶) صنعت تشبیب (186).....

- صنعت تشبیب کی تعریف ●
- جناب فاکل بدایونی کا قصیدہ ●
- جو قس طبع آبادی کے اشعار ●

(۲۷) صنعت مرصعہ (190).....

- قصیدہ مرصعہ کی تعریف ●
- صنعت مرصعہ میں حضرت دہلوی کا قصیدہ "کروڑوں درد" ●

(۲۸) صنعت تمسیق الصفات (193).....

- صنعت تمسیق الصفات کی تعریف ●
- مرثیہ طبعی کا شعر ●
- نوح جباری کا شعر ●
- کلیم بدایونی کا شعر ●
- مرزا غالب کا شعر ●
- فاکل بدایونی کا شعر ●
- جگر مراد آبادی کا شعر ●
- جو قس طبع آبادی کا شعر ●

● اصغر گڑوی کا شعر ● حضرت ضامری لوی

(۲۹) صنعت اتصال ترتیبی (198)

● صنعت اتصال ترتیبی کی تحریف ● حضرت ضامری لوی کا یکدم

(۳۰) صنعت مقلوب مستوی (199)

● صنعت مقلوب مستوی کی تحریف ● مرزا غالب کا شعر

● قافی بدایونی کا شعر ● گل بدایونی کا شعر

● اصغر گڑوی کا شعر ● غلام ربانی تاجاں کا شعر

● حضرت ضامری لوی فرماتے ہیں

(۳۱) صنعت مقلوب کل (202)

● صنعت مقلوب کل کی تحریف ● غلام ربانی تاجاں کا شعر

● گل بدایونی کا شعر ● قافی بدایونی کا شعر

● مرزا غالب کا شعر ● اصغر گڑوی کا شعر

● جوش ملیح آبادی کا شعر ● جاں نثار اختر کا شعر

● فیض احمد فیض کا شعر ● حضرت ضامری لوی

(۳۲) صنعت حسن طلب (206)

● صنعت حسن طلب کی تحریف ● گل بدایونی کا شعر

● قافی بدایونی کا شعر ● مرزا غالب کا شعر

● جگر مرآ آبادی کا شعر ● جوش ملیح آبادی کا شعر

● اصغر گڑوی کا شعر ● فیض احمد فیض کا شعر

● حضرت رضا علیہ السلام کی فرمائشیں ● (۳۳) صنعت تر جمع بند (213)

- صنعت تر جمع بند کی تعریف (۲۶)
- کلید بدایونی کے دیوان میں تر جمع بند کی مثال
- جوش ملیح آبادی کے دیوان میں تر جمع بند کی مثال
- حضرت رضا علیہ السلام کے کلام میں تر جمع بند کی مثال
- کلام رضا میں تر جمع بند کی دوسری مثال (۵۶)

(۳۴) صنعت مسط (216)

- صنعت مسط کی تعریف
- جگر مراد آبادی کی ایک غزل صنعت مسط میں (۸۶)
- جگر مراد آبادی کی دیگر غزل صنعت مسط میں
- حضرت رضا علیہ السلام کی طبع الہیہ والہ غزلوں کا کلام صنعت مسط میں
- حضرت رضا کا صنعت مسط میں عظیم شاعرانہ
- فضل الہی کے بغیر ممکن ہی نہیں (۵۶)
- صنعت مسط میں حضرت رضا کی ایک اور نعت

(۳۵) صنعت عزل العتین (227)

- صنعت عزل العتین کی تعریف (۱۱)
- مرزا غالب کے دیوان میں
- قافی بدایونی کے دیوان میں
- فیض احمد فیض کے دیوان میں
- کلید بدایونی کے دیوان میں

- حضرت رضا بریلوی کے کلام میں صنعت واسع الغنم
- حضرت رضا بریلوی کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار
- (۳۶) صنعت ایہام (234)
- صنعت ایہام کی تعریف
- حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں
- (۳۷) عطاوام (238)
- عطاوام کی تعریف
- حضرت رضا فرماتے ہیں
- (۳۸) صنعت اشتقاق (241)
- صنعت اشتقاق کی تعریف
- صنعت اشتقاق اور حضرت رضا بریلوی کے اشعار
- (۳۹) صنعت شبہ اشتقاق (244)
- شبہ کی تعریف
- صنعت اشتقاق اور حضرت رضا کے اشعار
- (۴۰) صنعت سیاق الاعداد (247)
- (۴۱) حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت (250)
- محاورہ
- کہاوت

- کلید ہدایونی کا شعر ●
- فراقی گھور کچھری کا شعر ●
- اکبر الہ آبادی کا شعر ●
- جوش ملیح آبادی کا شعر ●
- فیض احمد فیض کا شعر ●
- اصغر گوڑی کا شعر ●
- قاتی ہدایونی کا شعر ●
- حضرت رضا کے کلام میں عاویات کی جھلک (254) ●
- کلام رضا میں شکریت اور ہندی زبان کا استعمال (258) ●
- حضرت رضا کے اشعار میں شکریت اور ہندی الفاظ (260) ●
- (۴۲) ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج، تجارت، شاعری
- دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے
- والے امور کا کلام رضا میں تذکرہ (261) ●
- کلید ہدایونی کا شعر ●
- شادی کے رسومات ●
- شادی رچانا اور خوشی کا سامان مہیا کرنا (رسم) ●
- شادی والے مکان پر روشنی کرنا (رسم) ●
- خوشبو اور مے پکڑوں کا انتظام (رسم) ●
- دوست خادم بن کر دولہا کو سجاتے ہیں (رسم) ●
- پالتو کتوں کے گول میں بچے (سماج میں رائج رواج) ●
- عیب اور نقص والا مال خرید و دار واپس دے گا (سماج کا تہارتی دستور) ●
- عید کا چاند نظر آنے پر مبارکبادی دینا (رسم) ●
- سہاگن اور بیوہ کے دوپٹے کا رنگ (رسم) ●
- بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا (شادی رسم) ●

انعام و اکرام پر بادشاہ کی واہ واہ

صنعت ساقی! لا اعداد کی تعریف

ظہر کا شعر

حضرت رضا علی فرماتے ہیں

کلید ہدایوں کا شعر

(۴۳) حضرت رضاؒ نے فن شاعری کس طرح سیکھی..... (272)

(۴۴) حضرت رضاؒ بریلوی کو بحیثیت شاعر

شہرت کیوں نہیں دی گئی..... (276)

(۴۵) حضرت رضاؒ کے ایک شعر پر اعتراض.... (279)

(۴۶) ۱۱۴ علوم و فنون میں حضرت رضاؒ کی مہارت

اور کلام رضاؒ میں ان کا استعمال..... (287)

علم ویت پر مبنی اشعار

علم نجوم کی اصطلاح میں اشعار

علم ہندسہ پر مبنی اشعار

علم نباتات پر مبنی اشعار

علم انبیاء و صحف پر مبنی اشعار

علم موسیقی پر مبنی اشعار

علم اکسیر پر مبنی اشعار

علم موسیقی پر مبنی اشعار

علم تقیات پر مبنی اشعار

علم منطق پر مبنی اشعار

چند علوم و فنون کے اسما جن پر حضرت کو تبحر حاصل تھا

(۴۷) اتنی عرض آخری سن لو ذرا..... (296)

(۴۸) کلک رضاؒ کی برق جولا نمایاں..... (306)

(۴۹) ایک نظر ادھر بھی..... (314)

”سبب التحنیف“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امام عشق و محبت، اہل حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت، شیخ الاسلام و المسلمین حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فقیر و دیوان ”حدائق بخشش“ سے راقم الحروف نے صنعت تجنیس کامل کے ایک نمبر (۱۳۰) اشعار کی تخریج بنام ”مرقان رضا“ درج مصلیٰ ”تقریباً ایک ہزار صفحات میں اختصاراً مرقوم کی۔ ہدف کتاب کا مقدمہ لکھنا شروع کیا۔ گمان تو یہ تھا کہ دس، پندرہ صفحات میں مقدمہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن دوران تحریر ذہن میں مضامین کی آمد شروع ہوئی اور وہ مضامین بوسیلہ قلم منظر قمر طاس پر منتقل ہوتے گئے اور اس سلسلے نے اتنا طول پکڑا کہ مقدمہ مقالہ بن گیا۔ جو کتابی شکل میں بنام ”ظفر شاعری اور حستان الہند“ قارئین کرام کی دست بوسی کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

فقیر کی تحنیف ”مرقان رضا“ کا مقدمہ مرقوم کرنا تو باقی ہی رہا۔ بلکہ اب تو ایک کے بجائے دو مقدمات لکھنے کی نوبت پیش آئی۔ لیکن فقیر نے مقدمہ نہ لکھنے کی ٹھان لی اور یہ نیت کر لی کہ دونوں کتاب کا مقدمہ میرے پیر و مرشد کے پیر زادے، امام عشق و محبت حضرت احمد رضا بریلوی کے چرنے کے شہزادے، خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدمہ کے سجادہ نشین، میرے آقا کے نعمت، میرے خونس و نمکسار، میرے ماویٰ و پلا، میرے شافع و رافع، حضور قلب سہ آل رسول حسین علی صاحب مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست پاک سے لکھواؤں گا تا کہ میری دونوں کتابوں کو حضور علی صاحب کے مہارک قلم کا سایہ حاصل ہو جائے۔ میں حقیر و فقیر، سراپا قصیر، اردو زبان کا ابجد خواں، اپنی بے علمی و بے مانگی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میری مادری زبان گجراتی ہے۔ اردو میں

کچھ لکھنا اور وہ بھی حضرت رضا بریلوی جیسی معبری شخصیت کے ”امام الکلام“ کے تعلق سے کچھ لکھنا، میری بساط و استطاعت سے کالے کھوس ہے۔ لیکن حضور ظلمی صاحب جیسے میرے آگے نصیحت کی پختہ پہاڑی اور حوصلہ افزائی کی نوازش پر بھل کر جرأت ارقام کر لینا ہوں۔ راقم الحروف کی سابق تصنیف ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ پر حضور ظلمی صاحب قبلہ نے مفصل مقدمہ ارقام فرما کر نمر سند حجت فرمائی ہے۔ یہ ان کا کرم ہی ہے کہ ناکارہ فقیر کو اپنے لطف و کرم سے اگال حطا فرماتے ہیں۔

کارمین کرام سے اتماس ہے کہ کاسن کتاب کو فیض رضا پر محمول کریں اور انکلاط و کوتاہی کا ذمہ فقیر کے سر پر وضع فرما کر بنظر حقو اپنے مفید مشوروں اور رائے اصلاح سے نوازش کی نوازش فرمائیں۔ اللہ جبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام و خواص اس سے مستفید ہو کر میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ فقط والسلام

خاتوا عالیہ برکات حیدر ہرہ مطہرہ اور

خاتوا رضویہ نوریہ بریلی شریف

کا ادنیٰ سوالی

عبدالستار بھائی، ”مصرفی“

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

مطابق ۳ اگست ۱۹۹۸ء بروز سہ شنبہ

تقریر ولید

کل گزارشات بیان برکات سیدی سرکار آل رسول حسین میاں علی دارہروی مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم علیہ وعلی آلہ و

صحابہ الطہر الصلاۃ والتسلیم

میرے ساتھ ہی آکر آیا کیوں ہوتا ہے؟ میرا کوئی اپنا کوئی بہت ہی قریبی بالکل
ایسا کہ مجھ پر پیدا کرنا ہے کہ میرے لیے سب کچھ دیا ہو جاتا ہے اس بار بھی ایسا ہی کہ
میرے ساتھ ایک شام کو پھر بعد سے میرے عزیز تر زید دہانی توصیف بہائی کا خون
آیا کہ اسی میل چمک کر لیجیے، والد صاحب کی ایک کتاب بھیج رہا ہوں، وہ چاہتے ہیں کہ
اس پر حضور باقر علیہ السلام کی کوئی چیز لکھ دیں۔ میں اگر میں پڑ گیا۔ اسی میل چمک کر کیا تو پھر
تفویض میں بدل گیا۔ اس بار بھی سے روانہ ہونے وقت چھ بہت ساری ضروری چیزیں
بول آیا تھا وہیں صاحبان بھلے کا سوا بھی نہیں لایا تھا اب کیا ہوگا؟ خیر، مسلمان کو اگر
اسے رب کے فضل پر پہنا ہوا ہو تو اس کے آگے یہ سوال نہیں نہ آئے کہ اب کیا ہوگا؟ وہ
تو ہر رطے پر بھی کہے کہ جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہی ہوگا۔ میں نے بھی
یہی کیا۔

علامہ مہارستار دہانی سے میرے تعلقات کچھ زیادہ پرانے نہیں ہیں۔ یہی کوئی
پانچ چھ سال پرانے۔ وہ میرے والد ماجد حضور سید الطہار علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد

ہیں۔ میرے عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان انھیں بے حد چاہتے تھے، اس بات کی توثیق بہت ہی معتبر ذرائع سے ہو چکی ہے۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ علامہ اہلانی میرے اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی پر کھلی کام میں مصروف ہیں اور رضویات ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

یہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟

مجھے یاد ہے کہ میری عمر بھی کوئی تین چار سال کی رہی ہوگی جب میں نے اپنے والد ماجد سے یہ سوال کیا تھا۔ والد ماجد نے اس وقت کہا تھا: بیٹا، یہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے ایک بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب تھے جو چشم و چراغ خاندان برکات تھے۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں یہ بات نہیں سما سکی کہ ایک خان صاحب کس طرح ہم سادات کے خاندان کے چشم و چراغ ہو سکتے ہیں۔ میں نے ابا حضرت سے حریہ کچھ پوچھنے کی جرات نہیں کی نہ ہی انھوں نے مجھے آگے کچھ بتانا مناسب جانا۔

کہتے ہیں کہ بچے کا پہلا اسکول اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ ابا حضرت کے حلال کی وجہ سے جرات ان سے نہ پوچھ سکا وہ بات امی جان سے پوچھ لی۔ امی جان نے بتایا: بیٹا، یہ اعلیٰ حضرت ہمارے خاندان کے ایسے مریدوں میں سے ہیں جن پر ان کے مرشد بھی ناز کرتے تھے۔ ان کی دینی خدمتوں کی وجہ سے انھیں ٹوری دادا تے چشم و چراغ خاندان برکات کا لقب دیا تھا۔ اتنا تا گرامی جان اپنے کام میں مصروف ہو گئیں اور ہم اپنی پڑھائی میں لگ گئے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر تحت اشعور کے کسی نہاں خانے میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اعلیٰ حضرت کے بارے میں اور کچھ معلوم کرنا ضروری ہے۔

شاعری کے ساتھ میرا تعلق اس وقت سے ہے جب مجھے یہ شعور بھی نہ تھا کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ آباء و اجداد کی علیست کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا

ہے۔ خافہ ماحول میں آگہ کھولی تھی۔ سال میں عین مرس ہوتے تھے۔ مقامی دھرونی
 زائرین خافہ میں جمع ہوتے۔ دو چار دن کے لیے سارے قصبے کا ماحول روحانیت سے بھر
 جاتا۔ ابھی تسبیح خوانی بھی نہ ہوئی تھی کہ والدہ مطہرہ نے عین نعین یاد کر لی تھیں اور روز
 رات کو آموختہ دوہرایا جاتا تھا۔ یہ نعین تھیں: (۱) ولہ کیا جود و کرم ہے شاہکا خیرا، (۲)
 چک تھ سے پاتے ہیں سب پانے والے، اور (۳) ان کی مہک نے دل کے شے کلا دے
 ہیں۔ مرس میں اور بھی نعت خواں آتے اور اپنا کلام پیش کرتے۔ لیا حضرت اور ہم محترم ایک
 ایک شعر پر اپنی جینیں خالی کر دیتے۔ اپنے ہیروں کی دیکھا دیکھی مرید بھی غزرونی شروع
 کرتے۔ لیا حضرت اور ہم محترم کے دئے ہوئے پیسے (نوٹ) پہنچانے کا فریضہ ہمارے
 حصے میں آتا تھا۔ تھوڑی دیر میں نعت خواں کے سامنے لوگوں کا ڈیر لگ جاتا تھا۔ ہم اپنی
 جگہ بیٹھے بھی سوچا کرتے کہ اگر ہم بھی نعت پڑھتے تو شاید ہمیں بھی اتنے ہی روپے ملتے۔
 پھر ان روپوں کے جا اور بے جا مصرف کا ایک نقشہ بھی ہمارے بڑھن میں تیار ہو جاتا۔

ایک دن ہم نے ہمت کر لی لی۔ ہمارے دادا مرشد حضرت سیدنا ابوالکلام سید شاہ
 الطحیل حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرس آیا جسے مرس قاسمی کے نام سے جانا جاتا ہے۔
 مرس کا پہلا دن بکڑا کے کی سردی۔ فجر کی نماز کے بعد درگاہ شریف میں زائرین جمع تھے اور
 حلقہ کر رہا تھا۔ مارہرہ مطہرہ میں ہر مرس کی شروعات حلقہ ذکر سے ہی ہوتی رہی ہے۔
 ہم بھی روٹی کی مرزلی اور کنٹوپ پہنے درگاہ شریف پہنچ گئے۔ بچوں کو حلقے سے باہر ہی رکھا
 جاتا تھا۔ سو ہم درگاہ کے خدام انعام اللہ متا کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور ان کی بیوی سی نامہ میں
 لگ رہے لال لال اللہوں کی گری کا حرو لینے لگے۔ حلقہ ختم ہوا تو قرآن خوانی شروع ہو
 گئی۔ اب ہم بھی شامل ہو گئے۔ اس وقت تک ہم عین پارے حلقہ کر چکے تھے۔ قرآن خوانی
 ختم ہونے کے بعد عین کے سائبان میں ہی لاڈلا ڈاکٹر نصب ہوا اور مرحوم شمس الحسن برکاتی،

جنہیں ہم سب بچے سمجھا جاتے تھے، عرس کی تقاریب کے آغاز کے طور پر قرآن عظیم کی تلاوت کرنے چوکی پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی چوکی کے ایک کونے میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی انہوں نے تلاوت ختم کی ہم نے مائیک پر قبضہ کر لیا اور نعت شروع کر دی: چمک تھم سے پاتے ہیں سب پانے والے۔ پوری نعت پڑھ ڈالی مگر کسی نے ہمیں ایک روپیہ بھی نذر میں نہ دیا۔ ہم بڑے ہارے ہوئے انداز میں چوکی سے اترے اور گھر آ گئے۔ اسی جان نے پوچھا تو انہیں بتایا کہ ہم نے درگاہ شریف میں نعت پڑھی تھی۔ اسی جان بہت خوش ہوئیں۔ اور کہا: شاباش، اسی طرح پڑھا کرو۔ خرقہ پوشی والی بات کو ہم نے سمجھا سب سے درخواست کی کہ وہ اگلے دن قیل کی محفل میں ہم سے نعت پڑھوائیں۔ عرس کا آخری دن قیل کا دن کہلاتا تھا اس دن دوپہر تک نعت و دعا کی محفل ہوتی اور بعد میں آثار شریف کی زیارت کرائی جاتی اس دن بڑا زبردست مجمع ہوتا کیونکہ ہر دینی زائرین کے علاوہ مقامی لوگ بھی شرکت کرتے۔ سمجھا ہم پر بڑے مہربان تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا: نعت پڑھنا ہے تو قیل کو بجے تک درگاہ شریف پہنچ جانا۔

دوسرے دن ہم نوکی جگہ آٹھ بجے ہی درگاہ شریف پہنچ گئے۔ اس وقت قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ ٹھیک نو بجے سمجھا نے مائیک سنبھالا اور زائرین عرس کے لیے اعلان کیا کہ جو لوگ باہر ادھر ادھر ٹھہر رہے ہیں وہ درگاہ شریف میں آ جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں اشارہ کیا۔ ہم تو گویا اسی اشارے کے منتظر تھے۔ جھٹ سے چوکی پر پہنچ گئے۔ اور نعت شروع کر دی: ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں۔ ہم جب اس شعر پر پہنچے: اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا۔ رورو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دئے ہیں۔ تو ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ایک برکاتی بھائی نے رونا شروع کر دیا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک اور برکاتی بھائی نے نعرہ بھیر بلند کر دیا۔ ہمیں بھلا کہاں اس کا محاورہ تھا۔ ہم گھبرا گئے۔ مگر چوکی نہ چھوڑی۔ جیسے ہی اگلا شعر ہم نے پڑھا ایک تیسرے صاحب اٹھے اور ہمیں ایک روپے کا

نوٹ پیش کیا۔ ہم نے قہر چلا کی طرف دیکھا۔ انھوں نے ان صاحب کے ہاتھ سے نوٹ لے کر ہمارے ہاتھ میں دے دیا۔ نعت کے چار اشعار ختم کرتے کرتے ہمیں پانچ دس روپے تو مل ہی گئے۔ نعت ختم کر کے ہم چوکی سے تقریباً دو کراٹرے اور سیدھے گھر کی راہ لی۔ اسی جان کے سامنے ہم نے اپنی ساری کمائی رکھ دی اور انھیں بتایا کہ ہمیں نعت پڑھنے پر یہ رقم ملی ہے۔ اسی جان نے کہا: بیٹے تمہیں یہ نہیں ملنی چاہیے تھی۔ چاکر روپے انعام اللہ مہا کو دے آؤ۔ یہ ان کا حصہ ہے۔ بادل خواستہ ہم درگاہ شریف گئے اور اپنے سارے روپے انعام اللہ مہا کو دے آئے۔ مگر یہ الجھن ضرور رہی کہ آخر اسی جان نے ہمارے پیسے انعام اللہ مہا کو کیوں دلوائے۔

میں کی غار ب شام تک ختم ہو گئیں اور ذرا زین اپنے اپنے ٹھکانوں کو لوٹنے لگے۔ شام کو جب ہم سب لہا حضرت کے پاس بیٹھے تھے تو انھوں نے اسی جان کو مخاطب کر کے کہا: سنی ہو، قہر لے لیا، آج تمہارے لٹانے نعت پڑھی اور روپے کمائے۔ اسی جان نے کہا: جی ہاں، یہ میرے لوگ ابھی سے بچے کی عادت غراب کیسے دیتے ہیں۔ میں نے سب روپے انعام اللہ مہا کو دلوا دیے۔ لہا حضرت نے فرمایا: ارے بھئی، وہ روپے تو لٹا کے ہی تھے۔ اس کی محنت کا کمال اور میرے اعلیٰ حضرت کا فیض اس وقت ہم نے لہا حضرت سے پوچھا تھا: لہا، یہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟

آج ہم بڑے حلقے کی سرحد سے گزر رہے ہیں، آج تک ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟ ایک جید عالم دین؟ ایک تجربہ کار؟ ایک ماہر علوم قرآنی؟ ایک عظیم محدث؟ ایک کثیر تصانیف قلم کار؟ ایک چابکدست دھار؟ ایک ماہر لسانیات؟ ایک ماہر تازہ فہم شاعر؟ یا مگر قبول علامہ ہمدانی صاحب ایک مظلوم مفکر؟ ہم نے آج تک اعلیٰ حضرت کے بارے میں جو کچھ پڑھا اور اپنے غامدان کے بزرگوں سے جو کچھ سنا، اس کی روشنی میں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ایک بڑے ماثق رسول تھے۔ انھوں نے

اپنے ہم کرم اور اپنے مرشد کی دعاؤں سے روحانی زندگی کا یہ اہم راز جان لیا تھا کہ پہلے فنا فی الشیخ ہو جاوے، پھر کائنات اور رسول خداؐ غرض میں کائنات اللہ اہل حضرت علم، شوق اور عمل کے ایک ایسے حلقہ تھے جس کے جزاؤں کو ہے۔

اہل حضرت گناہم رہے، ہمیا بھی نہیں۔ ان کی شہرت، ان کی عظمت، ان کی طہیت، ان کی فقیہی بصارت کا لہجہ تقریباً ہر براعظم نے مانا۔ ابھی حال ہی میں ایک صاحب نے بتایا کہ انھوں نے فتن کی ایک مسجد میں لوگوں کو معصومی جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھتے سنا۔ یہ اہل حضرت پر اس مقدس ذات گرامی کا کرم ہے جس کے لیے قرآن میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا روشن بیان موجود ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ ہمدانی صاحب بھی عجیب شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک اہل درجہ کے تاجدار، ایک مصروف ترین برنس میں، گروہ دہلیہ کے لیے اسکالرشپ میزائل، پھر بھی سو سے زیادہ کتابوں کے مصنف، کتابیں بھی لکھی! ویسی نہیں کہ قلم اٹھایا اور صنعت اقتباس سے استفادہ کر کے یعنی دوسروں کی کتابوں کا یہاں وہاں سے مضمون اڑا کر اکٹھا کر دیا اور بن بیٹھے مصنف۔ اتنی مصروف زندگی کے باوجود ہمدانی صاحب نے آپ تک جو کچھ بھی لکھا ہے، بہت کچھ لکھا ہے اور بڑی بافقتی اور محنت سے لکھا ہے۔ ان کے کام کرنے کا انداز بالکل ایک ریسرچ اسکالر کی طرح ہے۔ پہلے وہ اپنا موضوع منتخب کرتے ہیں، اور یہ موضوع عام طور سے ہٹ کر ہی ہوتا ہے، پھر وہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا بار بار کئی سے جائزہ لیتے ہیں۔ بعد ازاں وہ اپنے موضوع کو نبھانے کے لیے علمی لوازمات اور حوالہ جات اکٹھے کرتے ہیں۔ اور پھر شروع ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان کی تقریباً ہر تصنیف کا مسودہ دیکھا ہے۔ وہ اپنی تحریر کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ مسودہ طبع شدہ کتاب سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ وہ ایک اچھے مائیسٹر آرٹسٹ بھی ہیں۔

کچھ برس پہلے جب میں پھر بخارہ گیا تھا اور ہمدانی صاحب کے ہی دولت کدہ پر ٹھہرا

تھا اس وقت بھائی صاحب نے تذکرہ کیا تھا کہ ایک کتاب شروع کی ہے جس میں فن شاعری کے مختلف پہلوؤں کو لے کر اہل حضرت کی فقیر شاعری کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے اس وقت سوچا تھا کہ بھائی صاحب اپنی کتاب کا انداز یہ اپنا نہیں کہ اردو شاعری کی مختلف اصناف کا بیان کریں۔ ان میں اہل حضرت کی فتنوں اور دوسری مثالیں کا ذکر کر کے کتاب مکمل کر لیں۔ مگر اب جو یہ کتاب میرے سامنے آئی ہے تو میری تو آنکھیں خیر ہو گئیں۔

برسوں ہو گئے مجھے بھی شاعری کرتے ہوئے مگر آج تک فن شاعری کے بارے میں مجھے بھی وہ کچھ معلوم نہ تھا جو بھائی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بتایا ہے۔ غالباً میں ہائی اسکول میں پڑھا تھا جب ابا حضرت کی کتابوں میں ایک کتاب علم عروض پر دیکھی تھی اور ابا حضرت سے مانگ کر اسے پڑھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر میرے لیے اس کتاب کے مضامین سے اشاروں کی طرح تھے جو دائیں سے بائیں اور اوپر سے نیچے کے دائروں میں لوگوں کو الجھا دیتے ہیں۔ میں نے اس سے قبل کی کوشش ترک کر دی اور کتاب ابا حضرت کے کتب خانے میں داخل رکھ آیا۔ جب میں اپنی چھٹی نعت لکھ کر ابا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے نعت کی اصلاح تو کی ہی، ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ نعت کے میدان میں کچھ بنانا ہے تو اہل حضرت کو چاہیے کہ ان کے فقیر بیان حقائق بھٹل کا مطالعہ کرو۔ میں نے حقائق بھٹل پر جی شروع کی اور۔۔۔ اور مجھے شاعری آگئی۔ یہ سراسر حضرت رضا علی کی کارروائی نہیں تھا۔

بھائی صاحب نے اپنی اس تصنیف میں فن شاعری کے مختلف پہلوؤں کو جس ماہرانہ فنکارانہ اور مشاقانہ انداز میں پیش کیا ہے اس کی بدولت یہ کتاب ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اردو ادب کے نصاب میں شامل کیے جانے کے قابل ہوگی ہے۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ بھائی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر مستقبل قریب میں اہل حضرت کی

شاعری پر ریسرچ کرنے والوں سے ایک موضوع یقیناً چھین لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ آنے والی نسل کے محققین کے لیے یہ دعوت اور تحریک بھی پیش کی ہے کہ حضرت رضا کے نعتیہ کلام کو گہرائی سے دیکھیں، دیکھ سکتے ہیں کہ اس سمندر کی تہ میں اور کئی موتی پوشیدہ ہوں۔

حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی کو اردو ادب میں وہ مقام نہیں دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے، اس بات کو لے کر بھائی صاحب نے اردو ادب کے ٹھیکے داروں کو کافی لٹاڑا ہے۔ ان کا لٹاڑنا بالکل صحیح ہے۔ آج کل لچر سے لچر مضمون باندھنے والے شاعر کو بھی اردو ادب والوں نے کوئی نہ کوئی مقام دے رکھا ہے۔ مگر ایک ایسے شاعر کو گناہی کی سزا صرف اس لیے سنائی گئی ہے کہ وہ نعتیہ شاعر ہے۔ جبکہ میرا دعویٰ ہے کہ غزل کہنے سے کہیں زیادہ مشکل کام نعت کہنا ہے۔ میں نے ایک ملاقات میں مجروح سلطان پوری سے پوچھا تھا کہ آپ اتنے اچھے شاعر ہیں پھر بھی آپ نے نعت کی طرف کوئی توجہ کیوں نہیں کی؟ مرحوم نے کہا تھا: میاں سہنچ سے واپسی پر کوشش کی تھی کہ نعت کہوں مگر ہاتھ کاپٹے لگے اور قلم نے ساتھ نہیں دیا۔ غزل کا معاملہ اور ہے۔ کچھ بھی لکھو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ بھائی یہ کیوں لکھا۔ مگر نبی کی شان میں لکھتے وقت ہزار بار خیال آتا ہے کہ کہیں قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو قابل گرفت ہو۔ نعت میں جو لغزش ہوئی تو دنیا واسطے الگ نعت بھیجیں گے اور اللہ کا تہرا لگ نازل ہوگا۔ اس لیے میاں، اپنی غزل ہی ٹھیک ہے۔

در اصل اس طرح کا خوف ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کے پاس دینی شعور یا دینی علم کی کمی ہوتی ہے۔ ایک باعمل عالم دین یہ جانتا ہے کہ قلم کی آزادی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے۔ اچھے برے میں امتیاز علم کے ذریعہ آتا ہے، مگر اسی علم کے ذریعہ جس کی اساس قرآن اور رسول کے فرمان پر ہو۔ امام الکلام حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی کو اللہ تعالیٰ نے علم الانسان مالم یعلم کے اتمام خزانے سے کچھ قطرے عطا فرمائے

اور یہ عطا ان کے آقا مومنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و فضل میں ملی تھی۔ اہل حضرت نے اپنی زندگی کا ایک سہری مشن مقرر کیا تھا وہ یہ تھا: رسول اللہ ﷺ سے ایسی محبت کرو جیسی محبت کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حضرت رضائے اعلیٰ نے اس مشن کو اپنا اوڑھنا سمجھنا بتایا۔ دین و دنیا کے فروغ کی راہ میں ان کی ایک ہزار سے زیادہ تصانیف کی بات تو بہت بڑی ہو چائے گی، صرف ان کا دیوان حدائق بخشش ہی انھیں امتیازی حیثیت دلانے کے لیے کافی ہے۔ یہاں مجھے اپنے برادر بجاں برادر سید محمد اشرف برکاتی کے چار مصرعے پیش کرنے کی اجازت دی جائے جو انھوں نے اٹھ حضرت کے مخلصین کے سامنے ایک چیلنج کی صورت میں رکھے ہیں: وہ کہتے ہیں:-

منار قصر رضا تو بلند کافی ہے

تم اس کے ایک ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو

قنادائے رضویہ تو اک کرامت ہے

ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

دنیا کے تمام بڑے شعراء نے محبوب کے زلف و رخسار، حسن و ادا، ہر اپا (کلمہ شکوہ)، شباب، خوبی، گفتار، جادوئے رفتار، غرض ہر ہر ادا کی تعریف میں قلم اٹھایا ہے۔ انگریزی میں فیلی، ٹینیسن، بائرن، براؤننگ نے بہاریہ نظمیں لکھیں۔ ان میں سے کچھ نظمیں تو اتنی عریاں ہیں کہ انگریزی ادب کی بہت آگے کی کلاسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہندی میں بہاری ست سنی کے سات سو دو ہوں میں سے کئی ایک دوہے ایسے ہیں جو مظر عام پر پڑھے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اردو ادب میں کئی شاعروں نے ایسے کلام لکھے ہیں جن میں محبوب کے سراپا کا ذکر ایسے بے باکانہ اور عریاں انداز میں کیا گیا ہے کہ وہ ادب لطیف کی جگہ ادب غلیظ بن کر رہ گئے ہیں۔ نعت کے میدان میں اس طرح کی کوئی آزادانہ نہیں ہے۔ نعت کہنا یعنی بروم حج قدم رکھنا۔ حضرت رضائے اعلیٰ نے اپنے کلام سے اردو شاعری

کو ایک نیا وقار عطا کیا۔ ہرانی صاحب نے لکھا ہے کہ مسلکی اختلاف رکھنے والوں کی گھنٹی سازش سے حضرت رضا کو اردو ادب میں ایک شاعر کی حیثیت سے کوئی مقام نہیں دیا گیا۔ یہی ایک وجہ نہیں تھی، دراصل اردو والے، چاہے مسلکی ہوں یا غیر مسلکی (کیونسٹ)، سب کو یہی خوف تھا کہ اردو ادب کے آسمان پر نعت کا سورج چمکا تو دوسروں کے چراغ ٹٹٹانے لگیں گے اور آخر میں بجھ ہی جائیں گے۔ رضا بریلوی اردو ادب کے ٹھکاندہ کے لیے ایک بڑا امین کیا۔ اس کے پاس اقبال سے کہیں زیادہ وسعت فکر تھی، غالب سے کہیں بڑھ کر رومانیت تھی، میر تقی میر سے کہیں زیادہ اوچی پرواز تھی، داغ دہلوی سے کہیں زیادہ زبان کی سلاست اور نثریت تھی، جوش ملیح آبادی سے کئی گنا زیادہ ذخیرہ الفاظ تھا۔ مگر سے کہیں آگے کا تھل تھا، قافی سے کئی گنا زیادہ مضمون کا تسلسل تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اور بھی بہت کچھ تھا جو اوروں کے پاس نہ تھا۔ اس کے پاس قرآنی علوم کی گہرائی تھی، حدیث رسول کی گیرائی تھی، فقہ حنفی کی محتاط روی تھی، مشرب قادریہ کی محنت اور سنجیدگی تھی، اور اپنے پیر خانے یعنی مسلک برکاتیت کی درودِ حبیب تھی۔ اور ان سب سے بڑھ کر اس کے پاس عشق رسول کی دولت تھی۔ آل رسول کی محبت تھی۔ اپنے مقصود کو ایسے چاہنے والے ہزاروں میں ایک ہوئے ہیں۔

میرے دادا حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی نے حضرت رضا بریلوی کو اپنی بیعت و خلافت سے نوازا۔ اور اس کے بعد فرمایا: ایک عرصہ سے مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ کل محشر کے روز میرا رب مجھ سے پوچھے گا آل رسول ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ مگر بفضلہ تعالیٰ آج وہ گزر دور ہو گئی۔ اب محشر کے دن رب پوچھے گا آل رسول ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں عرض کروں گا: احمد رضا کو لایا۔ دنیائے ارادت میں غالباً اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ ہے جب ایک مرشد اپنے رب کے حضور حق کے طور پر اپنے ایک مرید کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کر رہا ہے۔ دراصل شاہ آل رسول احمدی کی آنکھیں

نوجوان احمد رضا کے اندر چھپے ہوئے اس مجدد کو دیکھ رہی تھیں جس کے قلم سے مصطفیٰ جان
رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کی راہ میں بیش قیمت تصانیف نکلے والی
تھیں۔ مجھ اپنے وقت کا ایسا عظیم عاشق رسول ہوں گا کہ دشمنان رسول اس کی جان کے ورپے
رہیں گے۔ اور وہ اپنے مخالفوں کی دشنام طرازیوں کو یہ کہہ کر قبول کرے گا: مجھے برا کہتے
ہیں تو کہنے دو، جتنے وقت تک وہ مجھے برا کہتے ہیں اتنے وقت تک کم از کم وہ میرے آقا و
مولیٰ کی شان میں گستاخی کرنے سے تو دور رہتے ہیں۔ شاہ آل رسول احمدی نے بھی
حضرت رضا بریلوی کے اندر چھپے ہوئے نصرت گو شاعر کا بھی مشاہدہ کر لیا تھا۔ ان کے مولیٰ
مہدی قلب مارہرہ سیدنا ابوالحسن احمد نوری نے ہل ججزہ الاحسان الا احسان
کے بمصداق حضرت رضا بریلوی کو چشم و چراغ خاندان برکات کے لقب سے نوازا کر دنیا کو
یہ جنگا دیا کہ دیکھو ہم سیدزادے بختل نہیں ہیں۔ احمد رضا نے ہمارے مانا جان کے عشق میں
خود کو کفایت کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تو اب وہ اہل بیت میں سے ہو گیا۔ اب وہ ہمارے
خاندان کا ایک فرد بن گیا۔ اب ہر اس جگہ اس کا نام لیا جائے گا جہاں ہمارے خاندان کا ذکر
کیا جائے گا۔ ع خان زادہ سیدوں کا اہلی حضرت بن گیا۔

علامہ عبدالستار ہدائی صاحب کی طبیعت میں بڑی ضد ہے۔ وہ بڑے ٹیلے ہیں۔
آج تک دنیا میں نین طرح کی ہٹ مشہور ہیں: راج ہٹ، ہال ہٹ اور تریا ہٹ۔ میرے
خیال سے اس میں ایک اور ہٹ کا اضافہ کر دیا جائے اور وہ ہے ہدائی ہٹ۔ بہت پہلے
ہدائی صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ایک کتاب اہلی حضرت کی شاعری پر ترتیب دے
رہا ہوں اس پر تقریباً آپ کو گھنٹی ہے۔ میں نے اپنی مصروفیت کا بالکل سہا طر پیش کیا۔ مگر
ان کے بات کرنے کا انداز اتنا مسود کن ہے کہ سامنے والے کے پاس انکار کی گنجائش ہی
نہیں رہتی۔ مجھے کہا ہی پڑا: ٹھیک ہے۔ وقت ملا تو انشاء اللہ ضرور قریح لکھ دوں گا۔ بحمد اللہ
تعالیٰ کا حکم یوں ہوا کہ میرا جلد شلاک جیسے دور دراز علاقے میں ہو گیا۔ میں نے سوچا چلو

اس طرح ہمدانی صاحب کی گرفت سے بچنے کا موقع ہاتھ آیا۔ مگر ہمدانی صاحب جسے پکڑتے ہیں اسے چھوڑتے نہیں۔ میرے ساتھ ان کا معاملہ بہت قریب کا ہے، ان کے اور میرے معاملات اور روابط میرے جد کریم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اس قارمولے پر مبنی ہیں: ان کا دوست میرا دوست اور ان کا دشمن میرا دشمن۔ ہمدانی صاحب جن دنوں زنداں میں تھے، ایک بار میں ان سے ملنے گیا تھا۔ اس وقت انھوں نے اپنی کچھ تصانیف کے مسودے مجھے دکھائے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے میں تعجب میں پڑ گیا تھا کہ یہ شخص کس مصلیٰ کا بنا ہے؟ اس کی پیشانی پر زنداں کی گھٹن کے آثار نہیں ہیں بلکہ زندگی کا نور ہے۔ اور وہ اس لیے کہ یہ کفار کی سرکار کی قید میں رہ کر دونوں عالم کے عیار، طیبہ کے تاجدار کے مشن کے فروغ کے لیے کام کر رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا: میں تو یہی دعا کر رہا ہوں کہ آپ بھیں رہیں، یہاں رہ کر آپ دین کی جتنی خدمت کر رہے ہیں وہ باہر رہ کر ممکن نہیں ہے۔ ان کے بچے جب بھی مجھ سے ان کی رہائی کے لیے تعویذ طلب کرتے اور میں تعویذ لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم کچھ ایسا ہوتا کہ یا تو بسم اللہ شریف لکھنے میں ہی کوئی غلطی ہو جاتی یا تکبیر میں۔ اس طرح کئی دنوں تک ان کے لیے اپنے گھر کا بڑا تعویذ نہ لکھ سکا۔ مگر جب دوسری بار ان سے ملنے زنداں گیا تو ان کی صحت کی خرابی دیکھ کر میرا دل بھرا آیا اور مہمئی واپسی پر میں تعویذ لکھنے بیٹھ گیا اور اس بار اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے کامیابی ملی۔ ہمدانی صاحب باہر آ گئے اور ہم لوگوں کی عید ہو گئی۔

زیر نظر کتاب کے پیش لفظ میں ہمدانی صاحب نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ صنعت مبالغہ کے تحت آتا ہے۔ میں خود کو ان کا چھوٹا بھائی سمجھتا ہوں کیونکہ وہ عمر اور علم میں مجھ سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ ان کا تجربہ بھی مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ تو ان کی منکر الموائی ہے کہ وہ مجھے اتنی عزت سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب میں نے سطر سطر پڑھی ہے۔ اس کی وجہ بھی جان لیجیے۔ ہوا یوں کہ مجھے اسی میل سے کتاب موصول ہوئی۔ جب

میں نے ڈاک بکس کھولا تو میری نظر پہلے سلعے پر لکھی ایک سرخی پر پڑی جو اس طرح تھی:

”اس کی پہلی کج ہو چکی ہے۔“ مجھے پہلی ہی نظر میں بہت خراب لگا۔ گویا یہ سلعے یہ جتانے کے لیے لکھی گئی ہے کہ میں اس کتاب کے مستحلات میں قلم نہ لگاؤں اور صرف تقریظ لکھ کر روانہ کر دوں۔ میں نے اپنا غصہ پی لیا اور کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔ یا اللہ! تقریباً ہر صفحے پر املا و انشاء کی ایسی قاش غلطیاں کہ خود اردو کو بھی شرم آ جائے۔ یہ محض پر دلف ریڈر کی لا پرواہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے کج شروع کی۔ اور تین دن کی لگا تار محنت کے بعد تین سو سے زیادہ غلطی کی نشاندہی کر پایا۔ کچھ چھوٹی موٹی غلطیاں ابھی باقی ہیں کی اس کا مجھے اعتراف ہے۔ چونکہ ہمدانی صاحب نے یہ کتاب بڑی محنت سے لکھی ہے اور موضوع کے اعتبار سے یہ ایک معرکہ لا آراء تصنیف ثابت ہوگی، اس لیے میں نے اس کی کجی میں اتنا وقت صرف کیا۔

حضرت رضا بریلوی کی شاعری کا شاید ہی کوئی پہلو ہمدانی صاحب نے چھوڑا ہو۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہمدانی صاحب نے کلام رضا اور اردو کے نام نہاد صف اول کے شعراء کے کلام کے درمیان جو تقابلی موازنہ کیا ہے وہ اردو ادب میں اپنی نوعیت کا منفرد کارنامہ ہے۔ کسی شاعر کے دیوان میں سے زلف، رخسار، چشم محبوب، بہار، گلشن، وغیرہ وغیرہ موضوعات پر کہے گئے اشعار ڈھونڈ نکالنا بہت آسان ہے۔ مگر عروض کی کس صنف میں کس صنعت کے تحت کون سا شعر کہا گیا ہے اس کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے بھوسے میں سوئی تلاش کرنا۔ ہمدانی صاحب کو تحقیق کا شوق جنون کی حد تک ہے۔ یہاں بھی وہی جنون کار فرما ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد آپ خود جان جائیں گے کہ تقابلی موازنہ میں انھوں نے کتنی محنت اٹھائی ہے۔ کہاں کہاں سے اتنی باریکیاں اکٹھی کر کے لائے ہیں کہ بجا اختیار منہ سے واہ واہ نکل جاتا ہے۔

ایک بات ضرور کہوں گا: کہیں کہیں ہمدانی صاحب نے بہت ہی مشکل زبان استعمال

کی ہے۔ کہیں کہیں ان کے جملے کافی طویل ہو گئے ہیں۔ ایک جملہ شروع کر کے آگے بڑھتے بڑھتے ڈراما محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ جملہ کہاں ختم ہوگا۔ زبان کو اکل بتایا جاسکتا تھا۔ مگر شاید ہمدانی صاحب نے اوق زبان کا استعمال اپنے موضوع کی مناسبت سے روادار کیا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ یہ کتاب نہ صرف رضویات میں ایک جیش بہا اضافہ ہے بلکہ پورے اردو ادب میں بھی ایک ایسا نیا باب ہے جو آگے آنے والی نسل کو یہ سمجھنے کی صلاحیت عطا کرے گا کہ لغت گوئی بھی ایک مستعمل فن ہے اور اس دریا کی غواہی عشق ہزاری کے کنویں میں غوطے لگانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔

اتنا کچھ کہنے کے بعد سوچتا ہوں کہ ہمدانی صاحب کی ضد پوری کر پٹایا نہیں؟ انہیں لغی کے قلم سے قلی تقریب درکار تھی۔ مطوم نہیں کہ لغی ہمدانی صاحب کے حسن سخن کے معیار پر پورا اتر لیا نہیں؟

فیضیاب ملک رضا

سید آل رسول حسنین میاں لغی مار ہروی

سجادہ نشین، مار ہرہ مظہرہ

شیلا نمک، ۱۶ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تقریر جلیل

از: شہزادہ احسن العلماء کل نزار خاندان برکات حضرت شرف ملت
قبلہ شرف میاں صاحب مارہروی دامت برکاتہ

ہمدان معروف ہمدانی اور حسان الہند

مولانا عبدالستار ہمدانی معروف کو میں نے کئی رنگوں میں دیکھا ہے۔ ایک کامیاب تاجر کی صورت میں بھی دیکھا اور ایک ہمہ جہت عالم و مناظر کی حیثیت میں بھی۔ سب سے پہلے ان کا نام والد محترم حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ و رضواں کی زبان سے ان کے بارے میں ان کا جو ریمارک تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ ”مولانا ہمدانی کو ”اعلیٰ حضرتیات“ سے بہت دلچسپی ہے اور اس موضوع پر ان کی بہت معلومات ہیں نہایت میں غلوں ہے اور دل میں محنت و جستجو کا جذبہ ہے۔ یہ جماعت کے لیے بہت کام کے عالم ہیں“ والد گرامی خود ماہر و رضویات بلکہ شارح رضویات کے منصب پر فائز تھے اس لیے انہیں مولانا ہمدانی کی اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضواں کے کارناموں سے حلقہ دلچسپی، غلوں اور محنت بہت بھاتی۔ حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ برکاتہ بھی جب امام اہلسنت کے علمی و ادبی کارناموں کا ذکر کرتے ہیں تو ان کارناموں کی باز آفرینی میں مولانا ہمدانی کے حصے کا بڑی فراخ دلی سے ذکر کرتے ہیں۔ ذاتی طور سے میں نے مولانا ہمدانی کی پہلی تحریر یہ دیکھی جو انہوں نے

والد محترم علیہ رحمت و رضواں کے وصال کے بعد ایک طویل مضمون کی شکل میں قلم بند کی گئی۔ حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ و رضواں کی ذات سے مولا ہدائی نے جو فیض اٹھایا اس کا ذکر وہ گلی بار تحریر اور تقریر کر چکے ہیں اس لئے میرا اپنے قلم سے اس ضمن خاص میں لکھنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

”رضائے برکات“ کے گلشن عشق و محبت سے جاری فیضان عقیدت سے سرشار مولا نا عبد الستار ہدائی معروف نے رفتہ رفتہ علمی و ادبی سطح پر اپنی پہچان بنانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ مولا نا عبد الستار ہدائی صوبہ گجرات کے سورا شتر علاقے کے معروف مقام پور بندر کے رہنے والے ہیں۔ پور بندر ساحل سمندر پر واقع ایک بڑا خوبصورت شہر ہے۔ پور بندر تاریخی اعتبار سے زمانہ قدیم سے ہی مشہور ہے۔ دینی اعتبار سے یہاں کے افراد حنبلیہ راجح العقیدہ مسلمان ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ آج بھی اس علاقے میں خوش عقیدہ مسلمانوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جن میں حنبلیہ فہم الدین بدرجہ اتم موجود ہے۔

علامہ ہدائی گجرات کے باشندے ہیں جو قدیم و جدید علوم کا ادراک رکھتے ہیں۔ پیشے کے اعتبار سے تاجر ہیں۔ لیکن اہل سنت کی معتقداتی قدروں کے تحفظ کا پاس آگاہ ہے کہ ہمدوم اس کے لئے خطرہ اور سرگرم عمل رہتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے انھیں گہری عقیدت ہے اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اب تک اچھی خاصی تعداد میں ان کی کتابیں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مطبع عام پر آچکی ہیں اس قدر معروف زندگی رکھتے ہوئے انھوں نے اپنی تصانیف و تراجم کی سچری (Century) پوری کر لی ہے۔

علامہ ہدائی کی کئی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی تمام کتابیں ان کے ذوق تحقیق، ہذبہ جستجو، مشقت اور جانفشانی کی امینہ دار ہیں۔ قدرت کی جانب سے انھیں کئے پڑھنے کا ایک خاص رنگ عطا ہوا ہے، جستجو کا ایک الوکھا

جذبہ پایا ہے۔ جب تک وہ (اپنے اعتبار سے) موضوع سے انصاف نہیں کر لیتے انہیں جھن نہیں آتا۔ اس کتاب کا ورق ورق اس بات کا شاہد ہے کہ انہوں نے ایک ایک صنعت کے قطعی مطالعے میں نامور شعراء کے کئی کئی مجموعہ ہائے کلام کمال والا ہے۔ قدیم محققین کا طرز تحقیق یہی رہا ہے۔ اب ایسے علمی حوصلے والے افراد کم دیکھنے کو ملتے ہیں یہ ذوق بلندی کو نصیب ہوتا ہے جسے اپنے مقصد سے جون کی حد تک وابستگی ہوتی ہے۔ اہلانی صاحب کی طبیعت میں جولانی بھی غضب کی ہے۔ وہ مضامین کے سلسلے کو شے ذموظہ ذموظہ کے لاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں کئی ایک انوکھے گوشے مودود ہیں۔

در اصل ایمان اور عقیدے کا بے لوج ہونا اعتقادات کے لوازم میں سے ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہو سکتا ہے اور نہ جنت کا حق دار۔ ایمان میں پختگی کا ثمرہ محبت ہے اور یہ کیفیت بھی بہت ہی عجیب ہے۔ حکماء کا کہنا ہے کہ مشق جو محبت کی آخری کیفیت ہے وہ بتدریج انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی ارتقائی منازل مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ لگاؤ
- ۲۔ جھکاؤ
- ۳۔ حمایت
- ۴۔ محبت
- ۵۔ مشق

کیفیت مشق حقیقی بھی ہے اور مجازی بھی۔ یہ لگاؤ کائنات، یا مخلوق کائنات سے ہو تو مشق مجازی کہلاتی ہے لیکن جب عقیدت اور توجہ کی تمام جہتیں خالق کائنات کی جانب متوجہ ہوں تو اسے مشق حقیقی کہتے ہیں۔ مختصر لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسی عقیدت جو کسی مفاد یا مادیت پر مبنی ہو وہ مشق حقیقی نہیں ہے۔ مشق حقیقی میں عیب خیر، غلوں اور روحانیت کا ظہور ہوتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ امن و سلامتی اپنے جلو میں ایک خاص
 عملیات کی کیفیت رکھتے ہیں۔ عملیات سے نہ کسی کو فرار ہے اور نہ انکار بس پسند اپنے
 اپنے ذوق کے مطابق ہے۔ اسلام فطری جہتوں کو نہ تو سرے سے ختم کر دینے کا قائل
 ہے اور نہ بے لگام اس کو چھوڑ دینے کا قائل ہے۔ بلکہ عدل کی بالادستی کو ہر حال میں قائم
 رکھنے کے باوجود اسلام طور و گزیر کا بھی سچا دہتا ہے۔ صاف اور صریح بات تو یہ ہے کہ
 اعتدال دین اسلام کا حصہ ہے اور اس کی پابندی ہر مومن کے لیے لازم۔ کیونکہ کائنات
 ایک نظم کے تحت جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بے کار اور بے فائدہ نہیں
 پیدا کیا ہے۔ سب کی ضرورت ہے اور سب کی افادیت ہے۔

کلام انسان کی فطری خوبی ہے اور یہ ایک نظام اور قواعد و ضوابط کا پابند بھی
 ہے۔ مانی الضمیر کے اظہار کا اس سے بڑھ کر کوئی اور وسیلہ نہیں ہے۔ مانی الضمیر کے
 اظہار کا یہ ملکہ قدرت نے انسان کو احسن انداز میں عطا فرمایا ہے۔ مگر وہ لوگ جو اس
 میں ایک خصوصی کمال رکھتے ہیں انھیں ”قادر الکلام“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

نثر و نظم کے حوالے سے قادر الکلام ادباء اور شعراء کی ایک لمبی فہرست ہے
 اس خصوصیات کے حامل افراد دنیا میں رائج لسانیات کے ہر خطے میں پائے جاتے
 ہیں۔ جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ یہاں فرد افراد سب کا ذکر ممکن نہیں۔ ان حضرات
 کی شہرت عام ہے اور اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ بات تو میں نے شروع کی
 تھی عقیدت و محبت اور عشق سے اور یہ سبھی جانتے ہیں کہ اظہار عشق کے ذرائع میں
 غزل، نظم، گیت، قصیدے کے علاوہ حمد و نعت و منقبت بھی شامل ہیں۔ تعظیبات کی
 اصطلاح بس مجاز و حقیقت کے اعتبار سے بدل جاتی ہیں مگر جذبہ عشق کائنات کے ہر
 فرد میں پایا جاتا ہے۔ عشق کی فرماں روائی بڑی مستحکم، محیط اور عام ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

لیغان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

مزاج و کیفیت کے اعتبار سے عاشق صادق، حسن محبوب کے جلوہ جمال

سے دائمی لذت وصال کے حصول کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتا ہے اور ہر وہ عمل
کی یہ منزل عاشق صادق کو اپنے ہم مصروں میں ایک ایسا ممتاز مقام عطا کر دیتی
ہے جو اس کی اپنی ذاتی شناخت میں جاتی ہے۔ ماضی قریب کے ایک قادر الکلام
شاعر اور ممتاز عالم دین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قاضی بریلوی علیہ الرحمہ
کی شناخت اپنے زمانے میں ایک عالم، عاشق، مداح رسول کی حیثیت سے ہے۔
ان کی اس شناخت کا اعتراف ان کے حلقہ میں دشمنین کے علاوہ مخالفین کو بھی ہے۔
یہ بات صرف اعتراف زمانہ کے نہیں مگر میں کہی گئی ہے ورنہ بات تو یہاں محبت
و وحدت اور فیضان محبت کی گل رہی ہے اور اس ضمن میں منافرت کا ذکر ہی
مناسب نہیں کیوں کہ خود قاضی بریلوی کا بھی کہنا ہے

طیبہ نہ کسی افضل ، کہ ہی بڑا زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اپنے دور کے قہر عالم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں جسائی اعتبار
سے بریلی اور گلب و روح کے اعتبار سے خانقاہ عالیہ مارہرہ مظہرہ (امید) سے
معلق تھے۔ بے شک قاضی بریلوی نے فیضان محبت رسالت تو شریعت مظہرہ
کے مقدور علماء کرام سے حاصل کیا۔ مگر عرفان محبت رسالت کو عطا کرنے کے لیے
ہندوستان کی معروف قادری خانقاہ مارہرہ مقدسہ کی معروف زمانہ بزرگ ہستی،
واقف امیر شریعت و طریقت، جبل استقامت، راز دار علم الملکیت رسالت،
شیخ طریقت کے فیضان کرم نے قاضی بریلوی کو علم و ادب کے علاوہ روحانیت
کے اس مقام پر فائز کیا جس پر ان کے ہم مصروں نے رشک کیا۔ حمد و ثناء، نعمت
و منقبت کے میدان میں قاضی بریلوی نے اپنی ایک شناخت بنائی اور یہ اعتبار
میں سمجھتا ہوں، کہ قاضی بریلوی کو قدرت کی جانب سے عطا کیا گیا۔

اردو شاعری کا آغاز حضرت امیر خسرو سے ہوتا ہے اور حضرت خواجہ
بندہ نواز گیسو دراز م ۸۲۶ھ بمطابق ۱۴۸۸ء سے ہوتا ہوا امیر سودا،

قالب دواغ اور امیر و اقبال تک پہنچتا ہے جہاں اس کا قد خاصا نمایاں، واضح اور بلند ہو جاتا ہے اور جب اس کئی سو کو نعت پاک کی مقدس فضا میں لے جاتے ہیں تو اس پر خوبہ میر درد، امیر مینائی، محسن کا گوردی، کافی مراد آبادی کے جلو میں حضرت رضا بریلوی کا نعتیہ رنگ بھی بڑا ممتاز نظر آتا ہے۔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، اردو نعتیہ شاعری کا سرمایہ کئی جاسکتی ہے۔

مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے اپنی کتاب ”فن شاعری اور حسان الہند“ میں اردو نعتیہ شاعری کے اسی سرمائے کو بہت واضح اور آسان انداز میں اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے فیض کا بادل فاضل بریلوی کی ذات گرامی پر ٹوٹ کے برسا۔ عشق رسول کی برکت ہے کہ آپ کے تذکرے بحر و بر کی دستوں میں پھیل گئے۔ حاسدین اور مخالفین نے آپ کی جگہ پھیلی شہرت پر لاکھ بند باندھے لیکن آپ کے ذکر کا سیل رواں کبھی سے نہ رک سکا۔ علامہ ہمدانی علوم رضا کی تعداد ۲۱۵ شمار کرتے ہیں دینی اور دنیاوی علوم کے اس عبقری امام نے اپنی ساری علمی توانائیاں اپنے محبوب کی یاد، ان کے محبت بھرے تذکرے، ان کے دین کے فروغ اور ان کے ارشادات کی اشاعت کے لیے وقف کر دیں۔ ان کی پوری زندگی سیرت نبوی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

علامہ ہمدانی کی یہ کتاب امام احمد رضا کے نعمات محبت اور سرود عشق کا وضاحتی بیان ہے امام احمد رضا کو جب یاد محبوب بے کل کرتی تو شعروں کی صندوق سے دل کو ذرا تسلی دے لیتے ہیں خود فرماتے ہیں:

”جب سرور عالم ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں۔ ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی شاداب نعتوں میں صرف عشق کے نقاطے ہی نہیں پورے کئے بلکہ احتیاط و ادب کے دامن کو بھی مضبوطی سے تھام رکھا ہے حضرت عرفی شیرازی کا شعر ہمہ دم آپ کے پیش نظر رہا ہے.....

مرنی محتاب این رو نعت است نہ صحر

آہستہ کہ رو بدم قح است قدم را

آپ نے صراطِ نعت کو بہت عزیز گامی، سبک خراہی اور خوش انجامی کے ساتھ طے کیا ہے۔ آپ کے نعتیہ مجموعہ کلام کا ہر شعر اس بیان کی صداقت کا آئینہ دار ہے۔ یکساں سبب ہے کہ معاندین نے خاصی شور و فیس برپا کیا، بہتان تراشے، طوفان اٹھائے، کج بحثیاں کیں، غبار اڑائے لیکن آپ کے جذبہ عشق کو ہر سوانہ کر سکے، بلکہ ایک دنیا نے آپ سے محبتوں کے آداب سکھے ہیں، آپ کے عشق رسول کی جوت سے دلوں کے چراغ روشن ہوئے ہیں، اور زبانِ دلم کے لب و لہجہ سنبلے ہیں۔ آپ کا قصیدہ سلامیہ، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام "اردو زبان کا قصیدہ بروہ ہے۔ آپ کا قصیدہ معراجیہ اردو شاعری کا مجموعہ ہے، آپ کی چارلسانی نعت "لم یات ظلمک فی ظلم" پہ دنیا کا ہر کہ نہ سر دھتا ہے۔ آپ کا قصیدہ درودیہ "کعبہ کے بدر الدجی تم یہ کڑوروں درود" سن کر آج بھی دل تڑپ اٹھتے ہیں، آپ کے قصیدہ خوریہ "صبح طیبہ میں ہوئی بٹھا ہے بازارِ نو کا" کی بہار یہ ترمک دلوں میں کیفِ عشق کی برسات لے آتی ہے۔ یہ مقبولیت، یہ کیف یہ والہانہ پن، دروہندی، یہ کک لفظوں میں یونہی نہیں پیدا ہوتی۔ ہر چہ از دل خیزد بد دل دیزد" کی نگرشہ سازی اور خون جگر کی آمیزش نہ ہو۔

شاعری دلوں کی آواز ہوتی ہے جو جذبیوں کے ساز اور فکری مضرب کے تال میل سے برآمد ہوتی ہے۔ اس میں جب تخیل کی پرواز اور فکر کی بلندی کے حاشے شامل ہوتے ہیں تو اسے شعریت کی سند دیکھائی ہے۔ وزن و بحر شاعری کے طراز سے ہیں اجزاء نہیں۔ اچھوتا خیال، نادر فکر، تخیل، سنجیدہ فلسفے جب دکھ بھرائے میں اوزان کے اسٹچ پر آتے ہیں تو شعر کا روپ دھار لیتے ہیں۔ معانی و بیان اور بدیع کی صنعتیں اطلس و خواب کی قبا میں ہیں جو اس جگر شعری کو اور دیدہ زہمی اور رعنائی عطا کرتی ہیں۔ شعر و سخن کے یہ بھی زاویے امام احمد رضا کے حریری

شعروں میں موجود تھے ہیں اور وہ بھی بہت اعلیٰ پایا نے پر۔ اسی خصوصی کچھ کو اس کتاب میں کافی آسان وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اس پیشکش کا خصوص یہ ہے کہ اس میں قاضی اعجاز میں اردو ادب کے اساطین کے کلام کو کلام امام احمد رضا کے ساتھ قائل کیا گیا ہے۔ اور اس میں مہر میں مطلوباتی گفتگو کی گئی ہے۔

افکار و خیال کی ترسیل میں قاضی بریلوی سے بعض اہل علم ممکن ہے کہ اختلاف کرتے ہوں مگر ان کی قادر الکلامی پر کوئی شکست نہائی نہیں کی جاسکتی ہے۔ قاضی بریلوی نے بارگاہ رسالت میں اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لیے نعت کو وسیلہ بنایا اور انھوں نے عربی، فارسی اور اردو زبان میں خوب نعت کہی۔ ان کا نعتیہ کلام ”عذائق بخشش“ کے نام سے ان کی حیات میں شائع ہوا جو ان کے کلام کا مستند مجموعہ ہے۔ قاضی بریلوی کے اس دیوان کو ہر گھر کے ادباء و شعراء و دانش ور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لسانیت تاریخی کی مطالعے سے یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ زبان و ادب ہر دور اور ہر زمانے میں مختلف افکار و نظریات اور تحریک سے متاثر ہوتے رہے ہیں بد قسمتی سے کلیسا کے طرز عمل سے تنگ آ کر اس دور کے دانشور ان قوم نے مذہب کو ہی اپنی ترقی کا سب سے بڑا دشمن تصور کر لیا۔ اور پھر اپنے افکار و نظریات کی ترسیل میں لاد مذہبیت کو بنیادی نکتہ قرار دے کر اپنے اپنے خیالات کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔۔۔ لاد مذہبی دور کا جس مہر ابھی تک پورا ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ”اشتراکیت“ نے مذہب کو اپنا مد مقابل سمجھا۔ مادیت کو روحانیت پر غالب کرنے کے لئے ہر ممکن منظم کوشش کی گئی۔ ادبیات سے مذہبی ادب کو خارج کرنے کا جو سلسلہ چلا اس کا اثر اردو زبان و ادب پر بھی پڑا۔ پھر داخلی طور پر بہت سے مکاتب فکر کا اپنا وجود بھی مسلکی عصبیت کا باعث بنا۔ اس طرح خاص طور سے نعت کی صنف کو اہل سنت والجماعت کے دانشور کے علاوہ دیگر ادباء شعراء نے وہ مقام نہیں دیا جو اس صنف کو ملنا چاہئے تھا یا جو قصیدہ اور مرثیہ کو ملایا

ایک باضابطہ کوشش اور تحریک سے مرثیہ کو باضابطہ ادبی اسٹاف میں شامل کیا گیا۔
 اور حالیہ چند برسوں میں نعت پر کام ہوا ہے۔ خوش فگر دانشوروں نے
 اس صنف پر کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ بعض جاسنات نے اس موضوع پر تحقیق
 کام کرائے ہیں اور Ph.D کی ڈگریاں بھی تصدیق کی ہیں۔

ہندوستان و پاکستان میں نعت پاک کا کام شروع ہوئے ابھی کچھ زیادہ
 عرصہ نہیں گزرا۔ لیکن کام کی رفتار سے اہل فگر و فخر کو خوشی حاصل ہوئی ہے۔ نعت گوئی
 اور نعت خوانی کے خلف دبستان بھی پاکستان میں قائم ہوئے ہیں۔ بلکہ کراچی،
 لاہور، بمبئی وغیرہ کے علاوہ دیارِ ہند میں بھی نعت اکیڈمی قائم ہونے کی اطلاع
 موصول ہو رہی ہے۔ ان حالات سے خوش فگر حضرات کا حائر ہونا لازمی امر ہے۔
 مولانا عبدالستار ہراتی ایک عالم دین ایک خوش حیدر شاعر اور ایک فراخ
 دل تاجر ہیں۔ لکھنا چھٹان کی ضرورت بھی ہے اور عادت بھی۔ غالباً اپنی مشغولیت کے
 میں نظر انھوں نے اپنا تخلص مصروف رکھا ہے اب یہ واقعی مصروف ہیں۔ لیکن ان کی
 مصروفیت کامر کا حاصل بریلوی کی ذات گراہی ہے جو ان کے نزدیک بہت توجہ کی مستحق
 ہے۔ دلائل و ثبوت حاصل بریلوی کے حوالے سے قلمی جہاد کا میدان سر کرتے رہتے ہیں۔
 حسان البند کے نام سے پیش نظر ضخیم کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حاصل بریلوی
 کے شاعری کی خصوصیات کے تعلق سے یہ کتاب قابل توجہ اور لائق مطالعہ ہے۔ ہراتی
 صاحب نے ۱۴ احکامات کو خاص طور سے اپنا موضوع سخن بنایا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ آغاز سخن
- ۲۔ حسن مطلع
- ۳۔ وزن اور بحر
- ۴۔ تفعیل
- ۵۔ اقسام
- ۶۔ حمد اور نعت

- ۷۔ حضرت رضا اور نقیہ شاعری
- ۸۔ صفات فن شاعری
- ۹۔ حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت
- ۱۰۔ ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج، تجارت شاعری و ربار کے طور پر ہے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلام رضا میں مذکور
- ۱۱۔ حضرت رضا نے فن شاعری کس طرح سیکھا
- ۱۲۔ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہ دی گئی
- ۱۳۔ حضرت رضا بریلوی کے ایک شعر پر اعتراض
- ۱۴۔ ۱۱۴ علوم و فنون میں حضرت رضا کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال
- ۱۵۔ اتنی عرض آخری سن لو ذرا
- ۱۶۔ ملک رضا کی بدق بار جو لایاں
- ۱۷۔ ایک نظر ادھر بھی!
- ۱۸۔ در نظر کتاب درج ذیل عناوین پر مشتمل ہے۔ لوازمات شعر حسن مطلع۔ وزن اور بحر قافیہ۔ اقسام شعر۔ حمد اور نعت۔ حضرت رضا اور نقیہ شاعری۔ صفات فن شاعری۔ صنعت استعارہ۔ صنعت تشبیہ۔ صنعت مبالغہ۔ صنعت اقتباس۔ صنعت تضاد۔ صنعت تلمیح۔ صنعت حسن تعلیل۔ صنعت مراعات العظمیٰ۔ صنعت تفسیر۔ صنعت تمکیم۔ صنعت مرقعہ۔ صنعت تسمیق الصفات۔ صنعت اتصال ترتیبی۔ صنعت مطلوب مستوی۔ صنعت مسطر۔ صنعت حسن طلب۔ صنعت ترجیع بند۔ صنعت مسط۔ صنعت غزل العنقین۔ صنعت ابہام۔ خدو ام۔ صنعت اشتقاق۔ صنعت شبہ اشتقاق۔ صنعت سیاق الاعداد۔ حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت۔ ہندوستانی رسوم و غیرہ کا کلام رضا میں مذکور۔ حضرت

رضانے فن شاعری کس طرح سیکھی۔ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی۔ حضرت رضا کے ایک شعر پر اعتراض۔ ۱۱۳ رباعیوں میں حضرت رضا کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال۔ اتنی عرض آخری سن لو ذرا۔ ملک رضا کی برق جولانیاں۔ ایک نظر ادھر بھی۔

مناوین کی اس دراز تہرست پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی موضوع کی وسعت اور اس کا احاطہ، شروع و ختم و تحقیق جیسے اوصاف نمایاں ہو جاتے ہیں ان تمام مناوین پر مصنف نے میر حاصل داد تحقیق دی ہے اور ترتیب کے اعتبار سے ذرا ہٹ کر دیکھا جائے تو موضوع کی ایک جامع ترتیب سامنے آتی ہے۔ ابتدا ہوتی ہے شاعری اور نقیہ شاعری کے تعارف سے پھر احادیث کرمہ کی روشنی میں عصر حسن اور عصر قبح کی امتیازی دائرے کھینچے جاتے ہیں۔ اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو نقیہ شاعری کا نقطہ آغاز اور اہم اساطین پیش ہوتے ہیں۔ پھر لوازمات اور دیگر ضروریات شعری کی اصطلاحی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد حسن مطلع سے لے کر اخیر عنوانات شعری تک اسٹاذ شعراء کے کلام سے کلام رضا کا تقابل پیش کرتے ہیں اور اس فن میں امام احمد رضا کی برتری مدلل انداز سے ثابت کرتے ہیں جن شعراء کے کلام سے کلام رضا کا تقابل پیش کیا گیا ہے ان میں غالب، قافی، اصفہر، بگر اور فیض جیسے جید شاعر موجود ہیں۔

ان تمام موضوعات کو امدانی صاحب نے خوش اسلوبی کے ساتھ سمیٹا ہے۔ انداز بیان دلفن اور مہارتیں رواں ہیں۔ وضاحت میں کمال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی وضاحت سے دقیق مضامین اتنے پانی ہو جاتے ہیں کہ ایک عامی بھی سمجھ لے۔ ذہن بکھرے اور رکھڑکس پایا ہے۔ اس لئے اخذ مفاہیم میں عسرت فکر کے حامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر کئے جانے والے بے بنیاد اعتراضات کا جو جوابات آپ نے رقم کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کے مطالعے سے یہ بات کمال کر سامنے آ جاتی ہے کہ مفاہیم کو ذہنوں سے قریب کرنے میں انہیں کس قدر ملکہ حاصل ہے اور اس کتاب کی سب سے بڑی

خوبی یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کلام کو اس کے مفہوم سمیت عام ذہنوں تک پہنچا دیتی ہے اور اپنی اسی خوبی کے سبب ان شاء اللہ تعالیٰ عمومی سطح پر یہ محنت جلد مقبولیت حاصل کر لے گی۔

مولانا عبدالستار بھٹانی نے اپنے مقدمے میں بات بہت پھیلا کر کی ہے۔ بہت سارے مقامات پر تفصیل سے کام لیا ہے۔ تفصیل اور وضاحت کے ضمن میں بہت ساری مثالیں دے کر بات کہنے کی کوشش کی ہے جیسے حضور نے ایک صحابی کے ایک شعر کی اصلاح کس طرح کی اس کو مولانا بھٹانی کی نظموں میں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

”بارگاہ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت امین بن مازن بن عمرو بن حمیم تھا۔ وہ مصرعہ کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک مصرعہ یہ تھا۔

”زهن شر غالب لمن غالب“

حضور اقدس ﷺ نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کو اس طرح بدل دیا کہ:

”لن شر غالب لمن غالب“ (مدارج النبوة، اردو جلد ۲ ص ۱۰۱) نعت لکھتے یا پڑھنے والے صحابہ کرام کے حلق حضور اکرم ﷺ کا طرز عمل کیا تھا۔ اس کے حلق مولانا بھٹانی لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس ﷺ کی مدحت بیان کریں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”إن الله يوفد حسناتنا بروح القدس ما دام ينال من رسول الله ﷺ“ ترجمہ: ”جنگ اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔“

جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دُشمنوں کی جھگڑتے ہیں
 ”(مدارج النبوۃ)

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر
 غیر کے آنے اور اس کے چپے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق
 تبارک و تعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت و قدرت
 بخشے، اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور آپ کے دُشمنوں
 کی جھگڑ اور مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

ایک مرتبہ بنی قسیم کا وفد بارگاہ رسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی
 شان میں گستاخی کرنے لگے۔ بنی قسیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کر رہا
 تھا۔ حضرت حسان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی قسیم
 کے وفد کو ایسا دہان شکن جواب مرحمت فرمایا کہ بنی قسیم کو اپنے مجز کا
 اقرار و اعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (ﷺ) کے شاعر ہمارے شاعر
 اور خطیب سے بہتر ہیں۔ نیز حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حسان
 مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت و نشانی ہیں۔ منافق ان
 کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی و عداوت نہیں
 رکھتا۔ (مدارج النبوۃ)

حضرت قیس بن عبد اللہ بن عمرو السخومی نے بارگاہ
 رسالت میں حاضر ہو کر حضور اقدس ﷺ کی شان میں ایک طویل
 قصیدہ مرتب فرمایا۔ اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

”آتیت رسول اللہ اذا جہ بلہدی + ویقلو اکتاہا کالمخیر صرا“

حضرت نابذہ جہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دی گئی کہ ”لا یفیض اللہ

فہاک“ یعنی اللہ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔ حضور اقدس کی مبارک دعا کا یہ اثر

ہوا کہ حضرت نابذہ جہدی کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ

میں تمام دانت بہترین اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔“
 صحابہ کرام ہمارے رسالت میں اپنی خوش عقیدگی کا اظہار اشعار کے پیکر میں
 کن لفظوں میں کرتے تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ کریں۔ مولانا ہدائی لکھتے ہیں:
 ”حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ
 کی مدح و ثناء میں عرض کیا کہ:-

”كولم يكن فيه آيات“ مبینة بکلفت بدیہة بینك بالخیر۔
 مہد رسالت میں نعت گوئی کے ارتقاء کے متعلق مولانا ہدائی لکھتے ہیں:
 مہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا جادو پھیلا ہوا تھا۔
 ”بڑے بڑے نامور شعراء نے فصیح و بلیغ عربی میں شاعری کر کے
 اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے
 سامنے ان کی شاعری مانند پڑھی اور عرب کے بڑے بڑے فصحاء نے
 حضور اقدس ﷺ کے سامنے عاجز آنا توے ادب تہہ کئے۔ قرآن
 مجید اور حضور اقدس ﷺ کے دربار کے تعلیم یافتہ شعراء نے اپنے
 ارفع و اعلیٰ کام سے جہوت اور ساکت کر دیا اور نعت گوئی کا ایک
 سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشق رسول کے جذبے کو
 اپنی شاعری سے اجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے آسمان کے درخشاں
 سیارے کی طرح جھلکائے۔ حضرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ
 ☆ ابو محمد عبداللہ ☆ ابو زید عبدالرحمن بن سعید ☆ جمال الدین بن نباتہ
 ☆ علامہ یوسری ☆ امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے
 حسن کو دو چند کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔
 خصوصاً علامہ یوسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ”قصیدہ مددہ شریف“ اتنا
 راج اور مقبول ہوا کہ وہ اہل دل اور اہل عشق کے دل کی دھڑکن بن
 گیا۔ مذکورہ شعراء نے اپنی سحر بیانی سے عربی شاعری کی زینت کو

آغاز ہوا۔ قاری زبان کی شاعری نے نئی زینت و آرائش اختیار کی اور ادب کے نئے نئے زیورات زیب تن کئے۔ تعین لغت، قوانین صرف و نحو، الفاظ بندی، مرکبات نظم و نثر، جملہ بندی، سخن سازی، ربط و روانی، سخن طرازی، فصاحت و بلاغت، سخن پروری، حسن بیان، سخن آرائی، جوامع الکلم، سخن وری وغیرہ کے قوانین و ضوابط نافذ کئے گئے اور ان قوانین کے تحت ایک عاشق کے تخیلات، تصورات، مدعا، خشاء، گھبرات، جذبات دل، جوش و ولولہ، فکر و رساں، فریضی، تاثر، غور و خوض، حالت قلب، سوختہ دلی، آزر دگی، تفتہ دلی، اضطراب، جذبہ عشق، جوش ایثار، ناکامی، مایوسی، یاس، امید، سرور، لگن، التفات، ارادت اور کیچ دل کو حسن اسلوبی سے اشعار میں اظہار کرنے کا طرز اختیار کیا گیا۔ اور اس کے ضمن میں شاعری کا ایک مستقل فن متعین کر کے کئی صناعات ایجاد کی گئیں۔

قاری نعتیہ شاعری میں ☆ حکیم سنائی غزنوی ☆ نظامی گنجوی ☆ حضرت سعدی شیرازی ☆ طہار نیشاپوری ☆ علامہ جلال الدین رومی ☆ حافظ شیرازی ☆ سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی ☆ حضرت خواجہ محمد مصطفیٰ الدین چشتی ☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ☆ حضرت بوعلی شاہ گندمر ☆ حضرت علامہ عبد الرحمن جامی ☆ حضرت نظام الدین اولیاء محمد علی ☆ حضرت امیر خسرو دہلوی ہند وغیرہ جیسے شہرہ آفاق ادباء اور عظیم القدر اولیائے ملت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت وغیرہ میں اور قاری نعتیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم حضرات کے علاوہ ☆ میر درد ☆ عزت بخاری ☆ مرزا غالب ☆ اختر ابوان ☆ اقبال ☆ مظہر ☆ عرفی ☆ قدسی ☆ ظہری ☆ ☆ ظہوری وغیرہ جیسے قادر الکلام شعراء نے قاری شاعری کو عروج کی منزلت میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

نعتیہ ادب کے فروغ میں قاری کے بعد اردو کا مقام بہت بلند ہے اردو میں نعت کہنے والوں میں دو طرح کے شعراء پائے جاتے ہیں۔

۱۔ کل وقتی نعت گو شعراء: اس عنوان کے تحت آنے والے وہ شعراء ہیں جنہوں نے سوائے حمد و نعت اور منقبت کے نظم کے اور صنف سے غرض نہیں رکھی جیسے علامہ کاشی مراد آبادی اور اعلیٰ حضرت کا فضل بریلوی وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ جزوقتی نعت گو شعراء: اس ضمن میں وہ شعراء شامل ہیں جنہوں نے زبان و ادب کے دیگر اصناف کے ساتھ پاکیزہ نعت کہنے کی بھی طرح ڈالی اور وقتی و قاصر، نعت اور منقبت کے اشعار بھی کہتے رہے۔

اردو شاعری دو طرح کے شعراء کے کلام سے اپنے دامن کو پر کئے ہوئے ہے۔ اردو شاعری کے متعلق مولانا ابراہیم علی کا اپنا خیال ہے کہ

”قاری نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (المتوفی ۸۴۶ھ)، فخر الدین نظام (المتوفی ۸۲۵ھ) اور محمد قلی قطب شاہ (المتوفی ۹۸۸ھ) کے کلام میں نعتیہ شاعری کے دیدار ہوئے ہیں۔

اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ قاری اور عربی شاعری میں اکبر و جیشتر اولیاء، انبیا، علماء، صوفیاء، علماء وغیرہ مذہبی ذاتیت رکھنے والے حضرات کا تسلط رہا، لہذا عربی اور قاری شاعری میں زیادہ تر کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت، تصوف پر مشتمل ہے لیکن اردو شاعری میں اولیاء و علماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے نظم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے اردو شاعری میں عشق مجازی کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیس لوگوں کو رنگینی سخن سے سکون و قرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں

راجا سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملت، اور ہر قسم کے شعراء جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار شعراء کل پڑے۔ نیچے عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے اسما اس طرح ہیں:-

| | | | |
|----------------|---------------------|-------------------|-----------------------------|
| دلی دکنی | ☆ علامہ اقبال | ☆ محشر | ☆ فراق گیلانی |
| سودا | ☆ میر عبدالحق دہلوی | ☆ حسن بریلوی | ☆ مرزا اسد اللہ خاں غالب |
| میر تقی میر | ☆ داغ دہلوی | ☆ جلیل | ☆ جگر مراد آبادی |
| اکبر الہ آبادی | ☆ دانش | ☆ آتش | ☆ رگھوپتی سہائے فراق گیلانی |
| امیر مینائی | ☆ ریاض خیر آبادی | ☆ حفیظ جالندھری | ☆ الطاف حسین حالی |
| محسن کاکوری | ☆ وصل | ☆ شتر | ☆ انشاء اللہ خاں انشاء |
| عمر خیام | ☆ عرشِ ملسانی | ☆ بیدل | ☆ میر بہر علی انیس کھنوی |
| تاہاں | ☆ میر درد | ☆ کرشن پرشاد | ☆ محمد امیر اہم ذوق دہلوی |
| ابو الحسن علی | ☆ حرأت | ☆ نظیر | ☆ شیخ امام بخش ناسخ کھنوی |
| سراج | ☆ ظفر | ☆ ہادی | ☆ حضرت رضا بریلوی |
| امجد | ☆ گلبدین بدایونی | ☆ کافی مراد آبادی | ☆ سیلاب اکبر آبادی |
| جنتی ماہر ہروی | ☆ منور | ☆ فیض احمد فیض | ☆ کور مہند سنگھ بیدی عمر |
| بہنو کھنوی | ☆ بیدم وارثی | ☆ اصغر گوٹروی | ☆ جوش ملیح آبادی |
| جاں نثار اختر | ☆ قاتی بدایونی | ☆ ساحر لدھیانوی | ☆ مومن خاں مومن |
| حسرت موہانی | ☆ قیاس شفا | ☆ آرزو کھنوی | ☆ غبار بارہ بنگوی |

وغیرہ وغیرہ

مولانا اہدائی نے اس فہرست کو زمانی قید کا پابند نہیں رکھا ہے۔

اردو شاعری کے اجزاء ترکیبی:-

ان تمام تقسیمات کے علاوہ مولانا اہدائی نے اردو شاعری کے اجزاء ترکیبی پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے۔

”اس وقت ہم صرف شوقِ حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی محی شاعری کے قسطن سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ ضروری اور لازمی وضاحت بھی کر دینا چاہئے ہیں کہ اردو شاعری کے لئے ہم بالکل سلیس زبان میں شاعری کے لوازماتِ قوافی، اقسامِ عقلی، صفات و غیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ، جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی غزل، نعت، قصیدہ و غیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے صفات کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان تمام امور کی تقسیم کے لیے موقع سے مناسب مثال پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازماتِ اقسام اور صفات کو تین اقسام میں تقسیم کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعد ازاں ہر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

لوازمات:- یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہئے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

| | | | | |
|--------|------------|---------|---------|---------|
| ☆ حرف | ☆ لفظ | ☆ اعراب | ☆ کلمہ | ☆ معرہ |
| ☆ شعر | ☆ بیت | ☆ بند | ☆ ردیف | ☆ قافیہ |
| ☆ مطلع | ☆ حسن مطلع | ☆ مطلع | ☆ مثنوی | ☆ مثنوی |
| ☆ شیپ | ☆ بحر | ☆ قافیہ | ☆ وزن | ☆ ربط |

☆ سنتہ ☆ نظم

شاعری کی مختلف اصناف ہیں۔ مولانا ہدائی نے اس پر تفصیل سے بحث مثال لکھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ شاعری کے اقسام کے حلقے لکھتے ہیں۔

”شعر کی زمین، طرح، مضمون، انداز شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

| | | | | |
|--------|----------|----------|---------|---------|
| ☆ نظم | ☆ لوری | ☆ گیت | ☆ سرود | ☆ غزل |
| ☆ حمد | ☆ نعت | ☆ مثنوی | ☆ قصیدہ | ☆ مرثیہ |
| ☆ قطعہ | ☆ مثلث | ☆ رباعی | ☆ مخمس | ☆ منقبت |
| ☆ مسدس | ☆ مستزاد | ☆ وغیرہ۔ | | |

یہاں بیت اور موضوع سے متعلق اصناف کی درجہ بندی کا ذکر ہو چکا تو بہت مناسب تھا۔

منحفات:-

مضامین و خیال کے اعتبار سے شاعری کے منحفات کی تعداد بھی بہت ہے۔ مولانا ہدائی نے پہلے ان کی ایک فہرست مرحب کی بعد میں ان تمام منحفات کی تعریف مثال کے ساتھ لکھ کر چار کین کو سمجھائی ہے۔ منحفات کی فہرست ملاحظہ کریں۔

شاعر اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فن شاعری کی تحسین منحفات کا استعمال کر کے، اپنے اشعار کو حریں کر کے، ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ منحفات ذیل میں اجمالاً مذکور ہیں:-

| | | | |
|--------------|--------------|----------|-----------------|
| ☆ استعارہ | ☆ تشبیہ | ☆ مبالغہ | ☆ اقتباس |
| ☆ تضاد | ☆ تلخیص | ☆ تلخیص | ☆ تہاؤل عارقانہ |
| ☆ تجنیس کامل | ☆ تجنیس ناقص | ☆ مقابلہ | ☆ مراعاة الطیر |

☆ متراد ☆ لف وشر ☆ قصین ☆ قہیب ☆
 ☆ تسمیق الصفات ☆ خط وام ☆ گریز ☆ حسن تعلیل ☆
 ☆ اتصال تربی ☆ قصیدہ مرصع ☆ ترصیع ☆ ترجیح بند ☆
 ☆ حسن طلب ☆ مقلوب مستوی ☆ مقوب کل ☆ مسط ☆
 ☆ غزل الغنیمین ☆ ایہام ☆ اشتقاق ☆ شہد اشتقاق ☆
 ☆ میاق الاعداد ☆ وغیرہ وغیرہ -
 وزن اور غزل :-

علاوہ ازیں مولانا ہدائی نے شاعری کے اوزان بحر پر بھی سیر حاصل کھنگو کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ کہاں تک تفصیل سے لکھا جائے۔ یہ تو قارئین ہی مطالعہ کے بعد اس کا اندازہ لگائیں گے۔ مولانا ہدائی نے اعلیٰ حضرت کی نعت کی فنی اور ادبی خصوصیات سے اپنے قارئین کو روشناس کرانے کے لیے کس قدر محنت کی ہے اور کتنی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کا نچوڑ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ وزن اور بحر کا ایک پورا نقشہ بنا کر انھوں نے قارئین کے لئے سہولت فراہم کر دی ہے ملاحظہ کریں۔

”شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تولنے کے لئے جو بیان مقرر کئے گئے ہیں انھیں بحر کہا جاتا ہے۔ ان بحر میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہو سکتا۔ اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔ شعر کے وزن کرنے کا جو فن ہے وہ ”علم عروض“ کہلاتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فن عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔ جس کو تقطیع کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم غلیل بن احمد ہے۔ جو ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۱ء میں پیدا ہوا

اور ۷۱۷ء مطابق ۸۷۷ء میں وفات پائی۔ غلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔ غلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحور کے بعد ابوالحسن انعمانی، برزجمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحر ایجاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحر مقرر ہوئیں۔ پھر ان ۱۹ بحور کو الگ الگ بحروں میں تقسیم کیا گیا اور کل چھ (۷۶) بحر تئیں کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں لہذا ناظرین کی خاطر طبع فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحور کا نقشہ مع اس کے اقسام و اوزان کے پیش خدمت ہے۔“

نقشہ بحور مع کیفیت و اقسام و اوزان

| نمبر بحر کا نام | کیفیت | کل اقسام | اس بحر سالم کا وزن |
|-----------------|-------|-------------------------------------------|--------------------|
| ۱ ہزج مفرد | ۱۱ | مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۲ رجز | ۵ | مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۳ رمل | ۷ | فاعلاتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۴ متقارب | ۶ | فعولن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۵ کامل | ۱ | متفاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۶ وافر | ۱ | مفاعلتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۷ متدارک | ۷ | فاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۸ منسوخ مرکب | ۵ | مستبفعلن مفعولات - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں | |
| ۹ مضارع | ۷ | مفاعیلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں | |

| | | | | |
|----|-------|----|---|---------------------------------------------------|
| ۱۰ | سریع | // | ۶ | مستفعلن مستعلن مفعولات - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۱ | خفیف | // | ۳ | فاعلاتن مستفعلن فاعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۲ | محبت | // | ۳ | مستفعلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۳ | مقتضب | // | ۳ | مفعولات مستفعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۴ | طویل | // | ۱ | فعولن مفاعیلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۵ | مدید | // | ۱ | فاعلاتن فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۶ | بسیط | // | ۱ | مستفعلق فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۷ | جدید | // | ۱ | فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۸ | قریب | // | ۴ | مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۹ | مشکل | // | ۱ | فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |

میزان: ۷۴

مذکورہ بحر میں سے سات (۷) بحرین مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحرین مرکب (Combined) ہیں۔ کل انیس (۱۹) بحرین اصل ہیں اور یہ انیس بحرین منقسم ہو کر کل ۷۴ بحرین ہو گئیں۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے معائنہ سے ہو جائے گا۔ اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے، وہ ان مذکورہ ۷۴ بحر میں سے کسی ایک وزن پر ہوتی ہے۔ کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا

ہے لیکن علم عروض کا پورا دار و مدار قطع پر ہے۔

کلام رضا کی فنی خصوصیت :-

مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنی اس تحریر میں کلام رضا کی تین خوبیوں کی طرف کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے وہ خوبیاں ہیں۔

۱۔ حسن مطلع

۲۔ قریب المحرک بحر کوئی زندگی

۳۔ کلام رضا میں شکر ت اور ہندی زبان کا استعمال

اس کی پوری تفصیل مولانا ہمدانی کے لفظوں میں ملاحظہ کریں

حسن مطلع

جس غزل یا قصیدے کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے عموماً ہر شاعر اپنی غزل یا قصیدے کے مطلع یعنی پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کرتا ہے کیونکہ فن و ادب کے اعتبار سے وہ ضروری امر ہے مطلع کے بعد دیگر اشعار میں وہ صرف مصرعہ ثانی میں ردیف و قافیہ کا التزام کرتا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں لیکن پھر بھی کبھی کبھی شاعر مطلع کے بعد کے شعر میں اس امر کی طرف التفات کر کے دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کر لیتا ہے۔ اور اس کا شمار شاعر کی فن کی خوبی میں ہوتا ہے اور شاعر کی اس خوبی فن کو سراہنے کے لئے ایسے شعر کو حسن مطلع سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کے نامور شعراء کے کلاموں میں حسن مطلع کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً :-

(۱) مرزا غالب :-

آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں
ہے گریباں ننگ پیرا ہن جو دامن میں نہیں (مطلع)

ضعف پائے گر یہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں
 رنگ ہو کر اڑ گیا جوخوں کے دامن میں نہیں (حسن مطلع)
 مرزا غالب کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے
 پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔
 مرزا غالب کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں
 صرف ایک قطعہ نمبر ۶ ”مسی آلودہ سرانگشت حنائی“ میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔
 (۲) قافی بدایونی:-

ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے
 صبر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)
 قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے
 آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)
 قافی بدایونی کے دیوان کلیات قافی میں کل انسٹہ (۵۹) اشعار حسن مطلع
 کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک کسی میں دو یا تین۔
 جس غزل میں سب سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں وہ غزل ”زبان مدعا آشنا
 چاہتا ہوں ÷ دل اب زندگی سے خفا چاہتا ہوں“ والی غزل ہے۔ اس غزل میں
 حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔
 (۳) اصغر گوٹوی:-

مستی میں فروغ رخ جاناں نہیں دیکھا
 سنتے ہیں بہار آئی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)
 زاہد نے برا حاصل ایماں نہیں دیکھا
 رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسن مطلع)
 اصغر گوٹوی کے کلام کے مجموعے ”نشاط زندگی“ اور ”سرد
 زندگی“ میں حسن مطلع کے کل اڑتالیس (۲۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک

غزل میں زیادہ سے زیادہ تین اشعار ہیں ایسی صرف دو غزلیں ہیں۔ ☆ ”رخ
رنگیں پہ موجیں ہیں تبسم ہائے پنہاں کی“ اور ☆ ”شاید کہ پیام آیا پھر وادی سینا
سے“ ان دونوں غزلوں میں حسن مطلع کے تین اشعار پائے جاتے ہیں۔
(۴) کلید ہدایونی:-

ہوں دل میں عشرت غم جاں لئے ہوئے
سحر ہے رنگ و بوئے گلستاں لئے ہوئے (مطلع)
ذوق گناہ عزم پشیاں لئے ہوئے
کیا کیا ہنر ہیں حضرت انساں لئے ہوئے (حسن مطلع)
کلید ہدایونی کے کلام کے مجموعے ☆ ”رغینیاں“ میں کل ایک سو چو سٹھ (۱۶۴) اشعار حسن مطلع کے
پائے جاتے ہیں۔ کل ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسن مطلع کے اشعار
پائے جاتے ہیں لیکن بجز ایک غزل کے کسی بھی غزل میں حسن مطلع کے دو سے زائد
اشعار نہیں صرف ایک غزل ”دانتہ سامنے سے جو وہ بے خبر گئے“ دل پر ہزار طرح
کے عالم گزر گئے“ میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں۔ سولہ (۱۶) غزلوں میں
حسن مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس (۱۲۷) غزلوں میں حسن مطلع کے
صرف ایک ایک شعری ہے۔

(۵) فیض احمد فیض:-

شاخ پر خون گل رواں ہے وہی
شونجی رنگ گلستاں ہے وہی (مطلع)
سرو وہی ہے ، تو آستاں ہے وہی
جاں وہی ہے ، تو جانِ جاں ہے وہی (حسن مطلع)
فیض احمد فیض کے کلام کے مجموعے ☆ ”دستِ مبا“ ☆ ”نقشِ فریادی“
☆ ”زنداں نامہ“ ☆ ”دستِ جہرہ سنگ“ اور ☆ ”سروادی سینا“ کی صرف تیرہ (۱۳)

غزلوں میں سب ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔ صرف ایک ہی غزل میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ”طوقان بدول ہے ہر کوئی دلدار دیکھنا بگل ہونہ جائے مشعل رخسار دیکھنا“ ہے۔ (۶) جگر مراد آبادی:-

نظر لٹے ہی دل کو وقت تسلیم و رضا کر دے
جہاں سے ابتداء کی ہے وہیں پر اکتھا کر دے (مطلع)
دقا کو دل کو صدقے، جان کو نذر جفا کر دے
محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہونا کر دے (حسن مطلع)
علی سکندر جگر مراد آبادی کے کلام کے مجموعے ”☆ ”فصلہ طور“
☆ ”جذبات جگر“ ☆ ”آتش گل“ ☆ ”لمحات طور“ ☆ ”تخیلات جگر“ کی کل
دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں کل چار سو پچپن (۲۵۵) اشعار حسن مطلع کے پائے
جاتے ہیں۔ مذکورہ دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی
ہے کہ جس میں حسن مطلع کے سب سے زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔
اور وہ غزل کلیات جگر مراد آبادی صفحہ ۷۲ پر ہے۔ غزل کا مطلع ہے ”اک لفظ
محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے + سنے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے“۔

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسن مطلع کے اشعار کا
جو اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں سے صرف
جگر مراد آبادی کے کلام میں ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسن مطلع کے
آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگر صاحب کو بھی جگر تھا منا پڑے ایسی مثال
امام مشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔
”عدائت بخشش“ حصہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت رضا بریلوی نے غزل۔ نئے انداز
میں مرقوم فرمایا ہے۔ اس قصیدہ کا نام قصیدہ نور“ ہے۔ اس قصیدے میں حضرت

۱۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۳۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۴۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۵۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۶۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ

۷۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ

۸۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۹۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۰۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۱۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۲۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۳۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۴۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۵۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ

۱۶۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ

۱۷۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۸۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۱۹۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۰۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۱۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۲۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۳۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۴۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ
 ۲۵۔ نہی ہے کہ یہاں سے کہیں کہیں نہ

- رونے کو نہیں کوئی ، ہنسنے کو زمانا ہے
- ۵ وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے حسن مطلع نمبر ۴
- ۶ سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے حسن مطلع نمبر ۵
- ۷ شارع ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانہ ہے حسن مطلع نمبر ۶
- ۸ فطرت مرا آئینہ ، قدرت مرا شانا ہے حسن مطلع نمبر ۷
- ۹ جوان پر گزرتی ہی ، کس نے اسے جانا ہے حسن مطلع نمبر ۸
- ۱۰ اپنی ہی مصیبت ہے ، اپنا ہی فسانا ہے حسن مطلع نمبر ۹
- ۱۱ کیا حسن نے سمجھا ہے ، کیا عشق نے جانا ہے حسن مطلع نمبر ۱۰
- ۱۲ ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے حسن مطلع نمبر ۱۱
- ۱۳ آغاز محبت ہے ، آنا ہے نہ جانا ہے حسن مطلع نمبر ۱۲
- ۱۴ انکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانہ ہے
- مذکورہ حسن مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ (۱۶) قافیوں کی ضرورت تھی لیکن جگر صاحب صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔
- (۱) فسانا - ۳ / مرتبہ (۲) زمانہ - ۵ / مرتبہ (۳) دانہ - ۱ / مرتبہ (۴) نشانہ - ۱ / مرتبہ (۵) مانا - ۱ / مرتبہ (۶) بہانہ - ۱ / مرتبہ (۷) شانا - ۱ / مرتبہ (۸) جانا - ۱ / مرتبہ (۹) آٹھ قافیوں کی قلت (Shortage) کا اظہار فرمایا ہے۔
- لیکن حضرت رضا بریلوی نے اپ نے قصیدہ نور کے حسن مطلع کے ۳۶ اشعار کے لئے ۹۲ قافیوں کے لئے (۸۷) الفاظ کا استعمال فرما کر دنیائے ادب پر اپنی غن شاعری کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضّا نے ۸۷ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔ وہ اس طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) کلمہ دو مرتبہ (۳) سجدہ دو مرتبہ (۴) ستارہ - دو مرتبہ (۵) کرہ (۶) پودا (۷) والا (۸) اعلیٰ (۹) بدلا - بمعنی تغیر (۱۰) بدلا - بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پیالہ (۱۳) صدقہ (۱۴) کعبہ (۱۵) شملہ (۱۶) صحیفہ (۱۷) عمامہ - دو مرتبہ (۱۸) بالا (۱۹) بلہ (۲۰) پھریرا

(۲۱) شفیقہ (۲۲) قبالہ (۲۳) پسینہ (۲۴) سوتا (۲۵) (۲۶) شعاع
 (۲۷) گھما (۲۸) زچاہ (۲۹) (۳۰) پٹا (۳۱) کرتا (۳۲) ماتھا (۳۳)
 سیم (۳۴) گلڑا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا (۳۷) شہانہ (۳۸) دوپالا (۳۹) ایکا
 (۴۰) ترانہ (۴۱) لہرا (۴۲) آیہ (۴۳) معنی - دو مرتبہ (۴۴) بھالا (۴۵)
 دکھایا (۴۶) مڑوہ (۴۷) دھڑکا (۴۸) دریا (۴۹) اہلا (۵۰) رہا تھا (۵۱)
 کیجا (۵۲) بٹھایا (۵۳) علاقہ (۵۴) توڑا - روپیوں کی قبلی (۵۵) توڑا بمعنی
 خسارہ (۵۶) کاسہ (۵۷) مہینہ (۵۸) دعویٰ (۵۹) چلکا (۶۰) تمغا (۶۱) ٹیکا
 (۶۲) اس با (۶۰) اندھا (۶۱) گھینہ (۶۲) تڑکا (۶۳) دھندکا
 (۶۴) بڑھتا (۶۵) ذرا سا (۶۶) معنی (۶۷) قبہ (۶۸) پہرا (۶۹) پرندہ
 (۸۰) شیدا (۸۱) دوپٹا (۸۲) کشتہ (۸۳) چھینا (۸۴) جملہ (۸۵) سچا
 (۸۶) آتا (۸۷) استعارہ -

جگر مراد آبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا
 مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ”حسن“ و ”عشق“ کے چکر میں پھنس کر معشوقہ
 کے عشق میں تڑپنے اور آنسوؤں کے بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ان
 آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت
 کا فسانے کا رونا رو یا گیا ہے۔ کوئی معنی خیز الفاظ یا فن شاعری کی کسی صنعت پر
 دست آزمائی نظر نہیں آتی جب کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے اشعار کا
 ایک ایک لفظ علم و عرفان کا گوہر نایاب معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کی
 کئی صنعتیں مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تلخیص، مقابلہ، تجنیس کامل
 وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سو صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔
 الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حسن بھی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ نکھرا ہوا
 نظر آتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ قصیدہ نور کے علاوہ وہ دیگر

چالیس (۴۰) نعتوں، مثنویوں وغیرہ میں وہی حسن مطلع کا استعمال فرمایا ہے اور حسن مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

”واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحاتیرا“۔ نعت میں تین (۳) حسن مطلع ہیں۔

”ماہ سیمہا ہے احمد نوری“۔ منقبت میں سات (۷) حسن مطلع ہیں۔

”اے امام الہدیٰ محبت رسول“۔ منقبت میں دس (۱۰) حسن مطلع ہیں۔

”قریب الفناء متروک بحر کوئی زندگی“

حضرت رضا بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ”زمین و زماں تمہارے لئے“ جس بحر میں کہی ہے وہ ”بحر وافر سالم“ صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے یہ بحر عربی سے مخصوص ہے اور اردو میں رائج نہیں (حوالہ: ”فن شاعری“ از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی۔ بلکہ اس بحر کو فارسی اور اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک کر دیا تھا اور دنیائے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب الفناء ہو گئی تھی لیکن حضرت رضا بریلوی کے قلم حیات بخش نے اس بحر کو نئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا جو بن اور شباب بخشا اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشق رسول کے مہکتے پھولوں کی شکل میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن و زینت سے آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوس ہو کر فراموش کر دیا تھا، اس بحر کو حضرت رضا بریلوی نے بزم ابھار کی شمع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہ دشوار کو سہل بنا کر اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس دشوار بحر میں پوری حسن ترتیب سے اشعار کی صنعت بندی فرما کر روانی پیدا کی ہے اسے دیکھ کر اہل علم و ادب حش حش پکار اٹھے ہیں۔ حضرت رضا

(۱۹۵۶ء - ۱۹۵۷ء) - ریاستی پتہ : - (۱۹۵۶ء) - ریاستی پتہ : -

۴- امیدواران برای رسیدن به این مرحله

۱- آیت الکرسی کے بارے میں جو حدیثیں مذکور ہیں ان میں سے بعض حدیثیں صحیح ہیں اور بعض حدیثیں ضعیف ہیں۔

سراغ دہلی کے آداب و رسوم کے بارے میں ہے، جس میں دہلی کے آداب و رسوم کے بارے میں ہے۔

| | | | | | | |
|----|-----|---|---------------------------|------------------------------------|------|------|
| ۱۳ | ۱۱۶ | ۴ | ڈر سمجھائے کوئی پون ہے | پون = ہوا، باد، سانس | سکرت | ۲۶۵ |
| ۱۴ | ۱۴۳ | ۲ | جونی کے پاس ہے وہ | پنی = پریم، معشوق، پیارا | ہندی | ۳۲۲ |
| ۱۵ | ۱۱۷ | ۱ | سہاگن کورکی ہے | سہاگن = وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو | ہندی | ۸۲۳ |
| ۱۶ | ۱۱۸ | ۱ | کوروہ = شہزادہ | کوروہ = شہزادہ | ہندی | ۱۰۳۷ |
| ۱۷ | ۱۱۹ | ۸ | برسوں کی یہ سچ گمزی پھری | سچ مبارک، مسود | سکرت | ۷۷۵ |
| ۱۸ | ۱۲۰ | ۲ | جھول نیند بھاکی پانی اترن | اترن = پہنچے ہوئے پرانے | ہندی | ۶۳ |
| ۱۹ | ۱۲۱ | ۳ | کہ رت سہانی گمزی | رت = موسم، سماں، فصل | ہندی | ۷۰۴ |
| ۲۰ | ۱۲۲ | ۸ | گھرے تھے بادل | = پانی سے بھری ہوئی زمین | سکرت | ۳۶۶ |
| ۲۱ | ۱۲۳ | ۱ | کے طے گھاٹ کا کنارہ | گھاٹ = دریا سے اترنے کا مقام | ہندی | ۱۱۹ |

ماہرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر حدائق بخشش حصہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حصہ اول، دوم اور سوم میں سکرت اور ہندی کے اچھے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں سکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

☆ حضرت رضا کے اشعار میں سکرت اور ہندی الفاظ :-

☆ بن کنر بھیا نک ☆ دھار ☆ چیم ☆ باڑا ☆ مت ☆ چن ☆

کمال ☆ سنان ☆ پاٹ ☆ پتا ☆ چالا ☆ موا ☆ دھون ☆ ماتھا ☆ بھنور ☆
 جنم ☆ داتا ☆ باٹ ☆ پنگ ☆ کوہل ☆ ٹھگ ☆ کوزی ☆ پت ☆ دھ ☆ دھ ☆
 جڑا ☆ کھٹا ☆ پھانس ☆ کنول ☆ دھیان ☆ پٹلا ☆ گھڑی ☆ سہاگ ☆
 بھوکا ☆ لاج ☆ کھی ☆ ماتا ☆ پل ☆ بگنو ☆ بدرا ☆ چینٹ ☆ گانٹھ ☆
 مہاراجہ ☆ کھ ☆ جگ ☆ راج ☆ بین ☆ سیس ☆ چھوٹ ☆ دک ☆ گودی ☆
 سکھیں ☆ گھٹا ☆ دیو ☆ پتا ☆ رس ☆ بوٹی ☆ ان ☆ داتا ☆ پٹر یا ☆ دھان ☆
 نین ☆ ملا ☆ ادھار ☆ کرپا ☆ نیر ☆ بھرن ☆ کھٹا ☆ برہما ☆ آچل ☆ برکھا ☆
 درشن ☆ تپا ☆ چوں ☆ لہنا ☆ کلس ☆ چھاگل ☆ ناگنی ☆ وغیرہ

مذکورہ الفاظ کے علاوہ سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ
 محاورے اور کہاوت کو حضرت رخصا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے اشعار میں ایسے
 حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت
 وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبان دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر
 کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا ہے بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ گجرات و سوراشر دستان اردو کے کسی بھی
 مکتب سے براہ راست وابستہ نہیں رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس علاقے میں
 اردو زبان و ادب کا فروغ مسرت آمیز اور حیرت انگیز ہے۔ اس اطراف و
 جوارب کے علماء اور ادباء کی تصنیفی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

چند سال پہلے میرا خیال تھا کہ اچھا شعر کسی تنقید کا محتاج نہیں ہوتا۔ لیکن
 عمر کے ساتھ ساتھ میرا خیال بدل گیا۔ یہ صحیح ہے کہ اچھا شعر خود اپنی کیفیت کا بڑی
 حد تک اظہار کر دیتا ہے۔ پڑھنے والا شعر پڑھ کر خود سمجھ جاتا ہے کہ اس پر کیا
 کیفیت طاری ہوئی۔ لیکن یہی تنقید ہمیں یہ بتاتی ہے کہ شعر میں وہ کیفیت ”کیوں
 “ پیدا ہوئی نتیجتاً شعر پڑھنے والا، سننے والا جب اس شعر کی یہی تنقید پڑھتا ہے تو
 وہ یہ تو جان جاتا ہے کہ اس پر کیا کیفیت طاری ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی

جان لیتا ہے کہ وہ کیفیت ”کیوں“ طاری ہوئی۔ جب وہ کیوں پر غور کرتا ہے اور تقابلی مطالعہ کرتا ہے تو اسے یہ بھی علم ہو جاتا ہے کہ فلاں صنعت کے استعمال سے ایک شاعر کے یہاں تو یہ کیفیت ہے اور دوسرے شاعر کی یہاں وہ کیفیت ہے۔ یہ موازنہ نہ صرف یہ کہ لطف دیتا ہے بلکہ پڑھنے والے کو قدر شناسی کے قریب تر کر دیتا ہے۔ علامہ ہمدانی کی اس کتاب سے یہی لطف و خبر حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے روزن اور درجے کھل گئے ہیں اور ان کی شفاف روشنی میں امام احمد رضا کے چمکتے ہوئے اشعار اور بھی زیادہ جگمگا اٹھتے ہیں۔ یہی اس کتاب کا حاصل ہے۔ کتاب پڑھتے وقت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری کی روح تک رسائی ہونے کی امید بندھ جاتی ہے یہی مولانا ہمدانی کا کمال ہے۔

علامہ ہمدانی نے کتاب کے آخر میں جن تین عنوانات پر گفتگو کی ہے وہ حضرت رضا کی شاعری کا محاکمہ کرنے کے بعد ضروری تھی کہ اردو تنقید کی اس نا انصافی کا بھانڈا پھوٹ سکے جو حضرت امام اہلسنت کے ساتھ روا رکھی گئی۔ کتاب کو پڑھ کر جو فوری تاثر پیدا ہوتا ہے اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ علامہ ہمدانی پور بندر کے باشندے ہیں اور گجرات کلاسیکل اردو کے کسی مرکز سے باضابطہ وابستہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے علمی زبان کو سلاست اور روانی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

تحقیقی کتاب عموماً غیر جانب در را ہو کر لکھی جاتی ہے۔ اس کتاب کے متن کے وہ حصے جو تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں غیر جانب داری کے وصف سے مملو ہیں لیکن بعض مقامات پر علامہ ہمدانی اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں اور ایسے ہر مقام پر اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضوان سے ان کی محبت بولتی ہوئی نہیں بلکہ چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

۲۔ جستجو اور تفحص کو علامہ ہمدانی نے اپنی کتاب کی اساس بنایا ہے۔ موازنے کے لیے جن شعراء کے اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ انتخاب علامہ کی جستجو کا

آئینہ دار ہے۔

۴۔ کتاب کیلئے تنقیدی ہے نہ مکمل طور سے تحقیقی۔ اور ایسا علامہ ہمدانی کے عجز بیان کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب کے مشمولات تنقید اور تحقیق کا ایسا حسین احراج ہیں کہ مجھے ایک نئی اصطلاح اختراع کرنے کی ضرورت پیش آگئی کہ یہ کتاب اپنے متن کے مشمولات کے باوصف نہ تو صرف ناقدانہ ہے اور نہ ہی صرف تحقیقانہ۔ بلکہ کچھ پوچھے تو ”محققانہ“ ہے جس میں تنقید کی روشنی کے علاوہ تحقیق کا نور بھی سمویا ہوا ہے۔

۵۔ کلام رضا میں خوبیاں تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن اچھے طعام کو خوب صورت دسترخوان پر خوش نما انداز سے سجا دینا ایک الگ ہنر ہے جس سے علامہ ہمدانی سرخ رو عہدہ برآمد ہوئے ہیں۔

۶۔ مومن کی فراست اور محبت کرنے والی نگاہ دونوں بہت خیز ہوتی ہیں۔ علامہ ہمدانی کو قدرت کی طرف سے یہ دونوں نعمتیں خوب خوب ملی ہیں۔ ان کی نگاہ سے اعلیٰ حضرت کے کلام کے ان حصوں کی خوبیاں بھی بچ نہیں سکی ہیں جنہیں عام طور پر سرسری انداز میں پڑھ کر لوگ گزر جاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ ورضوان کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو محبت اور عقیدتی تعلق تھا اور ان کی شعری اور نثری کارناموں پر جو نظر اور مہارت تھی وہ اب تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ ایک بار ایک بڑے عالم دین نے اعلیٰ حضرت کا شعر پڑھا جس کا مصرع یوں تھا۔

رب سلم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ ورضوان نے ان عالم کو بلا کر بتایا کہ اعلیٰ حضرت کا نعت کے میدان میں وہ پاس ادب ہے کہ وہ آقائے دو عالم ﷺ کو غم کا مارا ہوا (غم زدہ) نہیں کہہ سکتے۔ اصل میں ترکیب ہے ”غم زدہ“ یعنی غم سے پاک و صاف۔ بعد میں جب حدائق بخشش کا اصل مسودہ دیکھا گیا تو یہی بات صحیح نکلی۔

کلام رضا کے سلسلے میں ایسی ہی بہت سی باتوں پر عوام کی حد تک نگاہوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ”حسان الہند“ کے مشمولات کی قینچی نے ان پردوں کو کتر کر پھٹک دیا ہے۔

۷۔ اس کتاب کو پڑھ کر عام قاری بھی سمجھ لے گا کہ کلام رضا کے معنوی جوہر یعنی عشق رسول کے بعد کئی شعری جو خوبی ہے وہ کس صنعت یا کس التزام کے باعث ہے۔

۸۔ یہ کتاب حدائق بخشش کی کلید نہیں بلکہ شوکیس (SHOWCASE) ہے۔ اسے پڑھئے اور پھر جس شعری صنعت کی مثال میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضوان کا شعر جاننا چاہیں آسانی کے ساتھ مل جائے گا۔

یہ کتاب قاری کو اردو کے قریب لاتی ہے، نعت کے قریب لاتی ہے اور شاعری کی روح تک رسائی دیتی ہے اور اپنے موضوع کی مناسبت سے اس عاشق محبوب خدا کے شعری ذہن کی کیفیات کا آئینہ دکھاتی ہے جس سے بہتر کم از کم زبان اردو میں کسی نے نعت نہیں کہی۔

رب جلیل سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کے فضل میں علامہ ہمدانی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انھیں دارین میں اس کی جزاء دے اور قارئین پر اس کتاب کا فیض ارزاں فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین ﷺ۔

خیر اندیش

سید محمد اشرف برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ۔ مارہرہ مقدسہ
انکم ٹیکس کیشنرز۔ علیگزہ

پیش لفظ

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

ریڈر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی

رہبر کی رو نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بن ہے

یہ شعر امام اہل سنت مولانا احمد رضا قاضی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔

اس کے مصرع ثانی میں حضرت حسان سے مراد شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ یہ حضرت حسان یعنی ہیں جن کی مومنانہ

شاعری کی عظمت و سربلندی کے لئے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہم آئندہ بدوح

القدس کے ذریعہ دعا فرمائی وہ دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت

حسان بن ثابت پوری دنیا میں شعر و سخن کا ملکہ رکھنے والے نعت گو شعرائے کرام کے امام

بن گئے۔ دنیائے نعت نگاری میں ان کی امامت و سیادت کا جو سکہ ابتدائے اسلام میں

جاری ہوا وہ تادم تحریر جاری ہے اور انشاء اللہ تاقیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔

نعت گو شعرائے کرام نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شخصیت سے کس قدر استفادہ کیا ہے اس کا اندازہ تو ان نعت گو شعراء کی نگارشات کے

مطالعہ کے بعد لگایا جاسکتا ہے۔ البتہ بیسویں صدی کی عظیم نعت گو شخصیت حضرت مولانا

احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جنہیں دنیائے شعر و سخن میں ”حضرت رضا بریلوی“

سے جانا جاتا ہے انہوں نے نعت نگاری میں نہ صرف قرآن و احادیث کے مضامین

باندھے بلکہ دنیائے نعت میں حضرت حسان کو اپنا قائد و رہنما بنا کر نعت نگاری کی عظمت کو دوبالا کر دیا۔

حضرت رضا بریلوی کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے اپنے اور بے گانے بھی جانتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کچھ لوگ انہیں پڑھ کے جانتے ہیں اور کچھ لوگ صرف سن کر ہی ان کی عظمت کے معترف ہیں۔ یہاں ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کر کے ان کا علمی قد بلند کرنا مقصود نہیں بات صرف اتنی سی ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا آشیانہ علم و فضل کی جس بلندی پر ہے اس تک رسائی بیسویں صدی میں بہت ہی کم ارباب فضل و کمال کو ہوئی۔ جن اصحاب فکر و نظر نے ان کی شخصیت کا مطالعہ براہ راست ان کی تصانیف سے کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بیسویں صدی میں جو سربراہ آوردہ شخصیتیں گذری ہیں، ان میں کسی کو ایک تو کسی کو دوسرے فن میں کمال تھا۔ مگر قربان جانیے حضرت رضا بریلوی کی علمی عبقریت پر ان کی نظر تمام علوم و فنون پر یکساں تھی۔ وہ بیک وقت کئی فنون اور مضامین پر نہ صرف درک رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ہر فن میں اپنی قلمی نگارشات بھی چھوڑی ہیں۔ متعدد فنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ اس تعلق سے تفصیلی معلومات کتب سوانح میں دیکھی جاسکتی ہے۔

راقم کی معلومات کے مطابق ہندوستان کا یہ واحد عالم اور ادیب و شاعر ہے جس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ و تحقیقی سرگرمیاں پورے عالم اسلام میں جاری ہیں اور خود برصغیر میں بیسویں صدی کے ریلج آخر سے جس تیزی سے کام ہوا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے اور عہد حاضر میں متعدد تحقیقی و اشاعتی اداروں نے ان کی شخصیت کے اہم مخفی گوشوں کی تلاش اور اس کی اشاعت سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔

جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

شعرو سخن ایک خداداد ملکہ ہے اس کا حصول ریاضت و مجاہدہ سے ممکن نہیں۔ حضرت

رضا بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت اور صلاحیت سے بھر پور نوازا تھا اور اس کی توفیق بھی بخشی تھی کہ وہ اپنی صلاحیت کا استعمال اس شخصیت کی تعریف و توصیف میں استعمال کریں جس کی شان اقدس میں اللہ رب العزت نے پورا قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی شاعرانہ صلاحیت کو گل و بلبل، حسن و عشق، زلف و گیسو، شراب و کباب، سوز و درد کی داستان کی نذر کر سکتے تھے۔ مگر نہیں جس طرح انہوں نے اپنی دیگر صلاحیتیں مذہب حق کی نشر و اشاعت میں صرف کیں اسی طرح اپنی شاعرانہ صلاحیت کو بھی حمد خدا، نعت مصطفیٰ اور منقبت اولیاء میں استعمال کیا۔ جس کے طفیل ان کی شاعرانہ عظمت بلند سے بلند تر ہو گئی۔ اردو ادب کے دامن میں اگر صنف نعت کو کوئی جگہ ملتی تو بلاشبہ نعت گو شعراء میں حسان الہند حضرت رضا بریلوی سرفہرست ہوتے۔ اردو ادب کا دامن صنف نعت جیسی مقدس شاعری سے خالی ہے۔ اس میں کیا حکمت و مصلحت کا رفرما ہے اس سلسلہ میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ ان اردو کے مسیحاؤں میں اگر کوئی عاشق رسول ہوتا تو اردو کا دامن نعت جیسی مقدس صنف سے خالی نہیں رہتا۔ اردو ادب کے نصاب میں نعتیہ شاعری کی شمولیت کے سلسلہ میں نعت اکیڈمی لاہ آباد، رضا اکیڈمی، بمبئی کے علاوہ انفرادی طور پر بھی کچھ کوششیں ہو رہی ہیں۔ خدا کرے ان حضرات کی کوششیں بار آور ہوں اور نعتیہ شاعری کو عالمی ادب کے تناظر میں دیکھنے اور پرکھنے کا موقع فراہم ہو۔

حضرت رضا بریلوی وہ واحد شاعر ہیں جن کا نعتیہ سلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اور چہار لسانی نعت ”لَم یسأت نظیرک فی نظرِ حش تو نہ شد پیدا جانا“ برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں اردو خواں حضرات ہیں بڑی دلچسپی سے سنا اور پڑھا جاتا ہے۔

دینی حراج رکھنے والے شعراء میں مدحت رسول کا مضمون باندھنے والے شاعروں

کی کمی نہیں مگر جو عشق رسالت کی تڑپ اور محبت رسول کی جھلک حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں ملتی ہے وہ دوسرے شعراء کے یہاں مفقود ہے۔ اگر کہیں ملتی بھی ہے تو صرف بعض اشعار میں مگر اس کے برخلاف جب رضا بریلوی کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان۔ ”ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر“۔ کا اہتمام کرتے ہوئے مدحت رسول میں مسلسل عطر بیزی کرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ ایک دو شعر یا ایک دو نعت نہیں بلکہ پورا دیوان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ یہی وہ قدر مشترک ہے جو عرب نژاد شاعر حضرت حسان بن ثابت اور ہند نژاد شاعر حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ اس بنیاد پر اگر رضا بریلوی کو حسان الہند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہندوستان کے ماہرِ رضویات مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی جو صرف شعر پرند ہی نہیں بلکہ بذاتِ خود نعت گو شاعر بھی ہیں۔ اور دنیا کے شعر و سخن میں انہیں ”معروف“ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے ”فن شاعری اور حسان الہند“ لکھ کر دنیائے رضویات میں ایک گراں بہا اضافہ کیا ہے۔ کثرتِ مشاغل اور مسلسل اسفار کے باعث کتاب کا بالائستیاب مطالعہ تو نہ کر سکا البتہ جتنے جتن جس قدر بھی دیکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے فن شاعری کو رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کے آئینے میں دیکھنے اور رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو فن شاعری کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی صاحبِ گجرات کے نامور عالم دین ہیں ان کی قلمی و علمی نگارشات متعدد موضوعات پر آئے دن زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم و صاحبِ قلم حضرات کے مطالعہ میز کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں

موضوع کا حق ادا کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں زیر نظر کتاب اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کی جاسکتی ہے، مصنف نے فن شاعری کے جس بحث کو بھی عنوان قلم بنایا ہے معاصر اردو ادب کے نامور شعراء سے مثالیں دے کر حضرت رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو خراج پیش کیا ہے۔ زبان صاف اور شستہ استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کتاب پر اس مقصد سے ایک طائرانہ نظر اور ڈال لی جائے تو زیر نظر کتاب سے عوام و خواص یکساں مستفید ہو سکیں گے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کتاب و صاحب کتاب دونوں کو قبولیت اور سر بلندی سے سرفراز فرمائے اور قارئین حضرات کو حضرت رضا بریلوی کے طفیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور ولہانہ محبت کرنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین)

غلام یحییٰ انجم

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

جامعہ ہمدرد

دہلی

”آغازِ محبت“

پیار، محبت، چاہ، اُلفت، ولا، حُب، وارثی، نثار، رغبت، پریم، مہر، افس، وغیرہ ”عشق“ کے الگ الگ نام ہیں اور اُس عشق کے نتیجے میں فراق، بھڑ، وصل، فرحت، شادمانی، رنج، الم، غم، کلفت، درد، آہ، ہنکا، گریہ، خندہ، خوشی، غمی، زاری، بیقراری، بے چینی، سکون، راحت، اضطراب، فغاں، انبساط، تعریف، توصیف، مدح، ثناء، ستائش، بھوک، زخم، نشتر، دقا، جفا، وغیرہ کیفیت و حالت رونما ہوتی ہیں۔ اُن تمام کیفیات کا سیدھا اثر دل پر ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیات اُسے ہی میسر ہوتی ہیں جو عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ بقول حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ

محبت کرنا آساں ہے مگر مشکل ہے یہ سید
کہ عمریں بیت جاتی ہیں محبت آزمانے میں
(سید مارہروی)

ایک عاشق کہ جس کو کسی کا عشق میسر ہوتا ہے وہ عشق کے نتیجے میں حاصل ہونے والی کیفیات سے اتنا موثر ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحہ و لحظہ اُن کیفیات کے زیر اثر رہتا ہے۔ پھر چاہے وہ کیفیات سرور و انبساط ہوں یا پھر غم و اندوہ ہوں۔ کیفیت سرور کے عالم میں اُس کا دل مچلتا ہے اور کیفیت غم کے وقت اس کا دل تڑپتا ہے۔ وہ غم و خوشی کو محسوس ضرور کرتا ہے لیکن اپنے احساسات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ بقول شاعر:-

”یہ وہ نازک حقیقت ہے، جو سمجھائی نہیں جاتی“

ایک عاشق کے دل میں جذبات عشق کی جب بہتات ہوتی ہے، تب وہ جذبات اُچھل اُچھل کر دیوارِ دل عبور کر کے باہر نکلنے کو مچلتے ہیں۔ اور دل کے وہ بیتاب جذبات

الفاظ کا لبادہ پہن کر مہذب انداز میں ایوانِ دل سے باہر تشریف لانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کو شاعری کہتے ہیں۔ حروف مرتب ہو کر الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ کے موتی شکل لڑی جملہ اور کلمہ بنتے ہیں یا یوں کہو کہ الفاظ کے شاداب پھول گلہستہ کی شکل میں بطور جملہ صفحہ قرطاس پر میکتے ہیں۔ ہر شاعر کی شاعری اُس کے جذباتِ دل کی عکاسی ہوتی ہے۔ بقول شاعر:-

● ”شاعری کیا ہے جنبہٴ دل کا اظہار ہے“

اس کے کلام سے اس کے دل کی کیفیت کا باسانی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کے پوشیدہ رازِ دل اُس کے اشعار سے عیاں و آشکار ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

● ”کھتا کسی پہ کیوں میرے دل کا معاملہ“

انسان کے عشق کو دو اقسام میں منقسم کیا گیا ہے (۱) عشقِ حقیقی اور (۲) عشقِ مجازی۔ لہذا اب یہ امتیاز کرنا پڑے گا کہ اُس عاشق کے دلی جذبات عشقِ حقیقی کے تحت ہیں یا عشقِ مجازی کے زیر اثر ہیں۔ عشقِ حقیقی مستحسن ہے بلکہ روحِ ایمان کی حیات ہے۔ عشقِ حقیقی کا اطلاق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ، اس کے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا دینِ اسلام اور اسلامی شخصیتوں کے ساتھ ”الْحُبُّ لِلّٰہِ“ کے جذبہٴ صادق کے تحت کئے جانے والے عشق پر ہوتا ہے۔ عشقِ مجازی دنیا اور دنیا داروں کے ساتھ کئے جانے والے عشق کو کہتے ہیں اور اس عشق کو اگر شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں محدود رکھا جائے تو وہ جائز اور روا ہے۔ شریعتِ مطہرہ کے قوانینِ قاہرہ کے حدود سے تجاوز کر کے فسق و فجور، شہوت و نفسانی خواہشات وغیرہ مذموم اطوار سے کیا جانے والا عشق لائقِ عجز اور ملامت ہے۔ اور یہی حکم اُس عشق کے جذبے کے تحت کی جانے والی شاعری کا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۚ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۚ“ (پارہ ۱۹، سورہ

الشعراء، آیت ۲۲۵-۲۲۶)۔ ترجمہ: ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔“ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی شان نزول میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے، جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں، ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گمراہ لوگ اُن سے اُن اشعار کو نقل کرتے تھے۔ اُن لوگوں کی اس آیت میں مذمت فرمائی گئی۔ نیز شعراء کفار ہر طرح کی باتیں بتاتے ہیں اور ہر لغو باطل میں خُن آرائی کرتے ہیں۔ جھوٹی مدح کرتے ہیں۔ جھوٹی جہو کرتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے کہ شعر سے پُر ہو۔“

لیکن شعراء اسلام کہ جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ سورہ شعراء کی مذکورہ آیات نمبر ۲۲۵ اور ۲۲۶ کے بعد فوراً آیت نمبر ۲۲۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَذِكْرٍ“ ترجمہ: ”مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ اور بکثرت اللہ کی یاد کی۔“ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں شعراء اسلام کا استثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ وہ کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں، اسلام کی مدح لکھتے ہیں، ہند و نصاریٰ لکھتے ہیں، اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا، وہ اُس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار و مشرکین کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”إِنَّ بَعْضَ

الشُّعْرَ لِحِكْمَةٍ" یعنی "بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ "شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے، بعض بُرا۔ اچھے کو لو اور بُرے کو چھوڑ دو۔" حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر کہتے تھے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔

ملک عرب میں شاعری بہت رائج تھی۔ لہذا جب قرآن مجید نازل ہوا، تو کفار مکہ نے یہ افترا کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک، وہ شعر ہے اور اس سے ان کفار کی مراد یہ تھی کہ معاذ اللہ یہ کلام کاذب ہے۔ اُن کے رد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وَمَا عَلَّمْنَا الشُّعْرَ وَمَلَيْنَاهُ لَهٗ ۖ اِنْ هُوَ اِلَّا نَكْوٍ وَّ قُرْآنٌ مُّبِينٌ" (پارہ نمبر ۲۳، سورہ نسیں، آیت ۶۹)۔ ترجمہ: "اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ اُن کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر فصاحت اور روشن قرآن" (کنز الایمان)۔ اس آیت میں کفار مکہ کا رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا۔ اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں کیونکہ کفار مکہ کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی۔ الحاصل! قرآن مجید میں جن اشعار کی مذمت کی گئی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن اشعار کے صدور کی نفی کی گئی ہے، اُن اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں جو کذب بیانی اور لغویات پر مشتمل ہیں۔

۸۔ جب حنین (ہو ازن) کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بغلہ بیضاء پر سوار تھے اور کفار پر اپنی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے رجز آیہ شعر ارشاد فرما رہے تھے کہ:

"اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ ۖ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ"

○ بارگاہ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت اعشى بن مازن بن عمرو بن
 تمیم تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک
 مصرعہ یہ تھا کہ:-

”وَهُنَّ شَرُّ غَلَبٍ لَقْنُ غَلَبَ“

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کو اس
 طرح بدل دیا کہ:-

”أَمَّنْ شَرُّ غَلَبٍ لَقْنُ غَلَبَ“ (مدارج النبوة، اردو، جلد ۲، ص ۱۰۱)

■ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام کی فہرست بہت
 طویل ہے۔ چند شعرائے کرام کے اسما گرامی اس طرح ہیں

- | | |
|-----------------------------------------------|--------------------------------------------|
| ○ حضرت حسان بن ثابت | ○ حضرت عبداللہ بن رواحہ |
| ○ حضرت عامر بن اکوع | ○ حضرت ابوسفیان بن الحارث |
| ○ حضرت زبیر بن مرد جمہی | ○ حضرت کعب بن مالک |
| ○ حضرت عباس بن مرد اسلمی | ○ حضرت عدی بن حاتم |
| ○ حضرت حمید بن نورا البلال | ○ حضرت ابوالطفیل بن عامر بن واطلہ لعی کلثی |
| ○ حضرت ایمن بن خزیمہ اسدی | ○ حضرت اعشى بن مازن عمرو بن تمیم |
| ○ حضرت ابوعبداللہ اسود بن سرج ساعدی حمی | ○ حضرت لبید بن ربیعہ عامری |
| ○ حضرت قیس بن عبداللہ عمرو بن عدی بن | ○ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و |
| ربیعہ بن جعدہ المعروف ”نابغہ جعدی“ ارضاہم عنا | |

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے
 مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس کی

مدحت بیان کریں اور حضور اکرم کے دشمنوں کی بھجواور مذمت کریں۔ ان کی اس خدمت سے خوش ہو کر حضور اقدس نے فرمایا کہ "إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ خَسَلَتَنَا بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا دَامَ يُنْفِقُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ"۔ ترجمہ: "بیشک اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔ جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دشمنوں کی بھجوا کرتے ہیں"۔ (مدارج النبوة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اور اس کے چھپنے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق تبارک و تعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت و قدرت بخشے، اُسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت اور آپ کے دشمنوں کی بھجواور مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

ایک مرتبہ بنی تمیم کا وفد ہار کا ورسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی شان رفیع میں گستاخی کرنے لگے۔ بنی تمیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کر رہا تھا۔ حضرت حسان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی تمیم کے وفد کو ایسا دغا دیا کہ ان کو جواب مرحمت فرمایا کہ بنی تمیم کو اپنے مجز کا اقرار و اعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے شاعر ہمارے شاعر اور خطیب سے بہتر ہیں۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسان مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت و نشانی ہیں۔ منافق ان کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی و عداوت نہیں رکھتا۔ (مدارج النبوة)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں عرض کیا کہ:-

"لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِو آيَاتُ مُبَيِّنَةٍ ÷ كَانَتْ بَدِيلَةً بَيْنَكَ بِالْخَيْرِ"

■ حضرت قیس بن عبد اللہ بن عمرو المعروف "نابذہ جعدی" نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک طویل قصیدہ مرتب فرمایا۔ اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

"أَتَيْتُكَ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ بِالْهُدَى ÷ وَتَقَلُّوا كِتَابًا كَلَّمُ خَبِيرٍ مَرَّةً"
حضرت نابذہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت گوئی سے خوش ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ "لَا يَفْنِيَنَّكَ اللَّهُ فَإِنَّ اللَّهَ يَحْيِيكَ" اللہ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔ حضور اقدس کی مبارک دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت نابذہ جعدی کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ میں تمام دانت بہترین اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔

■ عہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا جادو پھیلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے نامور شعراء نے بزبان فصیح و بلیغ عربی شاعری کر کے اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ان کی شاعری ماند پڑ گئی اور عرب کے بڑے بڑے فصحا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عاجز آنا شروع کر دیا۔ قرآن مجید اور حضور اقدس کے دربار کے تعلیم یافتہ شعراء صحابہ کرام نے کفار عرب کے شعراء کو اپنے ارفع و اعلیٰ کلام سے مبہوت اور ساکت کر دیا اور نعت گوئی کا ایک سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشق رسول کے جذبے کو اپنی شاعری سے اُجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے چرخ کے درخشاں سیارے کی طرح جلمگائے۔ ○ حضرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ ○ ابو محمد عبد اللہ ○ ابو زید عبد الرحمن بن سعید ○ جمال الدین بن نباتہ ○ علامہ بومیری ○ امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے حسن کو وہ چھو کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔ خصوصاً

حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تاریخ علم ادب" میں لکھا ہے کہ:

تاریخ علم ادب میں مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

■ قاضی شافعی شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

خواجہ قلب الدین بختیار کاکی • حضرت بوعلی شاہ قلندر • حضرت علامہ
عبدالرحمن جامی • حضرت نظام الدین اولیاء • حضرت امیر خسرو وغیرہ جیسے
شہرہ آفاق ادباء اور جلیل القدر اولیائے ملت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت
وغیرہ کہیں اور فارسی نعتیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم
حضرات کے علاوہ • میر درد • عزت بخاری • مرزا غالب • اختر
ایوان • اقبال • مظہر • قدسی • عرقی • تطیری • ظہوری وغیرہ جیسے قادر
الکلام شعراء نے فارسی شاعری کو عروج کی منزل میں پہنچانے میں اہم کردار ادا
کیا۔

فارسی نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ
بندہ نواز گیسو دراز (التونی ۸۲۶ھ)، فخر الدین نظامی (التونی ۸۲۵ھ) اور محمد
غلی قلب شاہ (التونی ۹۸۸ھ) کے کلام میں اردو نعتیہ شاعری کے دیدار ہوتے
ہیں۔

اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔
فارسی اور عربی شاعری میں اکثر و بیشتر اولیاء، ائمہ، علماء، صوفیاء، صلحاء وغیرہ مذہبی
ذہنیت رکھنے والے حضرات کا تسلط رہا، لہذا عربی اور فارسی شاعری میں زیادہ تر
کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت، تصوف پر مشتمل ہے لیکن اردو شاعری
میں اولیاء و علماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے قلم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ
اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پھوٹ نکلے اور اردو شاعری
میں عشق مجازی کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیس لوگوں کو
رنگینیِ سخن سے سکون و قرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں راجا
سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملت، اور ہر قسم کے شعراء
جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر

مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار، شرابی، کہانی، حسینوں کے دیوانے، دل پھیک عاشق بلکہ فٹ پاتھ بھاپ نقش شعراء بھی برساتی مینڈک کی طرح نکل پڑے۔
 ٹیچہ عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے اسامہ اس طرح ہیں:-

| | | | |
|----------------|--------------------|-------------------|-------------------------------|
| دلی دکنی | • علامہ اقبال | • محشر | • فراق گجڑا پوری |
| سودا | • تیر مہدائی دہلوی | • حسن بریلوی | • مرزا اسد اللہ خاں غالب |
| میر تقی میر | • دارغ دہلوی | • جلیل | • جگر مراد آبادی |
| اکبر الہ آبادی | • دانش | • آتش | • رگوپتی سہائے فراق گدگد پوری |
| امیر مینائی | • ریاض خیر آبادی | • حفیظ جالندھری | • الطاف حسین حالی |
| محسن کاکوروی | • وصل | • شکر | • انشاء اللہ خاں انشاء |
| عمر خیام | • عروج مسلمان | • بیدل | • میر بہر علی انیس لکھنوی |
| تاباں | • میر درد | • کرشن پرماشار | • محمد امیر ہیم ذوق دہلوی |
| آرزو لکھنوی | • جرات | • ظہیر | • شیخ امام بخش ناسخ لکھنوی |
| سراج | • شکر | • ہادی | • حضرت رضا بریلوی |
| عکس مارہروی | • جلیل دہلوی | • کافی مراد آبادی | • سیما ب اکبر آبادی |
| امجد | • منور | • فیض احمد فیض | • کنور مہندرناتھ بیدی سحر |
| بہنادر لکھنوی | • بیدم دارٹی | • اصغر گوڑوی | • جوش ملیح آبادی |
| جاں نثار اختر | • قاتی بدایونی | • سائرہ صیالوی | • مومن خاں مومن |
| حسرت موہانی | • قلیل شغائی | • آرزو لکھنوی | • غفار ہارہ بنگوی |

وغیرہ وغیرہ

مذکورہ شعراء کے علاوہ کئی نامی۔ انہی شعراء نے اردو ادب کے فن شاعری کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کی۔ بہت سے ڈوب گئے اور بہت سے اس میں بہہ گئے۔ اس وقت ہم صرف عشق حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی گئی شاعری کے تعلق سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ ضروری اور لازمی وضاحت بھی کر دینا چاہتے ہیں کہ اردو شاعری میں عشق حقیقی کے جذبے کے تحت وجود میں آنے والی تخلیق کو فنِ وادب کے اعتبار سے سمجھنے کے لئے ہم بالکل سلیس زبان میں شاعری کے لوازمات قوانین، اقسام تخلیق، صناعات وغیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ، جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی غزل، نعت، قصیدہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے صناعات کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان تمام امور کی تفہیم کے لئے موقع سے مناسب مثال پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازمات، اقسام اور صناعات کو تین اقسام میں تقسیم کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعد ازاں اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

■ لوازمات:- یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات، ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہئے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

| | | | | |
|------|----------|-------|------|-------|
| حرف | لفظ | اعراب | کلمہ | مصرعہ |
| شعر | بیت | بند | ردیف | قافیہ |
| مطلع | حسن مطلع | مقطع | مقطع | مصحح |
| شیپ | بحر | تقطیع | وزن | ربط |
| سکتہ | مختصص | | | |

■ اقسام:- شعر کی زمین، طرح، مضمون، اعداد شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

- نظم ○ نوری ○ گیت ○ سرود ○ غزل
- حمد ○ نعت ○ مثنوی ○ قصیدہ ○ مرثیہ
- قطعہ ○ مکتبہ ○ رباعی ○ غزل ○ منقبت
- مسدس ○ مستزاد ○ وغیرہ۔

■ صناعات:- شاعر اپنی طبعی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فن شاعری کی متعین صناعات کا استعمال کر کے، اپنے اشعار کو مزین کر کے، ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ صناعات ذیل میں اجمالاً مذکورہ ہیں:-

- استعارہ ○ تشبیہ ○ مبالغہ ○ اقتباس
- تضاد ○ تلخیص ○ تلخیص ○ تخیل عارفانہ
- تجنیس کامل ○ تجنیس ناقص ○ مقابلہ ○ مراعات الخیر
- مستزاد ○ لفظ دہر ○ تفسیر ○ تشویش
- تمسین الصفات ○ عطا توام ○ گریز ○ حسن تطیل
- اتصال ترتیبی ○ قصیدہ مرضعہ ○ ترصیع ○ ترجیع بند
- حسن طلب ○ مطلوب مستوی ○ مطلوب کل ○ مستط
- عزل العینین ○ ایہام ○ اشتقاق ○ شبہ اشتقاق
- مبالغہ الامداد ○ وغیرہ وغیرہ

لب مذکورہ لوازمات اقسام اور صفات کے ہر شعبے کو انفرادی طور پر دیکھیں۔

(۱) لوازمات

○ حرف: وہ کلمہ جس کے معنی دوسرے لفظ کے ساتھ ملے بغیر پورے سمجھ میں نہ آئیں۔

(فیروز اللغات صفحہ ۵۶۶) [Alphabet]

○ لفظ: وہ بات معنی کلمہ جو منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۵۸) [Word]

○ اِعراب: حروف کی حرکات ظاہر کرنے والی زیر، زبر، پیش کی علامتیں (فیروز اللغات،

ص ۱۰۱) [Vowel]

○ کلمہ: وہ بات معنی لفظ جو آدمی کے منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۰۲۲)

[Part of speech]

○ مصرعہ: آدھا شعر، نصف بیت (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۴)

[Hemistich, Half poetic line]

○ شعر: موزوں مقفی کلام، سخن موزوں (فیروز اللغات صف ۸۴۲)

[Distich, Poem containing two hemistich]

○ بیت: ایک وزن کے دو مصرعے۔ (فیروز، ص ۱۲۵۲) [Couplet poetry]

○ بند: شیب کا مصرعہ یا شعر (فیروز اللغات، ص ۳۱۷)

[Verse of a song consisting of two or three couplets]

○ شیب: اونچے سے نچا سر۔ اونچی سے اونچی الاپ۔ سڈس کا تیسرا شعر، خمس یا

مکث وغیرہ کا آخری شعر۔ بند۔ کرہ (فیروز اللغات، ص ۴۳۳)

○ ردیف: وہ لفظ جو غزل یا قصیدہ وغیرہ کے مصرعوں یا بیتوں کے آخر میں قافیہ کے پیچھے

بار بار آئے۔ (فیروز اللغات، ص ۷۰۸) [Rhyming word]

○ نہ: ردیف کے پہلے کا لفظ جو اپنے ہم وزن الفاظ میں متحد ل ہوتا ہے۔

[Rhyme]

○ مطلع: غزل یا قصیدے کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۹)

[First couplet of ode in which rhyme in every hemistich is must]

○ حسن مطلع: غزل یا قصیدے کا دوسرا مطلع۔ یعنی وہ دوسرا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹)

[Second couplet of ode. Rhyme in every hemistich is must]

○ ختم: غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر کا گھس آتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[Last verse of poem in which titular name of poet is must]

○ قافیہ دار: قافیہ کیا گیا۔ سنج۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[Rhythmically composed]

○ سنج: وہ عبارت یا مضمون جس میں قافیہ کا اتمام ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[Harmonious]

○ بحر: شعر کا وزن (فیروز اللغات، ص ۱۸۴)

○ قافیہ: شعر کے اجزاء کو بحر کے لوزن پر وزن کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۶۹)

[Dissection , The Caesura or Pause in reading poetry]

○ وزن: علم عروض کی اصطلاح میں شعر کی بحر (فیروز اللغات، ص ۱۴۰۹)

[Poetry a shakal]

○ ربط: بندش، تناسب، تعلق (فیروز اللغات، ص ۷۰۳)۔ یعنی ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے ساتھ موزوں ہو کر شعر کی بحر و غیرہ کو بالکل درست کرنا۔

[Well measured verse]

○ **نکات:** شعر کا وزن پرانہ ہوتا (غیر وز اللغات، ص ۸۰۲) [Pause]
○ **تھیں:** شاعر کا وہ مختصر نام جو اشعار میں مستعمل ہو۔ (غیر وز اللغات، ص ۲۵۰)۔ یہ نام شاعر اپنے لئے خود تجویز کرتا ہے۔

• [Titular name assumed by poet]

مذکورہ لوازمات میں سے بحر، قطع اور وزن کی تفصیلی وضاحت کو مؤخر کرتے ہوئے پہلے ہم بقیہ لوازمات کی تفہیم حاصل کریں اور اس کو اسان طریقہ سے سمجھنے کے لئے اشعار کو محل بنائیں۔ حضرت رضامیلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ غزل (قصیدہ) کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

■ صبح طیبہ میں ہوئی بٹا ہے بازو نور کا + صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
■ باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا + مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں گلہ نور کا
■ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا + تو ہے عین نور، تیرا سب گمراہ نور کا
■ چاند جبکہ جانا چھوڑا اٹھاتے مہر میں + کیا ہی چلا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
■ اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے + ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مذکورہ اشعار میں ”صبح طیبہ میں ہوئی بٹا ہے بازو نور کا“ کا جملہ مصرعہ ہے۔ اس کے ساتھ ”صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ کے کلمہ سے بنا ہوا جملہ مصرعہ ثانی ہے۔ یہ دونوں مصرعے مل کر شعر بنے۔ اور یہ شعر غزل کا پہلا شعر ہونے کی وجہ سے شعر و ادب کی اصطلاح میں مطلع کہلائے گا۔ ہر شعر میں جو لفظ ”نور کا“ ہے وہ ردیف ہے۔ جو اپنی حالت پر رہے ہوئے بلا کسی تبدیلی اور ترمیم کے بار بار یعنی مکرر سکر آئے گا۔ مذکورہ اشعار میں بازو، تارا، پھولا، گلہ، بچہ، گمراہ، کھلونا، اور قصیدہ کے جو الفاظ ہیں وہ قافیہ ہیں۔ قافیہ کا ہر شعر کے مصرعہ ثانی میں ردیف سے پہلے ملحق ہو کر آنا ضروری ہے۔ قافیہ کا لفظ ہر شعر میں اپنے ہم وزن لفظ سے بدلنا رہے گا۔ مذکورہ اشعار میں قافیوں کا اہتمام کیا گیا ہے لہذا یہ اشعار

رنگ ہو کر اڑ گیا، جوخوں کے دامن میں نہیں (حسن مطلع)

مرزا غالب کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔ مرزا غالب کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں سے صرف ایک قطعہ نمبر ۶ ”مسی آلودہ مرا بخت حسناں لکھے“ میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔

(۲) آئی بی جی

ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے

میر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)

قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے

آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)

قافیہ بدایونی کے دیوان ”کلیات قافی“ میں کل انشہ (۵۹) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک، کسی میں دو یا تین۔ جس غزل میں سب سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں، وہ غزل ”زبان مدعا آشنا چاہتا ہوں“ دل اب زندگی سے خفا چاہتا ہوں“ والی غزل ہے۔ اس غزل میں حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔

(۳) صنعتگر دی۔ مستی میں فروغِ زہخ چاٹا نہیں دیکھا

نئے ہیں بہار آئی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)

زائد نے برا حاصل ایماں نہیں دیکھا

رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسن مطلع)

اصغر گوٹوی کے کلام کے مجموعے ۷ ”نشاط زندگی“ اور ۷ ”سرور زندگی“ میں حسن مطلع کے کل اڑتالیس (۳۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک غزل میں زیادہ سے زیادہ

تین اشعار ہیں ایسی صرف دو غزلیں ہیں۔ ۵ "رنگِ رنگیں پہ موجیں ہیں قسم ہائے پنہاں
کی" اور ۵ "شاید کہ پیام آیا پھر داویٰ بیٹا سے" ان دونوں غزلوں میں حسنِ مطلع کے تین۔
تین اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۴) کلی بدایونی:- ہوں دل میں حسرتِ غمِ جاں لے ہوئے

صرا ہے رنگِ دہوئے گستاں لے ہوئے (مطلع)

ذوقِ گناہِ عزمِ چیمیں لے ہوئے

کیا کیا ہر ہیں حسرتِ انساں لے ہوئے (حسنِ مطلع)

کلی بدایونی کے کلام کے مجموعے ۵ "رحائیاں" ۵ "منم و حرم" ۵ "شبستان"

۵ "رنگینیاں" میں کل ایک سو چھ (۱۶۳) اشعار حسنِ مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ کل

ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسنِ مطلع کے اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ہر ایک

غزل کے کسی بھی غزل میں حسنِ مطلع کے دو سے زائد اشعار نہیں۔ صرف ایک غزل "دانستہ

سانسے سے جو وہ بے خبر گئے + دل پر ہزار طرح کے عالم گزر گئے" میں حسنِ مطلع کے تین

(۳) اشعار ہیں۔ سولہ (۱۶) غزلوں میں حسنِ مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس

(۱۲۷) غزلوں میں حسنِ مطلع کا صرف ایک ایک شعر ہے۔

(۵) فیض احمد فیض:- شاخ پر خونِ گلِ رواں ہے وہی

شوی رنگِ گستاں ہے وہی (مطلع)

سر وہی ہے، تو آستیں ہے وہی

جاں وہی ہے، تو جانِ جاں ہے وہی (حسنِ مطلع)

فیض احمد فیض کے کلام کے مجموعے ۵ "سب مباح" ۵ "گلشنِ فریادی" ۵ "دعاں

نامہ" ۵ "دستِ چہرہ رنگ" اور ۵ "سرداویٰ بیٹا" کی صرف تیرہ (۱۳) غزلوں میں سب

ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔ صرف ایک ہی غزل میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ”طوفان بہ دل ہے ہر کوئی دلدارد یکناہ گل ہونہ جائے مشعل رخسار دیکھنا“ ہے۔

(۶) جگر مراد آبادی:- نظر ملتے ہی دل کو وقفِ حلیم و رضا کر دے

جہاں سے ابتداء کی ہے، وہیں پر اِتھا کر دے (مطلع)

دقا پر دل کو صدقے، جان کو نذرِ جفا کر دے

محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہونٹا کر دے (حسن مطلع)

علی سکندر جگر مراد آبادی کے کلام کے مجموعے ۱۰ ”معلاتِ طور“ ۱۰ ”جذباتِ جگر“ ۱۰ ”آتشِ گل“ ۱۰ ”لمعاتِ طور“ ۱۰ ”تخیلاتِ جگر“ کی کل دو سو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں کل چار سو پچیس (۳۵۵) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ مذکورہ دو سو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی ہے کہ جس میں حسن مطلع کے سب سے زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور وہ غزل کلیاتِ جگر مراد آبادی صفحہ ۷۲ پر ہے۔ غزل کا مطلع ہے ”اک لفظِ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے: سنے تو دلِ عاشق، پھلے تو زمانہ ہے“۔

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسن مطلع کے اشعار کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں سے صرف جگر مراد آبادی کے کلام میں ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسن مطلع کے آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگر صاحب کو بھی جگر تھا منا پڑے ایسی مثال امامِ عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ ”حدائقِ بخشش“ حصہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت رضا بریلوی نے غزل کے انداز میں مرقوم فرمایا ہے۔ اس قصیدہ کا نام ”قصیدہ نور“ ہے۔ اس قصیدے میں حضرت رضا بریلوی نے حسن مطلع کے چھیالیس (۴۶) اشعار ارقام

فرمائے ہیں۔ اردو ادب کے کسی بھی شاعر نے ایک غزل میں اتنے اشعار حسن مطلع کے نہیں کہے بلکہ دس (۱۰) اشعار کی تعداد تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ جب کہ حضرت رضا بریلوی نے ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ اور یہ ریکارڈ غیر منکسر (Unbeaten) رہے گا۔ قصیدہ نور کا پہلا شعر مطلع ”صبح طیبہ میں ہوئی جٹا ہے ہزار نور کا + صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ ہے۔ مطلع کے بعد کا شعر جو حسن مطلع ہے وہ ”باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا + مست و ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا“ سے شروع ہو کر ”یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا + بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا“ تک کل چھیالیس (۳۶) اشعار حسن مطلع کے آپ نے قلمبند فرمائے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور میں کثرت سے قافیوں کا استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی شان فصاحت و بلاغت کو اجاگر فرمایا ہے۔ جب کہ جناب سکندر میاں جگر مراد آبادی صاحب چند قافیوں میں ہی الجھے رہے۔ حالانکہ جگر صاحب نے حسن مطلع کے صرف آٹھ اشعار ہی کہے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے قافیوں کی قلت محسوس کی ہو ایسا لگتا ہے کیونکہ ان کے اشعار میں ایک قافیہ چار چار مرتبہ مکرر آیا ہے۔ اس کے برعکس امام الکلام حضرت رضا بریلوی کے کلام میں قافیوں کی بہتات و وسعت نظر آتی ہے۔ جگر مراد آبادی نے اپنی ایک غزل میں، جن آٹھ حسن مطلع کا استعمال کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:-

- (۱) اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے - مطلع
سئے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے
- (۲) یہ کس کا تصور ہے، یہ کس کا فسانہ ہے - حسن مطلع نمبر ۱
جو اٹک ہے آنکھوں میں، صبح کا دانہ ہے

(۳) دل سنگِ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے - حسن مطلع نمبر ۲

دل پھر بھی مراد دل ہے، دل ہی تو زانا ہے

(۴) ہم عشق کے ماروں کا اتنا ہی فسانا ہے - حسن مطلع نمبر ۳

رونے کو نہیں کوئی، ہنسنے کو زانا ہے

(۵) وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے - حسن مطلع نمبر ۴

سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے

(۶) شاعر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زانا ہے - حسن مطلع نمبر ۵

فطرت مرا آئینہ، قدرت مرا شانا ہے

(۷) جو اُن پر گزرتی ہے، کس نے اسے جانا ہے - حسن مطلع نمبر ۶

اپنی ہی مصیبت ہے، اپنا ہی فسانا ہے

(۸) کیا خُسن نے سمجھا ہے، کیا عشق نے جانا ہے - حسن مطلع نمبر ۷

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زانا ہے

(۹) آغازِ محبت ہے، آنا ہے نہ جانا ہے - حسن مطلع نمبر ۸

انگوں کی حکومت ہے آہوں کا زانا ہے

مذکورہ حسن مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ قافیوں کی ضرورت تھی لیکن مگر صاحب

صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔ (۱) فسانا۔ ۳/ مرتبہ (۲) زمانہ۔

۵/ مرتبہ (۳) دانہ۔ ۱/ مرتبہ (۴) نشانہ۔ ۱/ مرتبہ (۵) مانا۔ ۱/ مرتبہ (۶) بہانا۔ ۱/ مرتبہ

(۷) شانا۔ ۱/ مرتبہ اور (۸) جانا۔ ۳/ مرتبہ استعمال کر کے قافیوں کی قلت (Shortage) کا

اظہار فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور کے حسن مطلع کے ۶ اشعار

کے لئے ۹۲ قافیوں کے لیے کل ستاسی (۸۷) الفاظ کا استعمال فرما کر دنیاۓ ادب پر اپنی

خُن شای کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضا نے ۸۷ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے وہ اس

طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) کلہ۔ دوسرے (۳) بکھڑا۔ دوسرے (۴) ستارہ۔ دوسرے (۵) کرہ (۶) پھدا (۷) والا (۸) اٹلی (۹) بدلا۔ بمعنی تغیر (۱۰) بدلا۔ بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پالہ (۱۳) صدقہ (۱۴) کعبہ (۱۵) شملہ (۱۶) چھندہ (۱۷) حمامہ۔ دوسرے (۱۸) پالا (۱۹) پُچھ (۲۰) پھر یا (۲۱) شفیقہ (۲۲) تبالہ (۲۳) پینہ (۲۴) سوتا (۲۵) لہہ (۲۶) شطہ (۲۷) گھما (۲۸) زچاہ (۲۹) سورہ (۳۰) گھما (۳۱) گرتا (۳۲) ماتھا (۳۳) سیمہ (۳۴) گھرا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا (۳۷) شہانہ (۳۸) دوپالا (۳۹) اگا (۴۰) ترانہ (۴۱) لہرا (۴۲) آبہ (۴۳) معنی - دوسرے (۴۴) بھالا (۴۵) دکھایا (۴۶) مڑوہ (۴۷) دھڑکا (۴۸) دریا (۴۹) اہلا (۵۰) رہا تھا (۵۱) کھجا (۵۲) بٹھایا (۵۳) ملاوہ (۵۴) توڑا۔ روٹیوں کی ٹھیلی (۵۵) توڑا۔ بمعنی خسارہ (۵۶) کارہ (۵۷) مہینہ (۵۸) دھوئی (۵۹) پھلکا (۶۰) تمغا (۶۱) نیکا (۶۲) اُس با (۶۳) رشتہ (۶۴) حلقہ (۶۵) پالہ (۶۶) بچہ (۶۷) گھرا (۶۸) روشالہ (۶۹) جوڑا (۷۰) اعرحہ (۷۱) گھینہ (۷۲) تڑکا (۷۳) دھندکا (۷۴) بڑھتا (۷۵) ڈھاسا (۷۶) منٹلی (۷۷) کتبہ (۷۸) پھرا (۷۹) پرندہ (۸۰) شیدا (۸۱) دوپکا (۸۲) گتہ (۸۳) چھینٹا (۸۴) جملہ (۸۵) چٹا (۸۶) آٹا (۸۷) استعارہ۔

پھر مراد آبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ”حسن“ و ”عشق“ کے پیر میں پھنس کر معشوقہ کے عشق میں ڈھپنے اور آنسو بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ان آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت کے فسانے کا رد تار دیا گیا ہے۔ کوئی معنی خیز الفاظ یا فن شاعری کی کسی صنعت پر دست آزمائی نظر نہیں آتی۔ جب کہ حضرت رضائے علیہ الرحمہ کے اشعار کا ایک ایک لفظ علم و عرفان کا گہر نایاب معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کی کئی صنعت مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تلمیح، مقابلہ، جنہیں کامل

وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سو صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حسن بھی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے مذکورہ قصیدہ نور کے علاوہ دیگر چالیس (۴۰) نعتوں، مثنویوں وغیرہ میں بھی حسن مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

- ”واہ کیا جو دو کرم ہے وہ بظاہر تیرا“۔ نعت میں تین (۳) حسن مطلع ہیں۔
- ”ماہ سیما ہے احمد نوری“۔ منقبت میں سات (۷) حسن مطلع ہیں۔
- ”اے امام الہدیٰ محبت رسول“۔ منقبت میں دس (۱۰) حسن مطلع ہیں۔

(۳) ”وزن اور بحر“

شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تو لے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں انہیں بحر کہا جاتا ہے۔ ان بحر میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہو سکتا۔ اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔ شعر کے وزن کرنے کا جو فن ہے وہ ”علم عروض“ کہلاتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فن عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔ جس کو تقطیع کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم غلیل بن احمد ہے۔ جو ۱۰۳ھ مطابق ۷۲۱ء میں پیدا ہوا اور ۷۸۵ھ مطابق ۸۷۸ء میں وفات پائی۔ غلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔ غلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحر کے بعد ابوالحسن انعمانی، برزجمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحر ایجاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحر مقرر ہوئیں۔ پھر ان ۱۹ بحر کو الگ الگ بحر میں تقسیم کیا گیا اور کل چھتر (۷۶) بحرین متعین کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں

لہذا ناظرین کی خاطر طبع کیلئے فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحر کا نقشہ مع ان کے اقسام و اوزان پیش خدمت ہے:-

| نقشہ بحر مع کیفیت اقسام و اوزان | | | | |
|---------------------------------|------------|-------|----------|---------------------------------------------------|
| نمبر | بحر کا نام | کیفیت | کل اقسام | اس بحر سالم کا وزن |
| ۱ | ہزج | مفرد | ۱۱ | مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۲ | رجز | ۱۱ | ۵ | مستفعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۳ | رمل | ۱۱ | ۷ | فاعلاتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۴ | مقارب | ۱۱ | ۶ | فعولن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۵ | کامل | ۱۱ | ۱ | متفاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۶ | وافز | ۱۱ | ۱ | مفاعلتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۷ | مقدارک | ۱۱ | ۷ | فاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۸ | مسنح | موجب | ۵ | مستفعلن مفعولات - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۹ | مضارع | ۱۱ | ۷ | مفاعیلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۰ | سریع | ۱۱ | ۶ | مستفعلن مستفعلن مفعولات - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۱ | خفیف | ۱۱ | ۳ | فاعلاتن مستفعلن فاعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۲ | محبث | ۱۱ | ۳ | مستفعلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |
| ۱۳ | مقتضب | ۱۱ | ۳ | مفعولات مستفعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں |

| | | | | |
|----|-------|----|---|-------------------------------------------------------------------|
| ۱۴ | طویل | // | ۱ | فَعُولُنْ مَفَاعِيلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں |
| ۱۵ | مدید | // | ۱ | فَاعِلَاتُنْ فَاعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں |
| ۱۶ | بسیط | // | ۱ | مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں |
| ۱۷ | جدید | // | ۱ | فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ مُسْتَفْعِلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں |
| ۱۸ | قریب | // | ۴ | مَفَاعِيلُنْ مَفَاعِيلُنْ فَاعِلَاتُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں |
| ۱۹ | مشاکل | // | ۱ | فَاعِلَاتُنْ مَفَاعِيلُنْ مَفَاعِيلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں |
| | | | | میزان: ← ۷۴ |

مذکورہ بحر میں سے سات (۷) بحریں مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحریں مرکب (Combined) ہیں۔ کل انیس (۱۹) بحریں اصل ہیں اور یہ انیس بحریں منقسم ہو کر کل ۷۴ بحریں ہو گئیں۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے مطالعہ سے آجائے گا۔ اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے، وہ ان مذکورہ ۷۴ بحر میں سے کسی ایک بحر کے وزن پر ہوتی ہے۔ کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا ہے لیکن علم عروض کا پورا دارو مدار تقطیع پر ہے۔

(۴) "تَقْطِيعُ"

تقطیع ہی علم عروض کا اصل اصول ہے۔ اور تقطیع کا علم اور اس میں مہارت صرف علم عروض کے اصول اور قوانین کو یاد کر لینے سے نہیں آتا بلکہ مشق اور ممارست

(Experience) سے اس پر غور حاصل ہوتا ہے۔ اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اصول کی روشنی میں تقطیع کی مسلسل مشق جاری رکھنی چاہئے۔ اس پر قابو پالینا علم و فن عروض پر حاوی ہونے کے مترادف ہے۔ یہ کام اگر آگیا تو گویا عروض آگیا۔ تقطیع کے لغوی معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ چوں کہ بحر کے ارکان سے ہم وزن کرنے کے لئے شعر کے الفاظ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اس لئے اس فن کو تقطیع نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چونکہ شعر الفاظ کے مجموعہ سے بنتا ہے اور الفاظ حروف کے مرکب ہونے سے بنتے ہیں لہذا تقطیع میں حروف کو مد نظر رکھ کر وزن کیا جاتا ہے۔ حروف کی تین صورتیں متعین کی گئی ہیں۔ (۱) مکتوبی غیر ملفوظی یعنی وہ حروف جو لکھے جائیں لیکن پڑھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً ہائے مختفی، واؤ معدولہ، عربی کا الف وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (۲) ملفوظی و مکتوبی یعنی وہ حروف جو لکھنے میں بھی آئیں اور پڑھنے میں بھی آئیں۔ ان کا شمار تقطیع میں ہوتا ہے۔ (۳) ملفوظی غیر مکتوبی یعنی وہ حروف جو پڑھنے میں آئیں مگر لکھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً حروف مشدہ یعنی جب حرف پر تشدید کی علامت (ط) ہو۔ اضافت یا ہائے باطنی، وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

تقطیع کی بہت ہی مختصر تشریح مندرجہ بالا کی گئی ہے حالانکہ تقطیع کے تعلق سے جو اصول و ضوابط ہیں وہ اتنے کثرت سے ہیں کہ جن کو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ قارئین کی فرح طبع کی خاطر ذیل میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کی تقطیع پیش ہے:-

شعر:

گنہ گاروں کو ہاتف بے نوبہ خوش آئی ہے

مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سادالی ہے

یہ شعر بحر ہزج سالم کا ہے۔ جس کا وزن مفاعیلن۔ چار مرتبہ ایک مصرعہ میں ہے۔ تقطیع یہ ہوئی:-

| مفاعیلن | مفاعیلن | مفاعیلن | مفاعیلن |
|-----------|------------|----------|-----------|
| گنہ گاروں | کو ہاتھ سے | نویہ خوش | کالی ہے |
| مبارک ہو | شفاغت کے | لئے احمد | سادالی ہے |

■ امام الکلام حضرت رضا بریلوی نے تمام بحر میں اشعار کہے ہیں مثلاً:-

○ وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں، بحر وافر سالم میں ہے

○ رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں، بحر مضارع مثنیٰ اُخر بملکوف محذوف میں ہے۔

○ وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں، بحر خفیف مسدس شعٹ مقصور میں ہے۔

○ سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے، بحر متقارب اثر م مقبوس محذوف میں ہے۔

○ زمین وزماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے، بحر وافر سالم میں ہے۔

”قریب القناء متروک بحر کوئی زندگی“

■ حضرت رضا بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ”زمین وزماں تمہارے لئے“ جس

بحر میں کہی ہے وہ ”بحر وافر سالم“ صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے ”یہ بحر عربی سے مخصوص

ہے اور اردو میں رائج نہیں“ (حوالہ: ”فن شاعری“ از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس

بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی۔ بلکہ اس بحر کو فارسی اور

اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک

کر دیا تھا اور دنیا نے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب القناء ہو گئی تھی لیکن حضرت رضا

بریلوی کے قلم حیات بخش نے اس بحر کو نئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا

جو بن اور شباب بخشی اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشق رسول کے مہکتے پھولوں کی شکل

میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن وزینت سے

آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوس ہو کر فراموش کر دیا تھا، اس بحر کو حضرت رضا بریلوی نے بزم ابصار کی طبع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہ دشوار کو ہل بنا کر اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اس دشوار بحر میں پورے حسن ترتیب سے الفاظ کی صف بندی فرما کر جو روانی پیدا کی ہے، اسے دیکھ کر اہل علم و ادب حش و شش پکار اٹھے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنی نگاہ التفات سے اس مخفا تر اور متروک بحر کو وہ حسن بخشا کہ حضرت رضا بریلوی کے بعد بہت سے شعراء اردو ادب اس بحر پر وارفتہ ہو گئے اور اس بحر میں غزلیں کہی ہیں۔ جس بحر کو فارسی و اردو کے شعراء تلخ اور ترش سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے، اس بحر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ شیرینی اور چاشنی پیدا کر دی کہ ہر شاعر کے لیے وہ بحر مرغوب طبع ہو گئی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس بحر میں جو نصرت ارشاد فرمائی ہے اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ آپ نے شعر کے ہر رکن کو پورا جملہ دیتے کے بجائے ہر رکن کو قافیہ کا حسن عطا کیا ہے۔ اور ان ارکان شعر میں وہ ربط و روانی پیدا کر دی ہے کہ شعر پڑھنے یا سننے والا اگر شعر کے مطلب سے واقف نہیں بھی ہے، پھر بھی وہ الفاظ و قافیہ کی موزونیت اور نظم و نثر کے کیف میں محو و شغول ہو گا۔ منہ مجذوبی اشعار ہمارے اس دعوے کی دلیل و برہان ہیں۔

- تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
- زمین و ملک، سماک و سہک، میں سہکتاں تمہارے لئے
- کلیم و نغمی، مسک و مضمی، غلیل و رضی، رسول و نبی
- حق و دسی، غنی و ملی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

- عطائے ارب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب
- یہ رحمت رب، ہے کس کے سبب، برت جہاں تمہارے لئے
- جتاں میں چمن، چمن میں سخن، سخن میں بھجن، بھجن میں دلہن
- سزائے سخن، پہ ایسے فن، یہ امن واماں تمہارے لئے
- اشارے سے چاند چہر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
- گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و قواں تمہارے لئے
- مہاوہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے، کہ دن ہوں بھلے
- بوا کے تلے ٹٹا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے

اس نعت پاک کے ہر شعر میں الفاظ کی ندرت اور روانی کی شیریں مقامی اتنی مدد کیف ہے کہ نعت پڑھنے والے کے دہن میں شہد تابیاب کھل جاتا ہے۔ گویا کہ حضرت رضائے بزرگ وافر سالم کی چھری راہ کو ہموار کر کے اس کو نکلی بنا دیا ہے۔

(۵) "اقسام"

○ **نظم:** لری، مسک، کلام، شعر (فیروز اللغات، ص ۱۳۶۶)

[Well measured poetry, Stringing as pearls]

○ **لوری:** ہلکی آواز کے سریلے گیت، جو عورتیں بچوں کو سلاتے یا بہلانے کے لئے

آہستہ آہستہ گاتی ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۶۸)

○ **گیت:** راگ، بھجن، سرود (فیروز اللغات، ص ۱۱۳۶) [Song]

○ **سرود:** نغمہ، گیت، راگ، ایک قسم کا باجا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۹۷)

[Melody]

○ **غزل:** نظم کی ایک صفت جس میں عشق و محبت اور اخلاق و تصوف کا ذکر ہوتا ہے۔

غزل کا ہر شعر جدا گانہ مضمون کا حامل ہوتا ہے۔ جس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۹۱۳)

[Ode, Amatory sonnet]

○ حمد : خدا کی تعریف (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)

[Praise of Almighty Allah]

○ نعت : مدح، ثنا، تعریف، توصیف، رسول اللہ کی شان میں مدحیہ اشعار (فیروز اللغات، ص ۱۳۶۶)

[Eulogy, Praise especially of Holy Prophet Hazrat Muhammad]

○ منقبت : تعریف، توصیف، انجیائے کرام کے علاوہ بزرگان دین کی مدح و ثنا کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۹۶)

[Virtue, Praise of saint except Prophets]

○ مثنوی : نظم کی وہ قسم جس میں کوئی بات مسلسل بیان کی جائے اور اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ آئے اور ہر شعر کا قافیہ پہلے شعر کے علاوہ کوئی اور ہو۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۰۳)

[Heroic verse]

○ قصیدہ : نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف و تحسین یا بھجو ہو۔ اس کے پہلے دونوں مصرعوں میں اور بعد کے ہر شعر کے آخری مصرعہ میں قافیہ کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۸)

[Pith of a long ode]

○ مرثیہ : وہ نظم جس میں مُردے کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں۔ وہ نظم جس میں شہدائے کربلا کے مصائب اور شہادت کا ذکر ہو۔ رونا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۲۵)

[Elegy, Song of lamentation]

○ قطعہ : نظم کی وہ قسم جس میں کوئی ایک چیز بیان کی جاتی ہے۔ اس میں مطلع نہیں ہوتا۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۹)

[The couplet poem]

○ مثنوی : وہ نظم جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۰۴)

[Triverses poetry]

○ رباعی : وہ چار مصرعے جو اوزان مخصوص پر ہوں۔ اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ چوتھا مصرعہ عجیب ہوتا ہے کہ سننے والا متحیر ہو جائے۔ رباعی کے چوبیس (۲۴) اوزان ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۷۰۳)

[Quatrain, A stanza of four lines]

○ خمس : وہ نظم جس میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۷)

[Pentagon, a kind of verse containing five lines]

○ مسدس : نظم کی وہ قسم جس کے ہر بند میں چھ (۶) مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۲۵)

[Poem consisting of six lines]

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح تمام بحور میں اشعار نظم فرمائے ہیں اسی طرح آپ نے قریب قریب شاعری کی تمام اقسام میں اشعار فرمائے ہیں اور فن ادب کو اس انداز سے نکھارا ہے کہ رہتی دنیا تک فن اور اہل فن حضرت رضا بریلوی کے مرہونِ منت رہیں گے۔ اقسام شاعری کے عنوان کے تحت کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ جن کے مطالعہ سے حضرت رضا بریلوی کے تبحر علم اور قادر کلامی کا تھوڑا بہت اندازہ آجائے گا۔ حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی ہر قسم میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے حمد، نعت، منقبت، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ، مثنوی، رباعی، خمس، مسدس وغیرہ میں اشعار ارشاد فرمائے ہیں۔ جن کا ذکر صناعات کی تفصیل میں ضمناً آئے گا لہذا انفرادی طور پر اس پر بحث نہ کرتے ہوئے کچھ ضروری امور کی طرف قارئین کرام کی توجہات ملتفت کرنا چاہتے ہیں۔

(۶) ”حمد اور نعت“

اردو زبان ہو یا اور کوئی زبان ہو، اس زبان کی شاعری کی اصناف میں حمد اور نعت کی بہت ہی اہمیت ہے۔ حمد اور نعت میں حمد آسان ہے جبکہ نعت بہت ہی مشکل فن ہے۔ حمد میں خدائے تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں جتنا بھی بڑھا جائے روا ہے۔ حمد میں تعریف کی سست میں کوئی حد ہی نہیں کہ خدا کی تعریف اس حد تک کی جائے اس سے آگے نہ بڑھا جائے بلکہ تعریف کرنے والے کو روا ہے کہ وہ خدا کی حمد و ثنا میں اپنے قلبی تاثرات کا جتنا زیادہ اظہار کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ حمد میں صرف ایک امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ خدائے قدوس کی شان میں کوئی ایسی بات یا لفظ نہ کہی جائے کہ جس کی وجہ سے شان الوہیت میں توہین و تنقیص ہو جائے۔ جب کہ نعت میں دو حدیں مقرر ہیں۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ آپ کو بشریت سے خارج کر کے الوہیت سے ملحق کر دیا جائے اور ایسا کرنے پر شرک کا الزام عائد ہوگا۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک محدود حد تک ہی بڑھنا روا ہے۔ اس حد سے تجاوز کرنا روا نہیں۔ دوسری حد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کا قطعاً استعمال نہ کیا جائے جو آپ کی شایان شان نہ ہوں اور ان الفاظ میں توہین و گستاخی کا پہلو لگتا ہو۔ اور ایسا کرنے پر شان رسالت میں گستاخی کرنے کا کفر لازم آئے گا۔ مختصر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اتنا نہ بڑھنا چاہئے کہ شرک لازم آئے اور نہ ہی اتنا گھٹانا چاہئے کہ کفر کا جرم عائد ہو۔ ان دونوں سرحدوں کے درمیان رہ کر نعت گو نعت کہتا ہے اور یہ ایک دشوار منزل ہے۔

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی اس معاملہ میں فرماتے ہیں کہ:-

”ہیئتِ نعت شریف لکھنا نہایت مشکل فن ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں نکواری و عمار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلاً کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“

(حوالہ: المجلد ۵، حصہ ۲، مرقب حضور مفتی اعظم ہند معظی رضا علیہ الرحمہ)

نعت رسول لکھنے کے لئے پہلی شرط شاعر کا قلب مشق رسول کی لازوال دولت کے گوہر شاداب سے معمور ہونا ہے اور ساتھ میں اس جذبہ صادق، مشق خالص اور بے پناہ عقیدت کو اعتدال و توازن کے ساتھ حدود شناسی کے ساتھ ظاہر کرنا ہے۔ شاعر کا مشق اس درجہ تک رسا ہونا چاہئے کہ اس کے دل کی ہر دھڑکن سے ”یا حبیبی یا رسول اللہ“ کی صدا آتی ہو۔ اور سخت رسول کی پیروی اس کا مقصد حیات بن جائے۔ جب یہ جذبہ ہذت کی حالت اختیار کرتا ہے، تو اس کی زبان و قلم سے سوائے محبوب کی یاد اور نعت کے اور کچھ ادا نہیں ہوتا۔ اس کی زبان و قلم سے عشق رسول کے بے بہا موتی چھڑتے ہیں اور نعت کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

(۷) ”حضرت رضا اور نعتیہ شاعری“

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک دنیائے اردو شاعری مجازی محبوب کی زلفوں کی اسیر تھی۔ شعراء ہمہ وقت اپنی محبوبہ کے حسن و جمال کی تعریف میں کھوئے رہتے تھے۔ کوئی اپنی محبوبہ کی زلفوں کی درازی میں طویل غزلیں لکھ رہا ہے۔ کوئی محبوبہ کی مخموری آنکھوں کے نشے میں مجوم رہا ہے۔ تو کوئی رخسار لب، کمر، نزاکت، موزونیت کی شان کے اظہار میں معروف ہے۔ کوئی انگور کی بیٹی کے کڑوے گھونٹ کی

شیرینی محسوس کر رہا ہے۔ فرض دنیا اور دنیا کے مجازی محبوبوں کے شوق مجازی کا ایسا غلبہ اور تسلط تھا کہ شعراء اردو ادب کی اکثریت اسی کے دام فریب میں گرفتار تھی اور مجازی محبوب کے سراپا کا عاشقانہ بیان اور اس کی سوزناک تشریح ان کا طرہ امتیاز تھا۔ خلاف شریعت اقوال و افعال کی ترغیب و تشویق گویا کہ شاعری کا معیار فن بن چکا تھا۔ اردو کے کچھ شرابی اور کہابی شاعروں نے کیج غم کے زیر اثر ایسے ایسے ناروا اشعار کہے کہ اردو شاعری کی روح بھی شرمندہ تھی۔ غل و بدمامت سے اس کی جہنمیں احساس غم ہو گئی تھی اور ایسے شعراء اردو ادب و فن شاعری کے لیے مار و دہال بن گئے تھے۔ ان تک ادب شاعروں نے اپنے قلم کی سیاہی سے صفحہ قرطاس ہی نہیں بلکہ اردو شاعری کا دامن بھی داغ دار کر ڈالا تھا۔ ان کم ظرف و کم نظر شعراء کا یہ غلط نظریہ تھا کہ اردو شاعری میں جدت اور رنگت کی چاشنی گھولنے کے لئے عاشقانہ اور شرابیانہ طرز اختیار کرنا ضروری ہے، ورنہ اردو شاعری خشک اور سٹخ رہ جائے گی۔ شراب و شباب کی رنگینی کا تذکرہ ہی اردو شاعری میں رنگ جماسکتا ہے۔ نوجوان اور عاشق طبقے کو اردو شاعری کی طرف مائل کرنے اور ان کو رغبت دلانے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اور اسی سے اردو شاعری کے حسن کا نکھار ہے۔ مذہبی شاعری کی طرف بہت کم شعراء مہکت ہوئے تھے کیونکہ شعراء اردو ادب نے ماحول ایسا پرانہ کر دیا تھا کہ شوق حقیقی میں کی جانے والی شاعری کو پرانی وضع قطع کی ذہنیت کی تخلیق اور خشک عنوانی پر مشتمل شاعری سمجھا جاتا تھا۔ مذہبی شعراء کی مقبولیت اور شہرت ایک مخصوص طبقے اور طبقے تک ہی محدود تھی، جب کہ شوق حقیقی سے لبریز کلام والے فساد شعراء عام شہرت اور مقبولیت کے ٹھیکیدار بنے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی کا اردو شاعری پر احسان ہے کہ آپ نے اس غلط نظریہ کی عملی تردید فرمادی اور اپنے حسن کلام سے اردو شاعری کو زینت و زیبائش عطا کرنے کے ساتھ ساتھ مذہبی شاعری میں بھی اپنی رنگینی سخن سے رنگ و رس پیدا کر دیا اور جس مذہب و عنوان کو خشک اور بے رنگ گردان کر اس کی طرف شعراء نظر التفات سے گریز کرتے تھے، اس

عنوان کو اتار نکلیں حسین بنا دیا کہ اس عنوان کے شعر کو بلند منصب اور اعلیٰ معیار حاصل ہونے لگا۔ اردو شاعری کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں ایسا رنگا کہ اردو شاعری کے چہرے کی زردی کو سرخ روئی میں بدل دیا اور ثابت کر دیا کہ اردو شاعری کا حسن و نکھار عشق مجازی میں شعر گوئی سے نہیں بلکہ عشق حقیقی میں طبع آزمائی سے آتا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

جو کہے شعر و پاس شرع دلوں کا حسن آئے کیوں

لا اے دلکش جلوۂ زحرمۂ رضا کہ یوں

حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام بلاغت و کلام سے اردو شاعری کو زینت بخشنے کے ساتھ ساتھ ایک عاشق صادق کے جذبات دل کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام رمنائیوں کے ساتھ اظہار کرنے کا سلیقہ بھی تعلیم فرمایا۔ آپ کی شاعری حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے۔ تصنع، بے جا غلو، روایاتی تکلف، کذب گوئی، دروغ بیانی، جذبات کے سیلاب میں بہنا وغیرہ قباحتوں سے بالکل پاک و محروم ہے۔ آپ کی شاعری وہی تھی، خالق کائنات نے حضرت رضا کو موزونیت و معنویت کی وہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں کہ عشق رسول کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ فن و ادب کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں صرف آمد آمد کی آمد بہار ہے۔ آورد کی کھینچ پانی کی خزاں کا نام و نشان نہیں۔ آپ دیگر شعراء کی طرح صبح سے شام تک اشعار بندی میں منہمک نہیں رہتے تھے بلکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ سمندر کی طغیانی کی طرح ابھرتا اور یاد محبوب میں آپ بے چین و بے قرار ہو جاتے، تو عشق رسول کا وہ جذبہ سوز خود بخود شکل اشعار زبان سے نکلتا اور وہ اشعار آپ کے سوز و شوق کا سامان بن کر آپ کے بیقرار دل کو سکون بخشتے۔ خود حضرت رضا فرماتے ہیں کہ:-

”جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے

قرار دل کو تسلیم دیتا ہوں، ورنہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔ (حوالہ: ”سوانح اعلیٰ حضرت، از حضرت علامہ بدرالدین احمد، ص ۱۸۳)

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری برائے شاعری نہیں بلکہ شاعری بطور عبادت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء ہی مقصد اصلی تھا۔ اور اس مقصد میں صرف غلوں کا جذبہ ہی کارگر تھا۔ اس کا پتہ حسب ذیل واقعہ سے آئے گا:

”ایک مرتبہ کوئی ایک شاعر ایک نعت لکھ کر حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر ہوا۔ حضرت رضا نے جب اس نعت کو ملاحظہ فرمایا تو اس نعت کے اشعار میں ایسا تذکرہ تھا کہ یا رسول اللہ! آپ کی یاد اور آپ کے فراق میں میرا یہ حال ہے کہ نہ راتوں کو نیند آتی ہے، نہ دن کو چمکن حاصل ہوتا ہے۔ آپ کے غم بھر میں کھانا، پینا، سونا وغیرہ ترک ہو گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے ان اشعار صاحب سے فرمایا کہ واقعی اگر آپ کی وہی حالت ہے جو آپ نے اپنے اشعار میں بیان کی ہے، تو آپ کی یہ حالت قابل صد تحسین ہے اور اگر آپ کی حالت حقیقتہً وہ نہیں ہے جو آپ نے بیان کی ہے بلکہ شعر کو حسن اسلوبی سے آراستہ کرنے کے لئے محض شاعرانہ تکلفات کے تحت ہی آپ نے تصنع کرتے ہوئے اپنی حالت بیان کی ہے اور آپ کا حال اپنے بیان کے مطابق نہیں بلکہ آپ کھاتے، پیتے اور آرام سے سوتے بھی ہیں، تو یہ ایک مجھوٹ ہوا۔ ذرا سوچو! مجھوٹ اور وہ بھی اتنی عظیم بارگاہ میں؟ لہذا آپ اپنے اشعار میں اپنی وہی کیفیت بیان کیجئے جو واقعی آپ محسوس کر رہے ہیں۔ یعنی اپنے اشعار کو صداقت پر ہی مبنی کریں اور کذب بیانی و تصنع سے احتراز کریں۔

ذکورہ واقعہ حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں صداقت کے عناصر کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے اپنے نعتیہ اشعار میں صرف وہی لکھا ہے، جو آپ نے واقعی محسوس کیا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت رضا کے اشعار میں صدق

و ظلوم کی گہرائیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کی شاعری میں عشق رسول کے حقیقی جذبات جلوہ
 گھن ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری رکی اور روایتی نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے۔ اردو شاعری میں
 رکی شاعری کی بدی گھر کے ہوئے تھی۔ مثال کے طور پر مرزا اسد اللہ غالب آزاد و طبیعت
 کے آدمی تھے۔ شراب نوشی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جو (Gambling) کے وہ ایسے دلدادہ
 تھے کہ اس نعت کے طویل کئی مرتبہ حوالات کی ہوا اکھا پکے تھے۔ مرزا غالب کے اطوار زندگی کو
 اور تصوف کو دور کا واسطہ بھی نہ تھا لیکن پھر بھی غالب صاحب نے تصوف میں بہت اشعار
 کہے ہیں۔ غالب کے صوفیانہ اشعار صرف رکی اور روایتی تھے، حقیقت سے انہیں کوئی
 سروکار نہ تھا۔ لیکن حضرت رضا کا تملہ کلام رسم و روایت سے نر اور مزہ ہے۔ آپ کو اپنے آقا
 و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور آپ کا سراپا حب رسول میں غرق تھا۔
 آپ کے کلام میں عشق رسول کی جو مہک ہے، وہ ذاتی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہے۔ آپ
 نے اُسی صداقت و ظلوم کے جذبے کے تحت ہی اشعار نظم فرمائے ہیں اور شعراء اردو ادب
 کو نعتیہ شاعری میں راہِ ظلوم اختیار کرنے کی ہدایت و تلقین فرمائی ہے۔

فن شاعری میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی استاذ نہ تھا اور نہ ہی آپ کسی
 سے اپنے اشعار کی اصلاح کراتے تھے۔ علاوہ ازیں شعر گوئی آپ کا مشغلہ بھی نہ تھا اور نہ
 ہی آپ کو اتنی فرصت تھی کہ آپ شاعری کی طرف مخلص ہوں کیونکہ آپ تجدیدی خدمات
 میں ہمہ وقت مہمک تھے۔ کثرت تصنیف میں آپ ایسے معروف تھے کہ آپ شاعری کی
 طرف اپنی توجہات مرکوز ہی نہ کر سکے تھے کیونکہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے تقریباً
 ۱۸ یا ۲۰ گھنٹے آپ تصنیفی خدمت میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کی شاعری وہی تھی۔ فن
 شاعری میں عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا رہنما تھا۔ قرآن مجید آپ کی
 شاعری کا ماخذ و مرجع تھا۔ احکام شریعت آپ کے پاسدار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی
 نعتیہ شاعری احکام شریعت سے نر و متجاوز نہیں۔ حالانکہ نعت گوئی کے میدان میں کئی مشکل

مراحل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نعت گو شاعر عموماً مضامین کے محدود دائرے میں جھلانی کرتا ہے۔ وہ ایک مضمون کو کئی طریقوں سے بیان کرنے کے لئے نئے نئے الفاظ کی تلاش و جستجو میں رہتا ہے۔ اور جذبات و الفاظ کی بھرپور جھڑپ کے شوق میں وہ کبھی ناروا لفظ کا بھی دامن تمام لیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مضمون کی تلاش میں شاعر اپنی بساط سے اونچی پرواز کرنے کی کوشش کرتا ہے اور الجھ جاتا ہے۔ یا تو احکام شریعت کی خلاف ورزی کر بیٹھتا ہے یا اپنے کلام کو مکمل بگاڑ دیتا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ان تمام امور سے منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے۔ آپ کی شاعری میں جو احتیاط پائی جاتی ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ آپ نے جس مضبوطی سے ادب و احترام کے دامن کو تھاما ہے، اس کی مثال دیگر شعراء کے کلام میں بہت ہی قلت سے پائی جاتی ہے۔ حضرت رضا کے کلام کی محمّدی کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی کے لئے قرآن مجید کو مشعل راہ بنایا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صفات و اعجاز، مناقب و مراتب اور بے مثل و مثال صفات کو قرآن مجید کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کیا۔ قرآن سے آپ نے نعت گوئی کی بھی اور نعت گوئی کے منازل کو اس کی تمام تر رعنائیوں سے طے کرنے کے لئے مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے واقعہ راہ عشق کو خضر راہ بنایا اور ان کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ غور فرمائیے ہیں کہ:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ + مجا ہے اللہ الفت محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی کی بھی + یعنی رہے احکام شریعت محفوظ

اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت رضا بریلوی نعت گوئی کی راہ میں ایسے ایسے نازک مراحل سے گذرے ہیں کہ تھوڑی سی بے احتیاطی بھی ارتکاب جرم عظیم کی زنجیروں میں جکڑ دینے کے لئے کافی تھی۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے بڑی احتیاط سے ان مضامین کو نبھایا، نعت گوئی کے احرام و تقدس کو ملحوظ رکھا اور شعر گوئی کے زیورات سے

آراستہ کر کے شاعری کے حسن کو بھی دو بالا کیا ہے۔ ان مراحل کو جاسانی طے کرنے کے لئے آپ نے جو طریقہ اپنایا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو
قلں قدم حضرت حسان بس ہے

حضرت رضا بریلوی نے شاعری کے تمام اصناف میں شعر گوئی کی ہے لیکن آپ کے کلام میں زیادہ تر تغزل کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ نے غزل کے انداز میں نعت، حقیقت، قصیدہ وغیرہ نظم فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں حمد، مثنوی، قطعات، رباعیات وغیرہ میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے فن شاعری کو حیاتِ نو بخشی ہے اور فن شاعری کی صناعات میں آپ نے اپنی قادر الکلامی کا سکہ بٹھاتے ہوئے جو کمال دکھایا ہے، اس کو دیکھ کر دنیا کے اردو ادب کے بڑے بڑے شعراء اور ماہرینِ انجمنِ بدندان ہیں۔ اس وقت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شاعری پر مزید کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صناعاتِ فن شاعری پر کچھ گفتگو کریں اور اختتامِ مقالہ میں حضرت رضا کی شاعری کے محاسن پر کچھ تفصیل سے تبصرہ کریں گے۔

(۸) صناعاتِ فن شاعری

فن شاعری میں کچھ صناعاتِ حقیقین کی گئی ہیں۔ اور ہر صنعت کے قواعد و ضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔ شاعر اپنے کلام کے حسن کو نکھارنے کے لئے ان صناعات کا اپنے اشعار میں استعمال کر کے اہل علم سے داد حاصل کرتا ہے۔ اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء اپنے کلام میں ان صناعات کو استعمال میں کوٹھاں رہے اور اپنی حسب استطاعت ان صناعات کا استعمال کیا۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ان صناعات کا بھرپور استعمال فرمایا اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کر دی کہ نعتیہ شاعری میں ان صناعات کا حسین انداز میں استعمال

کیا جاسکتا ہے اور فن و ادب کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت رضائے اپنے نعتیہ اشعار میں ان صناعت کو اتنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا ہے کہ اہل ذوق کو مجبور ہو کر اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضا کا مقام فن و ادب کے اعتبار سے بھی تمام شعرائے اردو سے بلند و اعلیٰ ہے۔ اب ہم صناعت کا ذکر کرتے ہیں اور ہر صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، ندرت، قدرت، اور فوقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اس صنعت میں حضرت رضا کے اشعار پیش کرتے ہیں۔

(۹) "صَنَعَتِ اسْتِعَارَةٍ"

اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرتا ہے اور ان حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۴۱) [Metaphorical]

کلیل بہا یونی کا شعر ہے کہ:- (۱) اے میرے ماہِ کامل پھر آشکاد ہو جا
اس گہنی طبیعت تاروں کی روشنی سے
اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے لئے حقیقی معنی ترک کر کے "ماہِ کامل" کے مجازی معنی کا استعمال کیا ہے یعنی ماہِ کامل سے مراد اپنی محبوبہ ہے۔

حضرت رضا فرماتے ہیں:- (۱) آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں میراب
سچ سورج وہ دل آرا ہے اُجالا تیرا
(۲) نصیب ہانٹا جس ست وہ ذی شان گیا
سامنے ہی متعجب رحمت کا قلمدان گیا
(۳) واللہ جو مل جائے میرے گل کا پینہ
مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے دِلہن پھول

(۴) اتحاد و پردہ، دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے

زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے قلاب میں ہے

(۵) کعبہ کے بدر العقی تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس العقی تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں شعر نمبر ۱ میں ۵ ہے سورج، شعر نمبر ۲ میں ۵ مطلق رحمت، شعر نمبر ۳

میں ۵ گل، شعر نمبر ۴ میں ۵ نور باری اور ۵ مہر، شعر نمبر ۵ میں ۵ بدر العقی اور ۵ شمس

العقی سے مراد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات و گرامی ہے۔ ایسے تو کئی

اشعار ”عدائق بخشش“ میں دستیاب ہیں۔

(۱۰) ”صَنَعَتْ تَشْبِيْهًا“

ایکہ چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا یا اس کی صفت میں شریک قرار دینا۔ (فیروز

اللغات، ص ۳۶۱) [Allegory]

۵ میر تقی میر کا شعر ہے کہ:- نازکی اُن کے لب کی کیا کہیے

ہنگامی اک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے ہونٹ کو گلاب کی ہنگامی سے مثل دی اور اپنی

محبوبہ کے لب کو گلاب کی ہنگامی کی مانند ٹھہرایا۔

۵ حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:- پکی پکی گل قدس کی چٹاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضا علیہ السلام نے آقا مومن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک اور نازک

ہونٹوں کو ان کی نزاکت کی بنا پر ”گل قدس کی پتیوں“ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔

○ آہرہ ہمای کا شعر ہے:- چاند سے چھڑے پہ بکھری ہے وہ زلف ہماری

رات کیوں ہے آج اچھی دل رہا مظلوم ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوب کے چھڑے کو چاند سے تشبیہ کی ہے۔

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- دل کو ٹھٹھا مراء وہ کف یا چاند سا

سید پہ رکھ دو ذرا، تم پہ کر دوڑوں درود

اس شعر میں حضرت رضا علیہ السلام نے اپنے آقا دہلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

”کف“ یا ”بجین“ کو دیکھ کر چاند سے تشبیہ کی ہے۔

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- ریش خوش منقل مرہم ریش طہ

ہائے ماہ عورت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضا نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک یعنی

ڈالہ شریف کو ہائے ماہ یعنی کہ چاند کے ارد گرد کھنڈل ہوتا ہے اس سے تشبیہ کی ہے۔

(۱۱) ”صَنَعَتِ مَبَالِغَةٍ“

کسی بات کو بہت بڑا سا چھا کر بیان کرنا۔ حد سے زیادہ تعریف و بڑائی کرنا۔ (فیروز

اللغات، ص ۱۱۹۳) اس کو ٹھو بھی کہتے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔ اردو ادب کے

شعراء نے اس صنعت میں بہت ہی گل کھلائے ہیں۔ مثلاً امیر غفرانی کا شعر ہے:-

”نہیں پڑے تپتے بجلی جیگہ ہل کوئے تو کھٹا لوٹ آئی“

لیکن حضرت رضا کی فقیر شاعری میں مبالغہ یا ٹھو ضروری نہیں۔ آپ نے اپنے آقا

دہلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا ہے وہ حقیقت ہے اور

حقیقت حال پر ہی مبنی ہے۔ جس بڑا سچا پاک کی تعریف کا جو حق ہے وہ حق ہی لکھا۔ جب

ایمان نہیں ہو سکتا تو پھر مبالغہ اور ٹھو کی صورت ہی پڑے انہیں ہو سکتی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف میں مبالغہ اور فلو کا ستر باب زور و شور سے فرماتے ہوئے حضرت رضا قلی خان قزاقی ہیں کہ:-

■ "اے خداوند صاحب قرآن ہے مدار حضور مجھ سے کب ممکن ہے ہر مدحت و مدح و ثناء کی" جب تعریف و مدحت کا جو حق ہے وہی ہم سے اور اہل ممکن نہیں تو ہر مبالغہ یا فلو کو مدح و ثناء نہیں ہے اور حضور اقدس کی تعریف کا کمال حق ادا کرنے سے اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے حضرت رضا فرماتے ہیں کہ:-

■ "لیکن مدح و ثناء میں اس پر کر دیا + خالق کا بندہ عقل کا آقا کہیں ہے" ظہر یہ کہ حضرت رضا پر لوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کے کلام میں مبالغہ یا فلو کا امکان ہی نہیں۔ آپ نے جو بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا ہے وہ ناقابل انکار حقیقت ہی ہے۔

(۱۲) "صَنَعَتْ اِقْتِبَاسُ"

پتا ہوا کلام (فیروز اللغات، ص ۱۰۵) یعنی شاعر اپنے شعر میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کی عبارت کا کھڑا لے۔ اور اس عبارت کو عربی زبان میں ہی شعر میں چل کرے۔

[Quotation]

صنعت اقتباس کی مثالیں اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہیں بلکہ یوں کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان شعراء کے کلام میں یہ صنعت برائے نام ہی پائی جاتی ہے، بجز ڈاکٹر اقبال صاحب۔ ڈاکٹر اقبال کے کلام میں صنعت اقتباس ضرور پائی جاتی ہے لیکن محدود تعداد میں:-

پہلے ہم اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے کلام سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

● مرزا سادہ غالب کا شعر ہے کہ:- دھوپ کی تابش آگ کی گرمی

وَلَمَّا زَاغَتْ أَغْزَابُ النَّارِ

پس از مرگ او در کتب و مناسبت

کتاب ۱۰۰ کا ذکر ہے

۱۰۱۔ اکرطہ سے آج کا سفر۔ (۱) رنگ و لعلی میں درگئی جو کاسے ذوق طلب

لَا يَكُنْ لَكَ رَجُوعٌ خَلْفَنَا اِنَّكَ

(۴) دھوکا : دھوکہ : دھوکہ

۱۰ تَشْتَبِهُوا الْفُجَّارَ فَمِثْلُكُمْ

(۳) جس کی وجہ سے قسم ہے اسے رچے لکھ

حکومت کے قیام کا اعلان کیا ہے

(۴) عکث و نذر سے یہ قضا اشوب و غیر

[illegible]

(۵) چشم قرصا بہ قلابہ بدی دیکھے

رابعاً : ان شاء اللہ تعالیٰ و شکرہ ربی

طو را اقبال کے کلام سے منفعت انہماں کی مثال میں پانچ اشعار درج کئے ہیں۔

طوار اقبال کے علاوہ دیگر شعرائے اردو کے کلام میں اس صنعت کی مثالیں مشکل سے ملتی

ہیں۔ جگر مراد آبادی، فیض احمد فیض، قاتی بدایونی، غزالی، کور کچھری، اسفر گڑھی کے کام تو

اس صنعت سے عمر بیت پر قائم کتاں محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن امام عشق و محبت حضرت رضا

بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت اقتباس کی مثالیں اتنی کثرت سے پائی

جاتی ہیں کہ عقلیں حیران ہیں۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:-

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- (۱) وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر

پہل بالا ہے تراء ذکر ہے اونچا تیرا

(۲) لَا تَلْفَنَنَّ فَتَنًا قَادِرَةٌ أَنْ تَلْغِيَنَّكَ

نہ مگروں کا مہم پر عقیدہ ہوتا تھا

(۳) لَنْتَفِثَنَّهُمْ نے ہر دو کو بھی لیا دامن میں

میش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

(۴) فَخِمْ الْقَوْسَیَ کے جو چمکے تنسی کے بارغ میں

ہللی سدرہ تک اُن کی بو سے بھی محرم نہیں

(۵) پائے کہاں پل سے گزریں گے تیری آواز پر

وَبِطَنِّكَ کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

(۶) نئی سرور ہر رسول و ولی ہے

نئی ہزارہ مع التَّوَلَّی ہے

(۷) نہ عرشا میں نہ تنسی ذالوہب میں مہمانی ہے

نہ لطف اللہ یا اَلْحَمْدُ نصیب لَنْ قَرَّتْ لَی ہے

(۸) کھلے کیا راز محبوب و محبت مستانِ غفلت پر

شرابِ قلندرِ اَی لَحَقَّ تَرْیَبِ جَامِ مَنْ رَآی ہے

(۹) نَبَاتٌ فِی ثَنَابٍ لب پہ کلہ دل میں گستاخی

سلام اسلام طہ کو کہ تسلیم زبانی ہے

(۱۰) مَنْ رَآی قَلْدَرِیَ لَحَقَّ جَوَی ہے

کیا کہاں اُس کی حقیقت کیجے

(۱۱) وَالْخُضْيُ حُجْرَاتٍ لَمْ تَكُنْ

مؤمنوں! احرام نجبہ کجی

(۱۲) مَنْ زَارَ تُرْبِيَّ وَجَنَّتْ لَهُ شِمَاعِيْ

اُن پر درود جن سے لوہے ان بھر کی ہے

(۱۳) کیا ہی کس کے منت میں استاد ہو

کیا کلمت میں کو فقرا زبکہ الاکرم میں

(۱۳) ان پر کتاب اتری قیلنا اکتلی قسیر

تھیل جس میں مائع ہو و مائع ہو کی ہے

(۱۵) محرم ملائے آئے ہیں۔ اے اہل کفر اور کفر کے گروہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے دد کی ہے

(۱۶) مؤمن ہوں، ملائوں پیروں زہنم

سائل ہوں سائیکوں کو خوشی لا تھو۔۔۔ کی ہے

(۱۷) تَبَارَكَ اللَّهُ شَانِ حَرِی جِجھی کوزیا ہے بے نیازی

کہا تو سچا لڑکھڑا ہی کہہ رہا ہے حال کے

(۱۸) پران کا پڑھنا تو نام کو تھا، ہیئت فعل تھا اور

ہزاروں مرتبہ قرآنِ اقدس کی تلاوت کے سلسلے میں

(۱۹) اٹھے جیسے تقنی کے پردے کوئی خبر دے گا کیا خبر دے

وہاں تو جہاں نہیں ہوئی کی نہ کہہ کہ وہاں بھی نہ تھے ہمارے تھے

(۴۰) یعنی جو ہوا دفتر تحریر تھا

آخر میں ہوتی ہے لہذا لکھو

(n) مڑگان کی صفیں چار ہیں، دو اہمو ہیں

والفجر کے پہلو میں قیام عقیقہ

(۱۲) دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا

مَنْ رَأَى كَيْفًا؟ يَهْدِيهِ دُكْحًا يَأْتِيهِ

(۱۳) کت گیسو، وہ دہن، ٹی اہمو، آنکھیں آج ص

كَلْبًا قَصَّ أَنْ كَانَ فِيهِ

(۱۴) بھالا یادہ امر مَلُوعًا

تیری جانب جو مستعمل ہے یا غوث

(۱۵) تَحْتَ فَلَاخِ الْفَلَاخِ رُحْتُ فَرَاخِ الْفَرَاخِ

عَذَابُ قَوْمٍ أَهْلًا تَمَّ بِكَرْوَرُونَ

(۱۶) گیسو وقت لام الف کر دو بلا مصرف

لا کے یہ تیغ لا تم پہ کرڈوں درود

(۱۷) تَحْتَ مَقْلَبِ مَقْلَبِ مَقْلَبِ مَقْلَبِ

شرع متن ہوتے پہ لاکھوں سلام

(۱۸) لَهْلَهْ الْقَنْدَرُ مِمَّا طَلَعَ الْقَمَرُ

ماگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(۱۹) مَن قَدْ رَأَى مَقْدَمًا طَفِي

زکریا بارغ قدرت پہ لاکھوں سلام

(۲۰) مَن نَزَلَ مَن قَصَبٍ لَا نَصَبٍ لَا صَفَبٍ

اپنے کوٹک کی زینت پہ لاکھوں سلام

- (۲۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کے ہم کو شاہ نے
اپنا بندہ کر لیا پھر تم کو کیا
- (۲۲) لَا تَقْنَطُوْا مِنْ اَنْ یَّهْبِطَ بِکُمْ کہہ کر بھی نہیں
تو اگ ہے نہ لا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر تم کو کیا
- (۲۳) فَلَمَّا اَنْزَلْنٰهُ فَلَنْصِبْ یَّہُ ہے تم کو منصب
جو کہنا چاہا اب انوریت بخش آیا کہ قسمت مقرر
- (۲۴) وَالَّذِیْ اِلَیْہِ فَلَاقِبُ کہہ کر ہر سب کے مطلب
کہ تمہیں کو سمجھے ہیں سب کو ان ہا ہا سلام۔ ہوشیار مقرر
- (۲۵) وہ کہواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فِیْہِ رُوْحِیْ کام
ہے جب تک کہ علم کر آنا چلا۔ وہی سب سے افضل آیا
- (۲۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر رضا
صدق وہ کی تھا مانی ہے
- (۲۷) اَفْخَصْنِ لِلّٰہِ الَّذِیْ یَذٰلُکَ سے ذوق حسن
بندہ ذوق تابع لا منشاء کے واسطے
- (۲۸) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر شہر پر چلا پڑے
وقت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہنے والے غزوہ کا ساتھ ہو
- (۲۹) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر میں تم سے کہوں
تو میںوں کے لب سے اَفْخَصْنِ لِلّٰہِ کا ساتھ ہو
- حاصل بخیر اول دوم سے مذکورہ ۲۹ اشارہ اردو کلام سے اخذ کیے گئے ہیں
ملا کہ ان دونوں حصوں میں منعت اقتباس کے اشارہ کی کام میں بکثرت ہیں۔ حاصل

کے دونوں حصوں میں قاری کلام بمقابل اردو کلام چوتھائی حصہ (۱/۴) کے برابر نہیں اس کے باوجود قاری کلام میں صنعت اقتباس کے ۵۹ اشعار ہیں۔ حصہ سوم کے اردو اور قاری اشعار ان میں شامل کر لئے جائیں تو ان کی تعداد حسب ذیل ہوگی:-

| نمبر | کیفیت | حصہ اول | حصہ سوم | میزان |
|------|------------|--------------|----------|-------|
| | | دوم کے اشعار | کے اشعار | |
| ۱ | اردو اشعار | ۳۹ | ۴۰ | ۷۹ = |
| ۲ | قاری اشعار | ۵۹ | ۵ | ۶۴ = |
| | | | کل اشعار | ۱۳۳ = |

حضرت رضا بریلوی کا یہ کمال ہے کہ آپ نے صنعت اقتباس میں ۱۳۳ اشعار ارشاد فرما کر ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے، جو کبھی توڑا نہ جاسکے گا بلکہ اردو ادب کے تمام شعراء نے مل کر صنعت اقتباس میں جتنے اشعار کہے ہیں ان سے کہیں زیادہ اشعار حضرت رضاؒ نے اکٹھے نظم فرمائے ہیں اور وہ اشعار بھی ایسے اعلیٰ معیار و علمی و جاہلیت کے ہیں کہ ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی صفحات مرقوم کئے جاسکتے ہیں۔ اردو ادب کے دامن کو حضرت رضاؒ نے گوہر شاداب سے بھر دیا ہے اور اردو ادب کے خُسن فن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ صرف صنعت اقتباس میں اردو زبان کے کل ۷۹ اشعار اور قاری زبان کے کل ۶۴ اشعار نظم فرما کر حضرت رضاؒ نے اپنے فن کا کمال دکھایا ہے۔ راقم الحروف کا جہاں تک خیال ہے وہاں تک آج تک دنیا نے اردو ادب میں ایک بھی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا، جس نے صنعت اقتباس میں اتنی کثرت سے اشعار کہے ہوں۔ اس میدان میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان منفرد اور یکائے زمانہ ہیں۔ ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ جس کو بھی دیکھتے ہیں وہ حضرت رضاؒ کے سامنے طفل کتب نظر آتا ہے۔

(۱۳) "صَنَعَتِ تَضَاد"

شعر میں ایسے دو الفاظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں
یعنی ضد ہوں۔ پھر خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا فعل ہوں۔ اس صنعت کو صنعت طباق و تضاد
بھی کہا جاتا ہے [Parody]

○ مرزا غالب کا شعر ہے:- فرش سے تاعرش، والں، طوقاں تھا مویج رنگ کا

یاں زمین سے آسمان تک سو ظن کا باب تھا

اس شعر میں فرش و عرش اور زمین و آسمان متضاد الفاظ ہیں۔

○ اکبر الہ آبادی کا شعر ہے:- نگار باز بٹاں پر ثار دل کو کیا

زمانہ دیکھ کے دشمن سے دوستی کرلی

اس شعر میں دشمن اور دوستی ایک دوسرے کی ضد کے الفاظ ہیں۔

○ گل بہارانی کا شعر ہے:- کفر و خرد کو رہا نہ آئے گی دہنگی

جب تک جنوں ہے مہملی ایمان لئے ہوئے

اس شعر میں کفر و ایمان اور خرد و جنوں ایک دوسرے کے متضاد الفاظ ہیں۔

○ احقر گڑوی کا شعر ہے:- اس عالم ہستی میں نہ مرنے ہے نہ جینا ہے

تو نے کبھی دیکھا نہیں، مستوں کی نظر سے

اس شعر میں مرنے اور جینا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

○ نیل بریل کا شعر ہے:- وصل کی شب تھی تو کس وجہ سبک گزری تھی

بہر کی شب ہے تو کیا سخت گراں ٹھہری ہے

اس شعر میں وصل کی ضد بہر، سبک کی ضد گراں اور "تھی" کی ضد "ہے" ہے۔

○ آئی ہادی کا شعر ہے:- موت ہستی پہ وہ تہمت تھی کہ آسان نہ تھی

دعویٰ مجھ پہ وہ الزام کہ مشکل سے اٹھا

اس شعر میں موت کی خدائے مکی اور آسان کی خدائے مشکل ہے۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- خدا جانے محبت کوئی منزل کو کہتے ہیں

نہ جس کی ابتداء ہی ہے، نہ جس کی انتہاء ہی ہے

اس شعر میں ابتدا اور انتہاء متضاد الفاظ ہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار میں محبت تضادات کی کثرت سے

پائی جاتی ہیں کہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جن سب کو بطور مثال یہاں پیش کرنا ممکن

نہیں۔ آپ کے کلام میں صنعت تضاد کی وہ بہتات ہے کہ ایک ایک شعر میں کئی صنعت ملتی

ہیں اور ہر شعر میں صنعت تضاد کے لئے نئے نئے اور معنی خیز الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

الفاظ کی تکرار یا اعادہ بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بلکہ ہر شعر میں جدت کی لذت نوپائی جاتی

ہے۔ ذیل میں حضرت رضا کے کلام سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار پر

کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف شعر پیش کرنے کے بعد ان کے ذیل میں صنعت تضاد کے

الفاظ درج کر کے شعر میں مستعمل صنعت کی تعداد شمار کی گئی ہے:

○ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

■ (۱) بڑھ چلی تیری خیا اندھیر عالم سے گھا

گھل گیا گیسو ترہ، رحمت کا بادل گھر گیا

تضاد:- (۱) بڑھ چلی vs گھا (۲) خیا vs اندھیر (۳) گھل گیا vs گھر گیا۔

■ (۲) نہ آسان کو یوں سر کشیدہ ہوا تھا

حضور خاک مدینہ خیدہ ہوا تھا

تضاد:- (۱) وہاں -v/s- یہاں (۲) لگ -v/s- زمیں (۳) پر (اوپر) -v/s- میں (اعد) (۴) اُدر -v/s- ادر (۵) آتے -v/s- اُٹھتے (جاتے) (۶) انوار -v/s- نگات۔

■ (۹) کبھی خاک پر پڑا ہے، سر چرخ زیر پا ہے

کبھی فیش در کُڑا ہے۔ سر بھگی ٹھکا یا

تضاد:- (۱) خاک -v/s- چرخ (۲) پر (اوپر) -v/s- زیر (پچھے) (۳) سر -v/s- پا (پاؤں) (۴) کُڑا -v/s- جھکایا۔

■ (۱۰) کبھی ٹم کبھی عیاں ہے، کبھی سرد کہ تپاں ہے

کبھی زیر لب فغاں ہے، کبھی چپ کہ دم نہ لٹایا

تضاد:- (۱) ٹم -v/s- عیاں (۲) سرد -v/s- تپاں (۳) فغاں -v/s- چپ (۴) ہے -v/s- نہ (نہیں)۔

مذکورہ صرف دس (۱۰) اشعار میں صنعت تضاد کی چھتیس (۳۶) مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اس سے قارئین اندازہ کر لیں کہ حضرت رخصا بریلوی کے فقہ کلام میں چھیتر ہزاروں مثالیں صنعت تضاد کی پائی جاتی ہیں۔

(۱۴) "صَنَعَتْ تَلْمِیْخُ"

کلام میں کسی قصے کی طرف اشارہ کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۷۵)۔ یا کسی مشہور شعر اور کہاوت یا قرآن و حدیث کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔

○ کمال بہاؤنی کا شعر ہے:- مئے کوڑ پلاتے ہیں جناب مصطفیٰ شاہ

علی اصغر کے رونے کی صدا کم ہوتی جاتی ہے

اس شعر میں میدان کربلا میں سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین کے شہزادے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہما کی پیاس اور ان کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

۵۰ در کتاب کا شعر ہے۔ قید میں یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر

لیکن آنکھیں روزوں دیوار زعمیں ہو گئیں

اس شعر میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قید ہونے، حضرت یعقوب علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا ان کے فراق میں روضہ کے تاجا ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

۵۱ کل پہاڑی کا شعر ہے۔ طور نے جل کر ہزاروں طور پیدا کر دیے

ذڑہ ذڑہ میرے دل کی خاک کا دل ہو گیا

اس شعر میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیوار الہی کے لئے گوہ طور پیدا کر

تھریں لے جانا اور کہ طعنہ کا انوار الہی کی تھلی کی ایک کرن سے جل کر خاک ہو جانے کے

واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

ذکرہ شعراء کے دیوان کی اوراق گرد ملی کرنے کے شرے میں مشکل سے وہ پہاڑ

اشعار صنعت طبع کے نظر آئیں گے اور وہ اشعار بھی کوئی خاص دم دار نہیں۔ لیکن شاعری کی

صنعت طبع میں اسلامی تاریخ کے واقعات کی طرف اشارہ کرنے میں اکثر شعراء کی

مطلوبات محدود ہی رہی ہیں۔ اکثریت نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گوہ طور کے

واقعہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت زلیخا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور واقعات

کر بلا تک ہی اپنی مطلوبات کو محدود رکھ کر اشعار تسمیعات نظم کئے ہیں لیکن حضرت رضا

بریلوی کے فقید دیوان ”حدائق بخشش“ کا حسانہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اوّل تا

آخر پہلا دیوان تسمیعات سے چمک رہا ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے

کلام کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کا ہر شعر قرآن مجید کی کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ یا

تفسیر ہے۔ یا تو ہر کسی حدیث کا مفہوم وحقی ہے یا تو ہر اسلامی تاریخ کے کسی اہم واقعہ کی

روداد و قصیل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رضا کے کلام میں تسمیعات کی شمار ہر ہے۔ صرف ان

تسمیعات کی تخریج کھسی جائے تو علم کا ایک خزینہ وجود پذیر ہو جائے۔ حضرت رضا بریلوی

طیہ الرحمۃ والرضوان علیہا کے بیان کے سلسلہ میں طعی معلومات کی حد بندی کی قید میں مقید نہ رہے ہوئے وسیع علم کے میدان میں جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپ نے عظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غفلت رکھنے والے اکثر واقعات اپنے اشعار میں بحیثیت تعلیمات لکھ کر فرمائے ہیں۔ حضرت رضا کے کلام سے صنعت تبلیغ کے کچھ اشعار کار نمی کے ذوق کے لئے پیش خدمت ہیں:

● حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:-

■ (۱) تیری مرضی پا گیا، صبح بھرا لئے قدم

تیری اہل اللہ مکی میر کا کھیا چر گیا

اس شعر میں دو تعلیمات یعنی دو واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ مصرعہ اولیٰ میں جنگ خیبر سے واپسی میں مقام مہما میں حضرت مولیٰ علیؑ مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز مصر کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹایا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مصرعہ ثانی میں معجزہ شق القمر یعنی چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے معجزے کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم

جانور بھی کر ہی جن کی عظیم

سنگ کرتے ہیں ادب سے حلیم

بڑ بجدے میں گرا کرتے ہیں

اس شعر میں ان کئی واقعات کا ذکر ہے کہ بارہا جانوروں نے ہاضمہ خفلیق کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدے کر کے تعظیم بجالائے، مگر یزیدوں نے مکہ پڑھا، درختوں نے حکم کی بجا آوری اور سجدے کئے۔ ایسے بے شمار واقعات کی طرف صرف ایک شعر میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

■ (۳) ایک ٹھوکر میں احمد کا ڈالرہ جاتا رہا

رکتی ہیں کٹا دکھار اللہ اکبر ایڑیاں

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ احمد کے پھاڑے عریض لے گئے۔ احمد کا پھاڑا لڑنے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پائے اقدس کی ایک ٹھوکر رہہ فرما کر احمد کے پھاڑا کا ڈالرہ دور فرمادیا۔ اس واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

■ (۴) اٹکیاں ہیں پھٹی پھٹے ہیں پائے مہم کر

نہ پائے دھاب رحمت کی ہیں چاہی دلا دلا

اس شعر میں ان تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ کسی مرتبہ یہاں اتفاق ہوا ہے کہ کثیر تعداد پر مشتمل لشکر اسلام میں پانی ختم ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی پانی نہیں۔ کہیں سے پانی دستیاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔ ایسی حالت میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس کی مبارک انگلیوں سے پانی کے دریا جاری ہو گئے اور ہزاروں کی تعداد میں افراد اس مقدس پانی سے سیراب ہوئے۔ کسی نے دھوکھا، کسی نے حسد کیا، کسی نے حکم سیر ہو کر نوش کیا، یہاں تک کہ لشکر میں موجود برہمن اور منگیروں میں پانی بھر لیا گیا۔

■ (۵) مصائے کلیم اڑدہائے غضب تھا

کروں کا سہارا مصائے محمد ﷺ

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب فرعون نے پورے ملک کے جادو گروں کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے جمع کیا تھا۔ ان جادو گروں نے اپنے ہاتھوں کی لالچیاں اور رسیاں زمین پر پھینکیں، تو وہ سب سانپ بن

کر ریچنے لگیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ میں جو عصا (لاٹھی) تھا اس کو زمین پر ڈال دیا تو وہ زبردست اڑدہا بن گیا اور جادو گروں کے تمام کے تمام سانپوں کو کھل گیا۔

■ (۶) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پینہ

ماگے نہ کبھی صبر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مطلق و غریب شخص ہارگا و رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیٹی کی شادی ہے۔ میں اتنا مطلق الحال ہوں کہ دلہن کے لئے صبر بھی نہیں خرید سکتا۔ یا رسول اللہ! کچھ عطا فرمادیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قمیض میں اپنا پینہ مبارک بھر کے اس شخص کو عطا فرمایا۔ جب دلہن کو وہ مقدس پینہ دکھایا گیا تو ایسی خوشبو مکی کہ پورا شہر مدینہ مہک اٹھا اور خوشبو کا یہ عالم تھا کہ اس خوشبو سے بہتر خوشبو کسی نے سو گھسی نہ تھی۔

یہاں تک صرف چھ اشعار کی بہت ہی مختصر وضاحت کر دی ہے۔ حضرت رضا کے نعتیہ کلام میں سیکڑوں اشعار صنعت و مخمک کے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو تشریح کئے بغیر بھی پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا ناظرین کرام کے لطف و فرح کے لئے چند اشعار ذیل میں درج کرتے ہیں:

■ (۷) تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں

کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے گوا حیرا

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا تو آپ کے فراق میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے ناپیدا ہونے کی دعا مانگی تھی اسی دعا کی دعا مقبول ہوئی تھی۔

■ (۸) قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

بیارا اللہ حیرا چاہنے والا تیرا

اس شعر میں اشارہ ہے کہ حضور غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے قسمیں دے کر کھلایا اور

پلایا۔

■ (۹) اس نے لقب خانگ شہنشاہ سے پلایا

جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا

حضرت علی کو حضور اقدس نے ”امیر تراب“ لقب سے نوازا اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۰) کیوں جناب یو ہر وہ قادیانہ کیسا جام شیر

جس سے ستر ماحیوں کا دودھ سے منہ مگر گیا

ایک بحالہ دودھ سے ستر (۷۰) حضرات اصحابِ مہد کے سیراب ہو جانے کے واقعہ

کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۱) حسن یوسف پہ کشیں مصر میں آنکھت زباں

سُر کھاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال حسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں کا اپنی

انگلیاں کاٹ ڈالنے کے واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

■ (۱۲) چاندِ تحک جاتا جد مر اٹلی اٹھاتے مہد میں

کیا ہی چٹا تھا اشاروں پر کھلوتا نور کا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم شیر خواری میں گہوارے سے اٹلی کا اشارہ

فرماتے تو چاندِ آپ کے اشاروں پر چٹا تھا۔

■ (۱۳) جس نے کھلے کئے ہیں قمر کے وہ ہے

نور وحدت کا کھڑا ہمارا بھی

معجزہ عشقِ اقر کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۴) چاند ہیں جان کیا نظر آئے

کیوں عدد گردِ غار پھرتے ہیں

دورانِ ہجرت حضور اقدس کا عارثور میں تشریف فرما ہونے کے باوجود دشمنوں کو نظر نہ آنے کا واقعہ۔

■ (۱۵) اشارے سے چاند چر دیا، چمپے ہوئے خور کو پھیر لیا

کھے ہوئے دن کو صبر کیا، پہ تاب و تباں تہارے لئے

ہجر کا شوق افسردہ ہجر کا رجعت شمس کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام کی طبعیت والی صفت صفت کے سیکڑوں اشعار

پائے جاتے ہیں۔ اہل ذوق حضرات آپ کے تنقید و بیان کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۱۵) "صَنْعَتِ تَلْمِيعٍ" (مُلَمَّعٍ)

اس صنعت کو مصنف ملَمَّع بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح عروض میں ایک زبان کی نظم میں

دوسری زبان کا ایک مصرع یا شعر یا اشعار ملا دئے جائیں۔ (فیروز اللغات، ص

۱۲۸۳)۔ یعنی ایسی نظم کہ جس کا ایک مصرع یا ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی

میں ہو۔ اس صنعت کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) مُلَمَّع مَكْشُوف : یعنی جب ایک شعر ایک زبان میں ہو اور دوسرا شعر

دوسری زبان میں ہو۔

(۲) مُلَمَّع مَعْجُوب : یعنی جب ایک مصرع ایک زبان میں ہو اور دوسرا مصرع

دوسری زبان میں ہو۔

Species of poem, The distichs of which are written in persian and arabic alternate.

(The Royal Persian-Eng. Dict. Page.435)

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے اچھے شاعروں کو لوہے کے چنے چبانے پڑتے

ہیں۔ اردو ادب کے اکثر و بیشتر شعراء کے دیوان اس صنعت کی مثال کے اشعار سے محروم ہیں۔ یہاں تک کہ جن کا شمار اردو ادب کے صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان میں سے مرزا اسد اللہ خاں غالب کے پارے دیوان میں صرف ایک شعر پایا جاتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

دھوپ کی تابش آگ کی مری

وَقَدْ نَارُ بِنَا عَذَابِ النَّارِ

یہ وہی شعر ہے جو صنعت اقتباس کی مثال میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ شعر دوسرے کچھ تو صنعت تلمیح (طبع) کے ضوابط و قوانین کے بیچار پر ٹھیک اترتا بھی نہیں کیونکہ اس صنعت کی اہم شرط یہ ہے کہ اس شعر کا ایک حصہ عربی میں اور دوسرا حصہ فارسی زبان میں ہو۔ جب کہ غالب صاحب کے اس شعر کا پہلا حصہ اردو میں ہے اور دوسرا حصہ عربی میں ہے۔ پھر بھی اگر غالب صاحب کے ساتھ فراخ دلی سے رعایت کرتے ہوئے اس شعر کو صنعت تلمیح میں شمار کیا بھی جائے تب بھی وہ شعر صرف صنعت مقلعہ محبوب کا مانا جائے گا۔ کیونکہ جس شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں اور دوسرا حصہ دوسری زبان میں ہو وہ شعر صنعت مقلعہ محبوب میں شمار ہوگا۔

اردو ادب کے صف اول کے دیگر شعراء مثلاً گلشن بدایونی، فیض احمد فیض، جگر مراد آبادی، قاضی بدایونی وغیرہ کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ بچوں کی باتوں کے پسے چھوٹ جاتے ہیں۔ شاعر کی علمی اور ادبی صلاحیتیں جواب دے سکتی ہیں۔ پرواز قلم دم توڑ دیتی ہے۔ اقسام جامد اور غیر متحرک ہو جاتے ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال بہت ہی دشوار مرحلہ ہے۔ اکثر شعراء اس کی طرف اپنی بے مانگی کی وجہ سے قصداً مکتف نہیں ہوتے کیونکہ حاصل کر اوندھے منہ کرنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ لہذا اردو ادب میں صنعت تلمیح برائے نام ہی رہ گئی تھی۔ اس صنعت کے اصول اور ضوابط صحیح کر دئے گئے تھے لیکن اس

صنعت کی مثالی مثال دیکھنے کے لئے اہل ذوق کی آنکھیں ترستی تھیں لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل ذوق کی ترستی آنکھوں کو برف سے زیادہ ٹھنڈک کا لطف بخشا اور آپ نے اس صنعت میں ایک ایسی نعت قلمبند فرمائی کہ اہل ادب بھی عیش میں پھار اٹھے۔ آپ نے ایک ایسی نعت لکھ فرمائی کہ جس کا ہر شعر صرف دو نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ہے۔ اردو ادب میں دو زبانوں میں مشترک ایک دو شعر کا جہاں قلم پڑا ہوا تھا وہاں حضرت رضا کے علوم و عرفان کی ہارش ہوئی اور دو زبانوں سے مرکب ایک دو شعر نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ۹ (نو) اشعار پر مشتمل ایک نعت گلدستہ شاداب کی حیثیت سے ہمک اٹھی اور دنیائے عشق و محبت کو عشق رسول کا عالم گیر پیغام دینے کے ساتھ ساتھ دنیائے اردو ادب پر احسانِ عظیم کی حیثیت سے وہ نعت ہر گوشہ میں گونج رہی ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے چار زبانوں سے مرکب جو نعت لکھ فرمائی ہے، اس میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں عربی اور فارسی زبان اور دوسرے مصرعہ میں بھوجپوری ہندی اور اردو زبان کا استعمال فرمایا ہے۔ اس نعت کے چند اشعار:-

(۱) لَمْ يَسَاتِ نَخْلِيْرُكَ فَيَنْظُرْ ، مَلِكٌ تَوْنَهُ هَدِيدٌ اَجَانَا

جگ راج کو تاج تو رے سر سو ، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

(۲) اَنَا فِي عَطَشٍ وَ سَخَاكَ اَتَمُّ ، اے گیسوئے پاک اے اکرام

میں ہمارے رم جھم رم جھم ، دو پوند احر بھی گرا جانا

(۳) اَلرَّوْحُ فَذَاكَ فَزِدْ حَرَقًا ، يَكْ شَطْرَ دُكْرِ بَرْزَنِ حَمِيَا

موراتن من دھن سب بھونک دیا ، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

(۴) بَسْ خَامَهُ خَامَ لَوَائِي رَضَا ، نَهْ يَهْ طَرَزْ مَرِي نَهْ يَهْ رَنگِ مَرَا

ارشاد اچھا مطلق تھا ، نا چار اس راہ پڑا جانا

نو (۹) اشعار معصیتِ تلمیح کے لکھ فرمانے کے بعد حضرت رضا نے اس نعت کے مقطع

یعنی آخری شعر میں اس انداز سے یہ نعت تخلیق کرنے کی وجہ بھی ظاہر فرمادی ہے۔ چار زبان پر مشتمل یہ نعت نظم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ارشاد اور ماحق نام کے دو شاعر جو حضرت رضا کے معتقد تھے، انہوں نے حضرت رضا علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزارش کی کہ اردو ادب میں صنعت تلمیح میں بہت ہی کم اشعار پائے جاتے ہیں لہذا آپ دو زبانوں پر مشتمل ایک نعت نظم فرمائیں تو اردو ادب پر آپ کا احسان ہوگا۔ حضرت رضا نے ارشاد صاحب اور ماحق صاحب کی گزارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے دو کے بجائے چار زبانوں پر مشتمل مذکورہ نعت نظم فرمائی اور مقطع میں ارشاد اور ماحق لفظ کا استعمال فرما کر دونوں فرمائش کنندہ کے نام کا ذکر بھی فرمادیا ہے۔

اس شعر میں حضرت رضا نے چار زبانوں کا استعمال فرما کر واقعی کمال کر دیا ہے اور ساتھ میں نعت کا اعلیٰ معیار کا مضمون، عشق و محبت کا جذبہ، سوز و گداز، الفت کی وارفتگی وغیرہ محاسن اپنی جگہ آپ ہیں۔ علاوہ ازیں چار متفرق زبانوں کا استعمال کرنے کے باوجود ہر شعر میں جو روانی اور ربط ہے، جو تسلسل و تطبیق ہے، اس کا تو لطف ہی نہ آتا ہے۔ علم عروض اور اصول تقطیع کے مطابق ہر شعر وزن میں پورا ہے۔ نہ کہیں سکتے ہیں اور نہ کہیں اقطاع ہے۔ الفاظ کی بندش اور انداز بیان اتنا دلکش اور دل نشین ہے کہ اشعار پڑھنے اور سننے والا بلا قصد و اختیار عشق رسول کے کیف و سرور میں مجھوٹے لگتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے فن و ادب کی جاں بلب صنعت کو حیات و نبض بخشی ہے۔ اہل فن و ادب نگ نظری اور تعصب کی ہٹا پر حضرت رضا کے ساتھ چاہے نا انصافی اور احسان فراموشی کریں لیکن فن و ادب رہتی دنیا تک آپ کے مہر ہون منت رہیں گے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے کلام میں مذکورہ نعت کے نو (اشعار) کے علاوہ دیگر مثنویں (۳۵) اشعار تلمیح کے پائے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں کل چوالیس (۴۴) اشعار اس صنعت کے پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں اس

صنعت کے ایک دو اشعار کے بھی لالے پڑتے ہیں لیکن حضرت رضا کے کلام میں اس
صنعت کے اشعار وافر تعداد میں دستیاب ہیں۔

حضرت رضا کے کلام سے صنعت طبع کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

- (۱) در ایں جلوت بیا از راو غلوت تا خدا یابی
مَنْ مَاتَلَقَ مَنْ تَهَوَّى دَعِ السُّنْبَا وَتَهَوَّلَهَا
- (۲) رضائے مست جام عشق ساغر یاری خواہ
أَلَا يَتْلَاهَا الْقُلُوبُ أَوْزُكَ سَا وَتَهَوَّلَهَا
- (۳) عیت لعلش بہر قدم ہے ادب
يَخْفِضُ لَبِضْلَهُمْ بَرَقُ الْفَضْلِ
- (۴) چہا دایم واصل شد فراغ
مَا عَلَيْنَا يَا أَخِي إِلَّا الْبَلَاغُ
- (۵) ان کی دعوت میں ہو شامل اُن کا نام
يَوْمَ قَدْ غَوَّاهُ كُلُّ نَاسٍ بِالْإِسْلَامِ
- (۶) یا اہلنِ ہذا المَرتَہی یا عہدِ رِزاقِ القوی
تاکہ باشد رزق تا عشق عا امداد کن
- (۷) فلان فضلُ اللہ یا اُو الفضلِ یا افضلِ الہ
چشم در فعلی تو بست ایں بنوا امداد کن
- (۸) اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْخَيْرَ
ساری کثرت پاتے یہ ہیں
- (۹) قُلُوبُ النَّاسِ اِنْهَمَافُ الْقَلْبِ
قلوب الناس انہما فی القلب

میں تار اور فدا محبت رسول
(۱۰) وصف ال بیت آمد اے رشید

فَوْقَ أَيْدِيهِمْ يَذَلُّوا وَالْفَجِينَةُ

تقریباً کہ حضرت رضا علیہ السلام نے فن وادب کی جس صنعت کی طرف
الفاظ فرمایا، اس صنعت کی قسمت جاگ اٹھی اور اس صنعت سے عہد خزاں کی ویرانی دور
ہو کر بہار کا شباب دکھانا لگا۔

(۱۶) "صَنَعَتْ حُسْنُ تَغْلِيلُ"

شاعر اپنے غزل سے کسی چیز یا امر کی کوئی ایسی وجہ (علت) بیان کرے جو دراصل اس
کی علت نہیں ہوتی (فیروز اللغات، ص ۵۶۹) یعنی کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ
کرنا جو حقیقی نہ ہو۔

[Ascribing to a different cause]

○ کلمہ پہلی کا شعر ہے۔ وہ غم کی تیرگی میں مری آہ کے شرارے
کبھی بن گئے ہیں آنسو کبھی بن گئے ہیں تارے
شاعر نے اپنی آہ کے شرارے (چنگاری) کو ستارے کی تخلیق کی علت بتائی ہے، جو حقیقی
نہیں۔

○ مرزا غالب کا شعر ہے۔ میں چمن میں کیا گیا، گویا دبستان کھل گیا
بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں
شاعر نے بلبل کے غزل خواں ہونے کی علت شاعر کے نالے سننا بتائی ہے، جو حقیقی نہیں۔
○ لیکن یہ بھی شعر ہے۔ رنگ بھرا ہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام

موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام
شاعر نے رنگ کی علف محبوبہ کا پیرا بہن، خوشبو کی علف محبوبہ کی زلف کا لہرانا اور موسم
گل کی علف محبوبہ کا بام پر آنا بیان کیا ہے، جو حقیقی نہیں۔

○ اسفر گورڈی کا شعر ہے:- ہے عشق کی سوزش سے رعتائی وز بہائی
جو خون اچھلتا ہے، وہ رنگ گستاں ہے
شاعر نے رعتائی وز بہائی کی علف سوزش عشق اور رنگ گستاں کی علف خون کا اچھلتا
بیان کیا ہے، وہ حقیقی علف نہیں بلکہ شاعرانہ تخیل ہے۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- بر سائی آنسوؤں کی جھڑی چشم یار نے
کیا اٹھ کے کہہ دیا مری خاک مزار نے
شاعر نے چشم یار سے آنسو نکلنے کی علف خاک مزار کا کچھ کہہ دینا بیان کیا ہے۔ جو
حقیقی نہیں۔

○ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:- پھر گئے جنگل میں چھپڑا غم کی دیوی نے ستار
پھر تنک تاروں کی آنکھیں اٹک برسانے لگیں
شاعر نے تاروں کی آنکھوں سے اشک برسنے کی جو علف بیان کیا ہے، وہ محض تخیل
ہے حقیقت نہیں۔

○ آئی بدایونی کا شعر ہے:- کس صبح کے مشتاق کا ماتم ہے کہ فانی
روتی ہے گلے مل کے سحر شع سحر سے
شاعر نے سحر سے شع سحر ملنا اور اس کی علف بیان کیا ہے۔ یہ سب تخیل شاعر ہے۔
حقیقت نہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں حسن تخیل کی مثالیں بہت
کثرت سے ملتی ہیں۔ ان مثالوں میں حضرت رضائے جن تخیلات کا اظہار فرمایا ہے وہ علم

ادب کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ معیار کے ہیں۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

○ حصر حد ضابطہ لای فرماتے ہیں:-

(۱) غم ہوئی پہنچ فلک اس طعن زمین سے

سُن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

کتنا بہترین تخیل ہے کہ آسمان کو اپنی بلندی پر ناز ہوا اور اس نے فخر محسوس کیا، تو زمین نے اس کو طعن دیا کہ اگر امت! میرا رتبہ تجھ سے بلند ہے کیونکہ مجھ پر مدینہ ہے اور مدینہ منورہ میں وہ ذات گرامی آرام فرما ہے کہ جن کے عقل تیری بلکہ پوری کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ زمین کا یہ طعن سن کر آسمان کی پشت غم یعنی پیٹھ ٹیز می ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم آسمان کے کناروں کو زمین سے ملنے ہوئے دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان غم دار یعنی ٹھکا ہوا اور ٹیز ہوا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آسمان کا یہ غم زمین کے طعن کی وجہ سے نہیں۔ جو علت آسمان کے غم ہونے کی شعر میں بیان کی گئی ہے وہ حقیقی علت نہیں۔ ایک تخیل ہے لیکن سراپا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا پاکیزہ تخیل ہے۔

(۲) بھل و ہلیر و کبک بنو پروانو

مہ و خورشید پہ چنتے ہیں چراغانا عرب

اس شعر میں بھل، ہلیر اور کبک (چکور) کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم تینوں چاند اور سورج کے بجائے مدینہ کے چراغ کے پروانے بن جاؤ۔ کیونکہ چاند اور سورج پر عرب کے چراغ چنتے ہیں۔ اس شعر میں چاند اور سورج پر عرب کے چراغ کے چنتے کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ ایک تخیل ہے۔

(۳) غلبہ شخ و شاپ پر چنتے ہیں طفل شیر خوار

کرنے کو مکہ گدی مٹ آنے کی بھائی کیں

عوام الناس کا ایک غلط خیال ہے کہ شیر خوار بچہ جب ہنستا ہے تو یہ خیال یا جاتا ہے کہ

پر یاں اس کو گدگدی کر کے ہنساتی ہیں۔ حضرت رضا اس خیال و وہم کے مقابل ایک نیا تخیل پیش کرتے ہیں کہ قوم مسلم کے بوڑھے اور جوانوں کی دین سے جو غفلت ہے، اس غفلت پر شیر خوار بچہ ہنستا ہے۔ حضرت رضا نے شیر خوار بچے کی ہنسی کی جو غلط بیان کی ہے وہ ایک تخیل ہے اور قوم مسلم کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے ایک مہذب طرز ہے۔

(۴) مہمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو

حور بزم کر شکن ناز پہ وارے گیسو

اس شعر میں حضرت رضا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے مہمن میں سنبل کا پھول کہ جس میں عورت کے بال کی مانند لمبے لمبے ریٹھے ہوتے ہیں۔ ان ریٹھوں کو سنبل کی ریشم یا گیسو کہا جاتا ہے۔ ان گیسوؤں میں سنبل کا پھول کنگھی کرے اور گیسوؤں کو سنوارے اور بال سنوارنے کی وجہ سے بالوں میں شکن یعنی چھ پڑیں، تو ان شکن کی دل کشی پر وارفتہ ہو کر جنت کی حورا اپنے گیسو مار و قربان کر دے۔ اس شعر میں حوروں کا اپنے بالوں کو قربان کرنے کی جو غلط یعنی سنبل کے پھول کا اپنے بالوں کو سنوارنا، یہ ایک تخیل ہے۔

کارمین کرام اس صنعت میں حضرت رضا کے چند اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:

(۵) رخ انور کی چھلی جو قر نے دیکھی

وہ گیا بسہ دو قفس کب پا ہو کر

(۶) یہ ان کے جلوہ نے کیں گرمیاں وہ اسرا

کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

(۷) رنگ مژہ سے کر کے خجل یاد شاہ میں

کھینچا ہے ہم نے کانتوں پہ صبر جمال گل

(۸) ہیں عکس چہرہ سے لب گللوں میں سرخیاں

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

- (۹) چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاحی آگئی
کر چکی ہیں ہر کو کھمال باہر ایڑیاں
- (۱۰) اے رضا مضمون سوز دل کی رفعت نے کیا
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ
- (۱۱) مرث کی گل دگ ہے، چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے حیرا مکان ہے
- (۱۲) ہر اک دیوار دور پر مہر نے کی ہے جبین سالی
نہر مہر اندس میں کب سونے کا پانی ہے
- (۱۳) ڈوبا ہوا ہے شوق میں زخم اور آگہ سے
جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
- (۱۴) نہا کے نہروں نے وہ چمکا لباس آب رواں کا پہنا
کہ مچھل چھریاں تھیں دھار لپکا جاب پٹاں کے قتل گئے تھے
- (۱۵) رہا میں سوئی دکھا کے مچھل تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بہنود کو پہنچ لگی تھا کہ چلے آگہوں میں پڑ گئے تھے
- (۱۶) سبز گردوں ٹھکا تھا، سبز پا یوں براق
پھر نہ سہجھا ہوسکا کھالا وہ کڑا نور کا
- (۱۷) گس سُم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سُم دُور گردوں پہ سہ نور کا
- (۱۸) ہلال کیسے نہ بننا کہ ماہ کمال کو
سلام ابروئے ہو میں خمیدہ ہوتا تھا
- (۱۹) دھان دلب کی یاد میں گریاں د خون چکان

دُورِ عدن نہیں ہے کہ لعلِ یمن نہیں
(۲۰) کون جاتا ہے کہ بے ہش ہے جہاں
مگر پڑا ہے آسماں پر آسماں

مذکورہ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ ایسے اشعار حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت رضا کے اس صنعت میں جو اشعار ہیں ان میں ایک خوبی یہ ہے کہ تمام اشعار حسنِ قلیل میں حضور اقدس شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کا اظہار کرنے کے لئے طرح طرح کے تخیلات پیش کئے گئے ہیں اور ان تخیلات میں صرف عشقِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ ہی کارگر ہے۔

(۱۷) "صَنَعَتْ تَجَاهُلٌ عَارِفَانَهُ"

یعنی جان بوجھ کر انجان بننا۔ شاعر کا کسی معلوم چیز یا بات کو نامعلوم کی طرح بیان کر کے، اُس کی تمیز میں اپنی حیرانی اور عدم واقفیت کا اظہار کرنا۔ ارادۂ ناواقفیت ظاہر کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۳۵) اس صنعت کو ساقِ اجمول بھی کہتے ہیں۔

[Pretending ignorance]

○ مرزا غالب کا شعر ہے:- کچھ تو کہئے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا
شاعر نے اس شعر میں غزل نظم کرتے ہوئے بھی غزل سرا نہ ہونے کی بات تجاہلِ عارفانہ کے تحت کہی ہے۔

○ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- یہ خون کی مہک ہے کہ لبِ یار کی خوشبو
کس راہ کی جانب سے مہا آتی ہے دیکھو
شعر میں مہا کو خون کی مہک یا لبِ یار سے منسوب کرنے میں تذبذب کا اظہار تجاہل

عارفانہ ہے۔

○ کل پہلی کا شعر ہے۔

نہ فامری، نہ فامری، مجھے ابے کل نہ دھوڑے

میں کسی کا حسن خیال ہوں، مرا کچھ وجود و عدم نہیں

شعر میں شاعر کا اپنی ذات اپنی جگہ اور اپنے وجود و عدم کا اظہار کر کے اپنے کو نہ دھوڑنے

کی تلقین کرتا تھا بل عارفانہ ہے۔

○ کل دہائی کا شعر ہے۔

کے ہے یاد کہ سہی و طلب کی راہوں میں

کہاں ملا ہمیں حیرا نشان، کہاں نہ ملا

شعر میں محبوب کے نشان کے ملنے یا نہ ملنے کی جگہ سے اپنی بے طبعی کا اظہار شاعر نے

تھا بل عارفانہ سے کیا ہے۔

○ تکرر کا پہلی کا شعر ہے۔

ہم نہیں جانتے محبت میں

رج کیا جنے ہے؟ خوشی کیا ہے

شاعر نے رنج و خوشی سے اپنی عدم واقفیت کا اظہار تھا بل عارفانہ کے تحت کیا ہے۔

حضرت دضار طوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں معصوب تھا بل عارفانہ کی مثال

کے اشعار بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کا معیار انتہائی ہے کہ حضرت

رضا کا ایک شعر دیگر شعراء کے کئی اشعار پر بھاری ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

○ حضرت دضار طوی فرماتے ہیں:-

(۱) جنت کو حرم سمجھا، آتے تو یہاں آیا

اب تک کے ہر اک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

اس شعر میں جنت کو حرم سمجھنے کے مقابلے کا ذکر اور جنت میں آکر تعجب ہو کر سوال کرنا کہ

میں کہاں آ گیا یہ عشق رسول کا جذبہ ہے کہ مدینہ کے مقابلے میں جنت بھی عاشق صادق

کے لئے حیرت آمیز مقام معلوم ہو رہی ہے اور کہاں آ گیا؟ کا سوال تھا بل عارفانہ کے

تحت ہے۔

(۲) کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ آجالا کیا ہے

ہر طرف دیدہ حیرت زدہ نکلتا کیا ہے
یعنی میدانِ محشر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوہ زیبا اور اس جلوے کے
صدقے میں حاصل ہونے والا اُجلا یعنی نور دیکھ کر کوئی حیرت زدہ ہر طرف نکلتا ہوا
پوچھے گا کہ یہ اُجالا کیا ہے؟ یہ سوال اور اس کے نکلنے کی حرکت کو تہاہل عارقانہ کے تحت
بیان کیا گیا ہے۔

(۳) ارے اے خدا کے بندو! کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو، ابھی کیا ہوا خدا یا نہ کوئی گیانا آیا
اس شعر میں حضرت رضا اپنے دل کے کھوجانے کا حادثہ تہاہل عارقانہ کے تحت بیان فرما
رہے ہیں۔

(۴) رخصت قافلہ کا شور فٹ سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں اُن کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں
(۵) طیبہ سے ہم آتے ہیں کیسے تو جتاں والو
کیا دیکھ کے بیٹا ہے جو واں سے یہاں آیا
(۶) کس بلا کی بے سے ہیں سرشار ہم
دن ڈھلا ہوتے تھیں بھیار ہم
(۷) اِس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو، وہ کیا نہ کرے
مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف سات اشعار پر اکتفا کرنے کی کوتاہی
کا ارتکاب جرم کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ اہل ذوق حدائق
بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۱۸) صَنَعَتِ تَجْنِيسِ کَامِل (تام)

فقہ شامری میں معصوبہ تجنیس ایک دلچسپ صنعت ہے۔ اس صنعت کے ذریعہ شعر کی معنویت میں ایک نئی جان پیدا کی جاسکتی ہے۔ معصوبہ تجنیس کے استعمال سے شاعر کی علمی معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ خصوصاً لغت میں اس کی گہری نظر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ صنعت تجنیس کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً تجنیس تام، تجنیس خلی، تجنیس حرف، تجنیس زائد، تجنیس قلب، تجنیس مرکب، تجنیس ناقص، تجنیس مبالغہ، تجنیس مستونی وغیرہ۔ ان تمام اقسام میں کارکنین کرام کو نڈا لہجہ ہونے اور تجنیس کی صنعت کو آسانی اور اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے صنعت تجنیس کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) تجنیس کامل (تام) اور (۲) تجنیس ناقص پہلے ہم تجنیس کامل (تام) کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں۔

تجنیس کامل یعنی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں مساوی ہوں لیکن دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہوں۔ یعنی وہ دونوں الفاظ تلفظ میں یکساں ہوں لیکن دونوں کا استعمال مختلف معنوں میں کیا گیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۳۳۶)

[Analogy, Play on words which sound the same but have different meanings]

تجنیس کامل کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تجنیس کامل مبالغہ اور (۲) تجنیس کامل

مستونی۔

■ تجنیس کامل مبالغہ = شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی میں مختلف

ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں لفظ بلا ہم ہوں۔ یا بلا فصل

ہوں۔ یا بلا حرف ہوں۔

■ جہنیں کال مستونی = شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو لفظ میں یکساں ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ★ ایک لفظ اسم ہے تو دوسرا فعل یا حرف ہو ★ ایک لفظ فعل ہے تو دوسرا اسم یا حرف ہو۔ ★ ایک لفظ حرف ہے تو دوسرا اسم یا فعل ہو۔

جیسا کہ اقسام میں نہ کیجئے ہوئے صرف دو اقسام ذہن میں رکھیں یعنی جہنیں کال اور تاقص۔ جہنیں کال یعنی دو ایسے الفاظ کا ایک شعر میں استعمال کرنا جو حروف اور اعراب کے اعتبار سے مساوی ہوں لیکن معنی اور مطلب کے اعتبار سے متفرق ہوں۔ مثلاً:-

○ مرہ سالہا لب کے شعر:- (۱) جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

معمرہ ثانی میں پہلی مرتبہ جو لفظ ”حق“ ہے وہ حق کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ”حق“ یعنی فریضہ کے معنی میں ہے۔

(۲) کوئی دن گر زنگانی اور ہے

اپنے ہی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

معمرہ اول میں لفظ اور کے معنی زیادہ اور معمرہ ثانی میں لفظ ”اور“ جدید، الگ، نیا،

دیگر وغیرہ معنی میں ہے۔

○ کمال ہارنی کا شعر ہے:- آغوش ظالم میں سینہ ہی نہ آیا

ناصح کو محبت کا قرینہ ہی نہ آیا

معمرہ اول میں لفظ ”آیا“ کے معنی آنا اور معمرہ ثانی میں ”آیا“ کے معنی جاننا یا معلوم

ہونا ہے۔

○ کمال ہارنی کا شعر ہے:- تو نے سب اپنے کام بگڑ کر بنائے

میری وقا، وہ کام جو بن کر بگڑ گیا

معمرہ اولیٰ میں ”بگڑنا“ بمعنی خفا ہونا ہے اور معمرہ ثانی میں بگڑنا بمعنی خراب ہونا،

ظاہر ہے۔

● سوئی میں سونے کا شعر ہے۔ صاحب نے اس نظم کو آزاد کر دیا

لو ہنگی کہ پھوٹ گئے ہنگی سے ہم
سمرہ دانی میں سونے کا شعر "سلاطین" کے سنی میں اور دوسری مرتبہ "نظامی" کے
سنی میں ہے۔

● تقریباً پانی کا شعر ہے۔ دل تو یوں دل سے ملایا کہ نہ دکھا میرا

اب نظر کے لئے کیا غم نظر ہوتا ہے
سمرہ دانی میں سونے کا شعر "آکھ" کے سنی میں اور دوسری مرتبہ "سیرانی" کے
سنی میں ہے۔

● سیر گلابی کا شعر ہے۔ خاک کر دیں تاجن مشق سے ساری ہستی

پھر اسی خاک کو خاک در جاناں کر دیں
سونے کا شعر "جلا" کے سنی میں۔ دوسری مرتبہ "ناکھ" کے سنی میں اور
تیسری مرتبہ "سلی" کے سنی میں ہے۔

● زبان کو بھلی کا شعر ہے۔ زبان و گوشت کی تان میں کا کچھ لٹکاتا ہے

کہا نہیں ہو کے بھی فحش ہے بھی باغی نہیں ہوئی
سمرہ دانی میں سونے کا شعر "سورج"، "سلاطین" وغیرہ سنی میں اور دوسری
مرتبہ "گنگو" کے سنی میں ہے۔

● فیروز اللغات میں ہے اور سونے کا شعر "بات" کے کمال اور سنی میں ہے۔

منعت جنہیں کمال (نام) تقریباً ہر اردو شاعر کے کلام میں پائی جاتی ہے لیکن کسی
کے کلام میں کم ہے، کسی کے کلام میں زیادہ کم ہے اور کسی کے کلام میں بہت ہی کم ہے۔ علاوہ
اسی ان شعراء اردو ادب کے کلام میں اکثر و بیشتر ایسے شعراء ہیں جن میں منعت جنہیں
کمال کے تحت آنے والا شعر دوسری مرتبہ پلایا جاتا ہے۔ اردو ادب کے تمام شعراء کے دیوان

میں بہت کم ایسے اشعار ملیں گے، جن میں کوئی لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ جیسے کہ مندرجہ بالا اشعار کوٹروی کے شعر میں لفظ ”خاک“ تین مرتبہ آیا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دیوان میں کثرت سے ایسے اشعار ملیں گے جن میں کسی لفظ کو تین یا چار مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا ہو بلکہ حضرت رضا کے دیوان میں ایک شعر صنعت تجنیس کامل کا ایسا ہے کہ جس میں ایک لفظ کو سات مرتبہ الگ الگ معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ شعر ذیل میں پیش ہے۔

● نور و نوب نور و زویج نور و نوح نور و نور

نور مطلق کی کنیز، اللہ دے لینا نور کا

اس شعر میں لفظ ”نور“ کا کل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یہ شعر جگر پارہ و صاحب جان مصطفیٰ سیدۃ النساء، خاتونِ جنت، سیدہ، زہرہ، زابدہ، عابدہ، طیبہ، طاہرہ، قاطرہ، الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ہے۔ شعر میں لفظ نور سات الگ الگ معنوں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ قاطرہ (۲) دوسری مرتبہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی (۳) تیسری مرتبہ سے مراد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم (۴) چوتھی اور (۵) پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۶) چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کا نور اور (۷) ساتویں مرتبہ لفظ نور ہے اس کے معنی ہیں نور ایمان، روشنی، چمک وغیرہ۔ لہذا شعر کے معنی یہ ہوئے کہ سیدۃ النساء خاتونِ جنت نور ہیں اور وہ نور^۲ (نبی) کی بیٹی ہیں اور نور^۳ (علی) کی زوجہ ہیں اور نور^۴ (حسن) و نور^۵ (حسین) کی والدہ ہیں اور نور^۶ (اللہ تبارک و تعالیٰ) کی کنیز یعنی بندی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نور^۷ نصیب فرمائے۔ یعنی ایمان اور ایمان کی چمک دکھانا فرمائے۔ اور نور ایمان کی روشنی سے ہمہ مند فرمائے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”مداائق بخشش“ کے صرف اردو کلام میں سے ماقم الحروف نے ایک سو ستر (۱۷۰) اشعار صنعت تجنیس کامل کے الگ

چھانٹ کر ان میں سے ایک سو تیس (۱۳۰) اشعار کی تشریح کر دی ہے۔ تشریح کیا کی ہے؟
بلکہ تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار صفحات سے بھی زائد کتابی شکل میں
مکتوب مطہر عام پر آ رہی ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ وانشاء حبیبہ جل جلالہ وعلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم) اس کتاب کا نام ”مرقاۃ رضا ودرج مصطفیٰ“ ہے۔ یہ کتاب اوّل تا آخر چار ماہ اور
۱۹ دن میں راقم الحروف نے پور بندرجیل میں لکھی ہے۔ لکھی کیا ہے؟ بلکہ بارگاہ رضا کے
اس ادنیٰ سوالی سے جو درمشرکہ، آقائے نعمت، تاجدار المسد، حضور مصطفیٰ اعظم ہند حضرت
مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ وراحمۃ اللہ علیہ نے لکھوائی ہے۔ قارئین کرام فقیر کی اس تصنیف کی
طرف بھی التفات ورجوع فرمائیں۔ لہذا یہاں پر منعت جنہیں کمال کے تعلق سے مراد
تفصیلی گفتگو نہ کرتے ہوئے بہت ہی اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض خدمت کرتا ہوں۔
کسی ایک شاعر کے صرف اردو کلام میں منعت جنہیں کمال کے ۵۰ سے زائد اشعار پائے
جاتا بہت ہی حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ اور وہ بھی عشق حقیقی میں۔ ہم اپنی کم طبیعت بلکہ بے
علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی سید شوکت کریم دہلوی کہہ سکتے ہیں کہ اردو ادب میں حضرت
رضا کا مقابل کوئی ایسا شاعر پیدا ہی نہیں ہوا جو صرف منعت جنہیں نام (کمال) کے لئے
کثیر تعداد میں اشعار لکھ کر سکے۔ اردو ادب کے گمان میں حضرت رضا جیسے ادیب دور دیہ و
گمان سے دور ہے۔ حضرت رضا نے کئی اشعار میں منعت جنہیں کی دو دو اور تین تین مثالیں
دی ہیں۔ کئی اشعار میں ایک لفظ کا تین اور چار مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ کچھ مثالیں قارئین
کی خدمت میں پیش ہیں۔

● جنت ہے ان کے جلوہ سے جو پائے رنگ و بو

لے گل، ہمارے گل سے ہے گل کی سال گل

اس شعر میں لفظ گل کا چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ چاروں مرتبہ لفظ گل الگ الگ
معنی کا حامل ہے۔ (۱) گل مرتبہ بمعنی پھول (۲) دوسری مرتبہ میں مراد ہے محبوب یعنی
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔ (۳) تیسری مرتبہ بمعنی سال یعنی جنت
اور (۴) چوتھی مرتبہ بمعنی رونق، چمک، نور و عظمت وغیرہ۔

● وہ رضا کے فیض کی مار ہے کہ عدد کے سینہ میں غار ہے
کے چارہ جوتی کا دار ہے کہ یہ وار دار سے پار ہے
اس شعر میں لفظ وار میں مرتبہ الگ الگ معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ جوصل
دوسری مرتبہ رقم اور تیسری مرتبہ بھرتا کے معنی میں ہے۔

● میں غار حیرے کام پر، ملی ہوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہاں ہے جس کا کہاں نہیں
اس شعر میں لفظ "سخن" اور لفظ "بیان" کا دوسرا مرتبہ الگ الگ معنی میں مستعمل کیا گیا
ہے۔ پہلی مرتبہ جو لفظ سخن ہے اس کے معنی "گفتگو" اور دوسری مرتبہ "اعتراض" ہے۔ اسی
طرح پہلی مرتبہ جو لفظ بیان ہے وہ "خطبہ اور تقریر" کے معنی میں ہے اور دوسری مرتبہ
"وضاحت" اور "بیان کرنا" کے معنی میں ہے۔ اس شعر میں دو مجہیزات ہیں۔ ایک سخن اور
سخن سے اور دوسری بیان اور بیان سے۔

● ترا قد مہارک گھنیم رحمت کی ڈالی ہے
اُسے بول کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے
پہلی مرتبہ لفظ ڈالی کے معنی "شاخ" ہیں اور دوسری مرتبہ "بونا" یا "ڈالنا" ہے۔
● قروں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا لگا ہوا گیا
پہلی مرتبہ لفظ بدلی کے معنی "تبدیلی" یا "ایک شخص کے کام پر دوسرے کا جانا" ہے۔
دوسری مرتبہ جو لفظ ہے بدلی وہ "بادل کا کھڑا" کے معنی میں ہے۔ لفظ بادل بادل کی اسم صغیر ہے۔
● مصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار
عاصی پڑے رہیں تو ملا عمر بھی کی ہے
پہلی بار لفظ بار کے معنی "مرتبہ" ہیں اور دوسری مرتبہ جو لفظ بار ہے اس کے معنی
"موت" ہیں۔

چند اشعار بغیر کسی وضاحت کے درواں درواں پیش خدمت ہیں:-

میں تو کیا ہی پاؤں کہ بندہ ہوں شاد کا
پے لکھ جب ہے کہ وہی اگر وہ جناب ہوں
ظہر کا عرش بٹے دیکھ کے وہ ہلوا گرم
آپ فارسی ہو مگر آئینہ دار فارسی
مگر سبکی کا ہوں سبکی نہ کوئی کا پاسا
خود بجا جائے گیا مرا چیتا تیرا
اے منشا خاک کو تم خاک نہ کہے
اس خاک میں دفن وہ ہلا ہے ہانا
اس میں دیم ہے کہ تم اس میں جم جے کہ ہلی
کوئی کڑ میں دیم کی طرح تم تم نہیں
سوچن وہ ہے جو آن کی عزت پر سے دل سے
عظیم بھی کرتا ہے نہی تو میرے دل سے
بہر سرف دہری، سرف دے ہے خود سری
جہ حق میں کن چیز ہامنا کے واسطے
قاف نے سوئے طیب کر آملی کی
شکل آسان الی سری تھاں کی
ہیں طاغ کریں معروض کہ اک ہم ہے
اس سے پہل ہے قاتل نے کیا کیا ہے
گور میں عالم شیب، مال شیب کہ نہ پوچھ
گلشن باغ نور کی اور ہی کہ افسان ہے
مار و باب ہے کہ گنگہ بہر اس ہوتے ہیں ہل جس سے
گلاب گلشن میں دیکھ بلبل، بدکہ گلشن گلاب میں ہے
قتا حق ہے مگر اس شوق کا اللہ والی ہے
جو ان کی راہ میں چلتے وہ جان اللہ والی ہے

تیری قضا علیہ احکام دی الجلال
 تیری رضا علیہ قضا و قدر کی ہے
 آئی بدعت چھائی طاعت رنگ بدلا نور کا
 ہر سنت ہر طاعت لے لے چلا نور کا
 گیمو دھڑ لام الف کر دو بلا حصر
 لا کے ۛ ۛ لا تم پہ کروڑوں درود
 سب سب ہر سب سب سب سب سب
 طاعت جملہ طاعت پہ لاکھوں سلام
 رمل و ملک پہ درود ہو، وہی جانے ان کے شمار کو
 مگر ایک ایسا دکھا تو دو، جو شفیق روز شمار ہے
 انبیاء کو بھی اجل آتی ہے
 مگر ایسی کہ فقط آتی ہے
 ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ مگر لجاؤں ہم
 کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

یہ تو صرف بطور نمونہ چند اشعار پیش کئے ہیں۔ ان اشعار میں کیا خوبی ہے، مضمون کی
 کتنی گہرائی ہے، قرآن و حدیث کی کس طرح کی ترجمانی ہے، عشق رسول کا کیسا جذبہ
 لافانی ہے، ان تمام خاص سے کامل طور پر آشنا ہونے کے لئے فقیر سراپا قصیر کی تصنیف
 ”عرقانِ رضا و مدحِ مصطفیٰ“ کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں کل ۱۱۱ اشعار کتب معتبرہ کے
 حوالے دیئے ہیں۔ ۱۳۰ اشعار کی تشریح ایک ہزار صفحات سے بھی زیادہ پر مشتمل ہے اور
 تقریباً دو ہزار سات سو پچاس (۲۷۵۰) حوالے قرآن، حدیث، کتب سیر و تاریخ،
 تصانیف احمدیہ، کتب لغت و غیرہ سے نقل کئے گئے ہیں۔

(۱۹) "صَنَعَتْ تَجْنِيسُ نَاقِصٌ"

شعر میں ایسے دو الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف میں یکساں ہوں لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں الفاظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔

[Resemblance, Pair of words whose initial letters only are different]

○ جگر آہاں کا شعر ہے۔ ادھر میرا دل تڑپ رہا ہے، تڑپ جاتی کی جھنجھ میں
ادھر مرے دل کی آرزو میں گل رہا ہے شہاب تیرا
اس شعر میں لفظ ادھر اور ادھر باقبا حروف مساوی ہیں لیکن اعراب میں جدا گانہ ہیں۔

○ جگر آہاں کا شعر ہے۔ ادھر دامن کسی کا مہلا کر بھٹل سے اٹھ جانا
ادھر نظروں میں ہر ہر چیز کا بیکار ہو جانا
اس شعر میں بھی ادھر اور ادھر کے الفاظ ہیں۔

○ تاکل پہاڑی کا شعر ہے۔ ادھر منہ پھیر کر دُعا کرتے ہو، ادھر دیکھو
مری گردن پہ تہجر کی روٹنی دیکھتے جاؤ
اس شعر میں بھی ادھر اور ادھر کے الفاظ باقبا حروف مساوی لیکن باقبا اعراب
تفرق ہیں۔

○ غلام پہاڑی کا شعر ہے۔ ادھر وفا کو گم ہے کہ دل لہو نہ ہوا
ادھر ستم کو شکایت کہ قدر داں نہ ملا
اس شعر میں شاعر نے اعراب کے فرق سے ادھر اور ادھر لفظوں کا استعمال کیا ہے۔
○ میر گڑھی کا شعر ہے۔ اس کی ٹھکانہ نے پھیرا کچھ اس طرح
اب تک اچھل رہی ہے رگ جہاں آرزو

اس شعر میں لفظ اُس اور اس کا باقہ جانیس استعمال ہوا ہے۔

○ نہیں ہوئی کبھی لاخیر ہے۔ اور لے گا بھی تو اس طود کہ کچھ نہ ہو گے

اُس گزری اسے دل آلودہ کہاں جاوے گے

اس شعر میں بھی لفظ اس اور اس کا استعمال کیا گیا ہے۔

○ کل پہ پہلی لاخیر ہے۔ تذکرہ عنوان نہ حرف مطلب، اِدھر غوغائی اِدھر لٹاؤں

تو پھر یہ انسان محبت زباں زبواں و عام کیوں ہے

اس شعر میں شاعر نے مساوی حروف اور حترق اعراب سے لفظ اِدھر اور اُدھر کا

استعمال کیا ہے۔

اردو ادب کے کچھ معروف مصنفین کے شعراء کے اشعار میں یہ بلا اور مثال پیش

کئے ہیں۔ حالانکہ اس صنعت میں شعراء اردو ادب کے دیوان میں بہت ہی کم اشعار پائے

جاتے ہیں۔ کسی کے دیوان میں پانچ، کسی کے دیوان میں سات یا آٹھ دس کی گیل تعداد

میں اشعار پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں زیادہ تر اشعار میں اِدھر-اُدھر، اِس-اُس

کے الفاظ ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ گویا کہ اس صنعت کی مثال میں شعر کہنے کی رسم

وراثت بھراؤنا کی گئی ہو یا محسوس ہو رہا ہے کیونکہ کسی بھی شاعر کے کلام میں اس صنعت

کی مثال کے اشعار میں الفاظ کی ہڈت اور تباہی نہیں پایا جاتا۔ قریباً تمام شعراء اِدھر اور

اُدھر یا اِس اور اُس کے محدود دائرے میں مقید کر اِدھر سے اُدھر تک کی حد میں اِس یا اُس

کدے تک ہی قہمی نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے اس صنعت میں ہڈت

الفاظ کے حسن کو نگاہ رکھ کر تمام شعراء اردو ادب پر اپنی نظر لادی حقیقت قائم کر دی ہے۔

جیسا کہ اورانی ساہو نے ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

دارفنون کی یہ شان اور کمال ہے کہ آپ نے ادب کی جس صنعت کی طرف التفات فرمایا

ہے اس صنعت کو اچا کر فرمادیا ہے۔ ذریعہ بحث صنعت میں مثالی اشعار کی سخت قلت محسوس ہو

رہی ہے اور جو اشعار پائے جاتے ہیں وہ بھی اِدھر-اُدھر یا اِس-اُس کے الفاظ سے اِدھر

سے آخر ہر ہے یہی اور ہر حرف الفاظ کا کیمتر اور ان ہے۔ ایسی اجڑی ہوئی صنعت پر بہار
کام کر کے حضرت صفائے ثن و ادب پر احسان کیا ہے۔ کچھ اشارہ پیش خدمت ہیں:-

○ حرف عذاریہ کی دو طرز لکھنے کے ہیں:-

(۱) حرف عذاریہ کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جیل کا
کوئی تھوڑا سا ہوا ہے۔ نہ دیکھا تھا، تیرے خالق حسن و ادا کی قسم
اس شعر میں عذاریہ کے سی اطلاق اور لفظ خلق کے سی عذاریہ ہے۔ خلق اور خلق
حروف کے اعتبار سے مساوی ہیں لیکن اعراب میں حرق ہیں۔

(۲) جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی

ایک کا ہیں کا تہا نا طار کی

اس شعر میں ذریہ اور حق کے فرق سے لفظ ان اور ان ایک سی میں ہو گئے۔

(۳) عالمی علم " عالمی " ہیں حضور

آپ سے کیا مرض حاجت بکھ

اس شعر میں لفظ عالم = جانتے والا اور لفظ عالم = جہاں دیا ہے۔

(۴) سونے کو تانیں جب بکھیلے ہو یا بکھیلے

کیا کام جہنم کے دھڑے کو گھرے دل سے

اس شعر میں لفظ بکھیل = سونا، بکھل اور لفظ بکھیل = جڑ، برکت، کدورت وغیرہ ہے۔

لفظ بکھیل اور بکھیل حروف کے اعتبار سے یکساں ہیں لیکن اعراب میں جہاں گاہ ہیں۔

(۵) حق نصرت نہ کر نہ اسلام سب چ حرف

کالر اچھے کی ہے نہ اچھے کی، آخر کی ہے

اس شعر میں حضرت رضاعی نے اعراب کے تفاوت سے اچھے اور اچھے اور اچھے

ایک مصرعہ میں استعمال فرما کر کمال کدیا ہے۔ اچھے = یہاں (Here)، اچھے = وہاں

(There) اچھے = جچ میں (Hing or Suspended) ہے۔

(۶) سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے مٹھی خیند ہے، تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر کے مصرعوں میں لفظ سونا = زر طلا (Gold) واؤ مجہول کے ساتھ ہے۔ دوسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے اس میں واؤ معروف ہے اس کے معنی ہیں ویران اور سنسان۔ تیسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے وہ واؤ مجہول کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں خیند لہنا یا خیند کرنا۔ (Sleep)

(۷) اسی طرف روضہ کا نور، اُس نسبت جبر کی بہار

بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

اس شعر میں لفظ اس اور اس حروف میں مساوی اور اعراب میں متفرق ہیں۔

(۸) اک ترے رخ کی روشنی جھن ہے دو جہان کی

اُس کا اُس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

اس شعر میں جو لفظ اُس ہے اس کے معنی ”انسان۔ آدمی“ ہے اور لفظ اُس کے معنی

بھردی، پیار، رغبت، میل جول وغیرہ ہے۔ زیر اور پیش کی علامت اعراب نے معنی میں عظیم فرق کر دیا ہے۔

(۹) کس سے کہے کیا کیا کیا ہو گیا

خود ہی اپنے پر ملامت کیجئے

اس شعر میں پہلی مرتبہ جو لفظ کیا ہے وہ کلمہ استفہام ہے جس کے معنی چہ، آیا، خواہ، کس

قدر، کتنا وغیرہ ہیں۔ دوسری مرتبہ جو لفظ کیا ہے اس میں حرف کاف کسور ہے یعنی حرف کاف

کے نیچے زیر کی علامت ہے۔ وہ لفظ تالیف فعل ہے اور اس کے معنی ہے کرنا، عمل کرنا، کیا ہوا کام وغیرہ ہیں۔

(۱۰) اُدھر سے بیم قاضی آتا، اُدھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال دہیت کا سامنا تھا، جمالِ درخت اُبھارتے تھے

اس شعر میں لفظ اُدھر اور اُدھر حروف میں یکساں لیکن اعراب میں الگ الگ ہیں

حکمرانوں کے اختیار میں ہدایت الفاظ کے تلف سے قارئین کرام شیخ محفوظ اور ہے ہوں گے

| | | | |
|--------------|------------------|---------------|--------------------|
| شعر نمبر (۱) | خلق اور خلق | شعر نمبر (۲) | ان اور ان |
| شعر نمبر (۳) | عالم اور عالم | شعر نمبر (۴) | میل اور میل |
| شعر نمبر (۵) | ادھر اور ادھر | شعر نمبر (۶) | سوتا سوتا اور سوتا |
| شعر نمبر (۷) | اس اور اس | شعر نمبر (۸) | اُس اور اُس |
| شعر نمبر (۹) | کیا، کیا اور کیا | شعر نمبر (۱۰) | اُدھر اور اُدھر |

الفاظ کا استعمال فرما کر ہدایت الفاظ کے حسن سے اس صنعت کو جس کی کیا ہے علاوہ انہی ایک اور کمال یہ ہے کہ شعر نمبر ۶، ۸ اور ۹ میں صنعت تینیس ناقص کے ساتھ ساتھ صنعت تام (کامل) بھی ہے۔ ایک شعر میں اس طرح دو صنعت کو جمع کرنا یہ حضرت رضا کا کمال اور الوکھا پن ہے۔ صنعت تینیس ناقص میں حضرت رضا بریلوی کے تئیں سے بھی زائد اشعار پائے جاتے ہیں اور ان میں مضمون کی گہرائی، الفاظ کی ہدایت کی زیبائی، فن و ادب کی اعلیٰ معیاری اور عشق رسول کے سوز و گماں کی بے مثال پائی جاتی ہے۔

(۲۰) صَنْعَتِ مُرَاعَاةِ النَّظِيرِ

یعنی شعر میں ایسی کئی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں باہم مناسبت ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۳) اس کو رعایت نظری بھی کہتے ہیں یعنی ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں آپس میں تضاد نہ ہو اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہو۔ مثلاً جن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل کا ذکر کرنا اس کو صنعت نظریں بتاسب اور اتفاق بھی کہا جاتا ہے۔

[Indulgent, Compliant]

○ مرزا غالب کا شعر ہے۔

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس شعر میں کا صدمہ، بھلا، آنا، بگھٹنا، جواب و غیرہ میں آپس میں تناسب ہے، تضاد نہیں۔

● گلیل بہاؤنی کا شعر ہے۔ نہ ساغر ہے، نہ چاند، نہ ساقی ہے نہ مٹانہ

گلیل اب چند اٹھکوں پر گزارا کر رہا ہوں میں

اس شعر میں ساغر، چاند، ساقی اور مٹانہ میں آپس میں مناسبت ہے، تضاد نہیں۔

● نیشہ وریں کا شعر ہے۔ شمع نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ

چنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

اس شعر میں شمع، انجم، چراغ، محفل میں آپس میں مناسبت ہے۔ تضاد نہیں۔

● ماہِ اقبال کا شعر ہے۔ نہ باد ہے، نہ صراقی، نہ دور چاند

نہ لگا ہے رنگین ہے بزمِ مٹانہ

اس شعر میں باد، صراقی، چاند، مٹانہ میں اور رنگین و بزم میں آپس میں تناسب ہے۔

● اسغر کھڑکی کا شعر ہے۔ نہ یہ شیشہ، نہ یہ ساغر، نہ یہ چاند ہے

جان مٹانہ تری زمیں مٹانہ ہے

اس شعر میں شیشہ، ساغر، چاند، مٹانہ میں آپس میں مناسبت ہے۔

● کالی بہاؤنی کا شعر ہے۔ حیرے بغیر داغ میں پھول نہ گل کے فُس کے

کوئی بہار کی سی بات اب کے بہار میں نہیں

اس شعر میں داغ، پھول اور بہار کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں میں مناسبت

ہے، تضاد نہیں۔

● جگر مراد آبادی کا شعر ہے۔ سبھائے کون، ہلکی غفلت، فساد کو

محدود کر لیا ہے جن تک بہار کو

اس شعر میں ہلکی، جن اور بہار کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں مناسبت ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ کلام کو مذہبی اعتبار سے نہیں بلکہ فن

وادی کی حیثیت سے دیگر شعراء اور ادیب کے مقابلے میں جس حیثیت سے
 ان کے ہونے پر دنیا میں ہوتا ہے تمام شعراء اور ادیب ان میں سے کہ ان کی طرف سے ادیب
 کی جو خوبی پیدا ہو کر کے وہ حضرت رفا کے مقابلے میں کہیں سے کہیں ایک خاصیت پیدا
 کر دیا ہے۔ حضرت رفا کے کام میں جو طبعی عقل، حسن و حسن، انوکھا پن اور عقل
 ہے وہ دیگر شعراء کے کام میں نہیں ہے۔ ہمارے ہمارے کی صداقت کی صداقت سے
 دلی شہادت سے ان کی کمال ہونے کی۔

• حضرت رفا کے بارے میں •

(۱) شاعر کا معنی وہ ہے جو شعر میں
 عقلی زور سے کل مغزوں قدرت کی کیا ہوگی شاعر
 اس شعر میں شاعر، عقل، زور، کل، مغزوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح
 کام، ذہن، جسم، روح، ادب میں ان کی صاحب ہے۔ صرف ایک شعر میں حضرت رفا
 نے انہیں میں صاحب رکھے وہی کل میں جو وہ انہیں کر کے صاحب و طاقت کی اپنی
 حال میں ہے۔

(۲) یہی میں طبعی عقل، عقل، عقل
 عقلی، عقل، عقل، عقل ہے ہکا حیرا
 اس شعر میں میں عقل، عقل، عقل، ہکا، ہکا، ہکا میں صاحب ہے۔ ہکا، ہکا، ہکا
 حضرت رفا نے اس شعر میں یہی، عقلی، عقلی، عقلی اور عقلی کا بار بار دہرا دہرا کر کے
 رعایت عقل کی دلیل بھی ہے۔

(۳) کار و بار میں عقل، عقل، عقل، عقل، عقل
 بار و بار میں ہے تو ہی کل عقلی شاعر

اس شعر میں آپس میں مناسبت رکھنے والی چھ چیزوں کا صرف ایک مصرعہ میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ چھ چیزیں باغ، گل، ٹھنڈی جڑ، پتی اور شاخ ہیں۔

(۴) سرتا بقدم ہے تن سلطان زن پھول

لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

اس شعر میں سر، قدم، تن، لب، دہن، ذقن اور بدن کا ذکر ہے۔ ان تمام کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تناسب ہے۔ تضاد نہیں۔

(۵) انہیں کی بڑا پے سن ہے، انہیں کا جلوہ جن جن ہے

انہیں سے گلشن مک ہے ہیں، انہیں کی رگت گلاب میں ہے

اس شعر میں بڑا، پے، سن، گلشن، مک، رگت، گلاب کا تباہ تناسب ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) نہا کے نہروں نے وہ چمکا لباس آب رواں کا پیرتا

کہ موہیں پھریاں تھیں دھار پکا حباب تاہاں کے قفل کئے تھے

اس شعر میں نہر، آب (پانی)، دھار، حباب (بلبلہ) اور موج میں آپس کی مناسبت بیان کی گئی ہے۔

(۷) جہاں میں جن، جن میں سن، سن میں بھین، بھین میں دہن

سزائے محن پہ ایسے فن، یہ امن واماں تمہارے لئے

اس شعر میں جہاں، جن، سن، بھین اور دہن کا ذکر ہے۔ جن میں مناسبت ہے تضاد نہیں۔

(۸) یہ سن، یہ سون دیا سن، یہ بخشہ سنہلی نہیں

گل دروہ دلالہ بھرا جن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اس شعر میں سن، سنہلی، سون، گل، دلالہ، بھرا، جن، جلوہ کا تباہ تناسب ذکر کیا گیا ہے۔

● سنہلی Spikenard ● نترن White Rose ● گل Flower ● سر Cypress ● لالہ ● بخشہ Violet ●

Red Flower • جزا Marygold • جس Partene کا ذکر کیا گیا ہے۔ کل کیا رہا چھوٹا
آپس کی مناسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۹) وہی آنکھ ان کا جو منہ لگے وہی لب کہ جس میں نعت کے

وہی دل جو ان کے لئے جگہ، وہی سر جو ان پر خار ہے

اس شعر میں آنکھ، منہ، لب، دل اور سر کا ذکر ہے۔ جن میں آپس کی مناسبت ہے۔

(۱۰) نظراں میں سے دو چار ہے، دہان میں بھی خار ہے

جب اس کے گل کی بہار ہے، کہ بہار بلی زار ہے

اس شعر میں چمن، گل، بہار اور بلی کا ذکر ہے۔ جن میں آپس کی مناسبت ہے،

تضادیں۔

منعت ہر اعات الخیر میں گار نہیں تے دیگر شعراء نے اردو ادب کے اشعار کو ملاحظہ

فرمایا اور حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ دار الضمان کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائے۔ لیکن

حضرت رضا کے اشعار کے مقابلے میں دیگر شعراء کے اشعار پچھلے معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت رضا کے اشعار میں جو فصاحت و بلاغت، رمل و تسلسل، روانی و شائستگی، رعایت

لفظی، مضمون کی بلندی، عشق کی پاکیزگی، عنوان کی صمیمی اور ہمدردی کا لہجہ کی جوتوری ہے

و دیگر شعراء کے کلام میں نہیں۔ خیریت کی بات تو یہ ہے کہ دیگر شعراء شری قیود و بند سے آزاد

ہوں عشق کا لہجہ میں اپنے گم کو ہے کام اور بے قابو چلانے کے باوجود اپنے کلام میں جو

رہنمائی، روحانی اور حسن پیدا کر کے وہ سب حضرت رضا نے شریعت کی حد بندی میں رہتے

ہوئے اپنے کلام میں عشق میں ایسے حسن اسلوبی سے بیان فرمایا کہ بڑے بڑے ادباء اور

نقاد کے سر پر قائم ہو گئے اس منعت میں حضرت رضا کے اشعار بیگنوں میں ہے۔

(۲۱) "صَنَعَتْ تَرْصِيعُ"

شاعری کی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہوں (غیر وزن اللغات صفحہ ۲۵۵)۔ یعنی شاعر یہ شعر کہے کہ جس شعر کے دوسرے مصرعہ کے تمام الفاظ پہلے مصرعہ سے ہم وزن ہوں۔ خلاصہ نام تیرا ہے زندگی میری، ہم کی تیری۔

[Both hemistich of distich (prose) consisting of similar rhyme]

ذکورہ بالا شعر بطور مثال پیش کیا ہے، اس کے دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ ہم قافیہ

ہیں۔ چھپے کہ :-

| | | | | |
|----------------|------|------|-------|-------|
| نام | تیرا | ہے | زندگی | میری |
| دوسرا مصرعہ :- | کام | میرا | ہے | ہم کی |

ذکورہ تقسیم سے قارئین کرام ابھی طرح تفہیم کر چکے ہوں گے کہ پہلے مصرعہ کے تمام

الفاظ دوسرے مصرعہ سے ہم قافیہ ہیں۔ یہ ایک عجیبہ وادار بہت شکل صنعت ہے۔

● ہر ذائقہ کے دیوان کی رائج الحروف نے اول تا آخر اور اسی گردانی کی کہ شاید چہ

اختیار بطور مثال پیش کرنے کو مل جائیں لیکن پورے دیوان غالب میں صنعت ترصیع کی

مثال میں ایک بھی شعر نہ ملا اور اسی گردانی کی علت ضائع ہوئی۔

● گلشن بہار کی کاغذ و دیوان "کلیات گلشن" شروع سے آخر تک ہم نے دیکھا لیکن

گلشن صاحب نے اس صنعت کو ناقابل اختیار سمجھ کر شاید اس کی طرف التفات نہیں کیا

کیونکہ گلشن بہار کی کہ کام میں بھی صنعت ترصیع کا کوئی شعر نہیں پایا جاتا۔

● لیکن احمد نقی، قادی بہار اور جگر مراد آبادی کے دیوانوں کو سرسری نظر سے دیکھا کہ

شاید ان کے کلام میں اس صنعت میں ایک آدھ شعر ہو لیکن ہم کو ایک بھی شعر نظر نہیں آیا۔

تا کہ بطور مثال اس شعر کو پیش کیا جائے۔

| | | | | | | | | |
|------|-----|----|------|-----|-----|-----|-----|----|
| بامر | ہیں | یہ | بھیر | ہیں | اہل | وفا | ہیں | یہ |
| قادر | ہیں | یہ | قدیر | ہیں | اہل | حق | ہیں | یہ |

اس شعر کے معرودہ اولیٰ کے تمام الفاظ معرودہ ہائی سے ہم قافیہ ہیں۔
منعوتہ صبح میں صبح عدا کے افسانہ۔

حضرت رضا علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دو فیض خاص تھا کہ جہاں
 بڑے بڑے علماء، فضلا اور اربابِ آراء کے فوک جاتے ہیں۔ وہیں سے حضرت رضا چلتا شروع
 کرتے ہیں۔ یعنی علم و ادب کے کسی معاملہ میں ماہرین زمانہ کے علم کی جہاں انتہا ہوتی ہے
 وہیں سے حضرت رضا کی ابتداء ہوتی ہے۔ منعوتہ صبح میں جہاں اردو ادب کے صف
 الاول کے شعراء کے دیوان وائے عمر دی کی آدھ بکا میں شہک ہیں۔ وہیں حضرت رضا کا تعقیب
 دیوان اس منعوتہ کے کئی اشعار مثال میں پیش کرنے کے لئے سرگرم ہے۔ چند اشعار پیش
 خدمت ہیں:

○ ”دھارے چلے ہیں صلا کے وہ ہے قطرہ تیرا بہارے کھلے ہیں صلا کے وہ ہے ذرہ تیرا“
 اس شعر کے معرودہ اولیٰ کے تمام الفاظ معرودہ ہائی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں قابل
 الفاظ کا ذکر فرمائیں:

| | | | | | | | | |
|-------|-----|-----|-----|----|----|----|------|------|
| دھارے | چلے | ہیں | صلا | کے | وہ | ہے | قطرہ | تیرا |
| دھارے | چلے | ہیں | صلا | کے | وہ | ہے | قطرہ | تیرا |
| دھارے | چلے | ہیں | صلا | کے | وہ | ہے | قطرہ | تیرا |

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:

”سب سے اولیٰ دہائی ہمارا بھی سب سے بالا دہائی ہمارا بھی“

اس شعر کے معرودہ اول کے تمام الفاظ معرودہ ہائی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں قابل

| | | | | | | |
|----|----|-------|---|------|-------|----|
| سب | سے | اولیٰ | د | ہائی | ہمارا | ہی |
| سب | سے | اولیٰ | د | ہائی | ہمارا | ہی |
| سب | سے | اولیٰ | د | ہائی | ہمارا | ہی |

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”کسکی ہوئی نظر میں ادا کس بحر کی ہے + جیتی ہوئی جگر میں صدا کس گھر کی ہے۔“

اس شعر کے تمام الفاظ مصرعہ اول ہم قافیہ ہیں مصرعہ ثانی سے:

پہلا مصرعہ: کسکی ہوئی نظر میں ادا کس بحر کی ہے

ہم قافیہ: جیتی ہوئی جگر میں صدا کس گھر کی ہے

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا + تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے یاسا تیرا۔“

اس شعر میں مصرعہ اولی کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ تقسیم ملاحظہ فرمائیں:-

پہلا مصرعہ: تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا

ہم قافیہ: تو ہے وہ غیث کہ ہر غیث ہے یاسا تیرا

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”انفیا لچے ہیں در سے وہ ہے بازار تیرا + انفیا لچے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا۔“

اس شعر میں بھی مصرعہ اولی کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں

قابل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

پہلا مصرعہ: انفیا لچے ہیں در سے وہ ہے بازار تیرا

ہم قافیہ: انفیا لچے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

حضرت رضا ربیلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں کل

ستائیس (۲۷) اشعار صنعت ترصیح میں پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کو بھی حضرت رضا کی

ذات گرامی پر ناز اور فخر ہوگا کہ ایسا ماہر فن، اردو ادب کی پاسداری کر رہا ہے۔

(۲۲) "صَنَعَتْ مُقَابِلَةً"

شعر میں پہلے چار ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ مواقت رکھتے ہوں۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد پھر ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو اول الذکر کے احضار ہوں۔
[Confrontation of words]

○ مرزا کا لب کا شعر ہے۔ غلت کدے میں میرے شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل عمر سو غموش ہے
اس شعر میں غلت کدے اور شب غم کا مواقت ہے۔ اسی طرح غم اور جوش میں بھی مواقت ہے۔ پھر ان الفاظ کے مقابلے میں معروضہ جہلی میں چار الفاظ اسی طرح ہیں۔
غلت کے مقابلے میں شمع، شب کے مقابلے میں عمر اور جوش کے مقابلے میں غموش۔
○ کلیں بہارنی کا شعر ہے۔ ہو کر مجھ کو گلشنِ جنت سے ہے نیاز
دورخ کے ہے پناہ فرماؤں پہ رقص کر
اس شعر میں مجھ کے مقابلے میں رقص، گلشن کے مقابلے میں شہر ہے، جنت کے مقابلے میں دورخ اور ہے نیاز کے مقابلے میں ہے پناہ کے الفاظ معوجہ مقابلے کے قوت لائے گئے ہیں۔

○ جگر تلخ آبادی کا شعر ہے۔ نظر آتے ہیں کہ قلعے سے شب غلت کے دامن میں
گلشنِ کلی کی جب تہریں ہو جاتی ہے روزن میں
اس شعر میں نظر آنا کے مقابلے میں تہریں ہونا، غلت کے مقابلے میں کلی اور دامن کے مقابلے میں روزن ہے۔

○ آئی بہارنی کا شعر ہے۔ حاصلِ طم ہر جمل کا عرقاں ہوا
مر مر حاصل سے سیکھا کے ناداں ہوا

اس شعر میں جمل کے مقابلے میں عرفاں اور عقل کے مقابلے میں ناداں ہے۔
● جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- حسن ازل تو آج بھی بے پردہ ہے مگر

نظارہ کے جھوم نے مستور کر دیا

اس شعر میں حسن کے مقابلے میں نظارہ اور بے پردہ کے مقابلے میں مستور ہے۔

اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء کے اشعار میں معصیت مقابلہ کی مثالیں کافی تعداد میں ہیں لیکن ان میں کی اکثر مثالیں عشق مجازی کے ذریعہ مراد و اصل، شب اور دن، قلاب اور بے نقاب، حسن اور عشق، وغیرہ میں ابھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ایک رسم وروایتی طرز سے غم عشق اور الم جگر کا اظہار کرنے میں شعراء کی اکثریت ایک ہی پٹری کی گاڑی کی طرح چلتی نظر آتی ہے۔ ایک ہی بات متفرق انداز میں مسموٰی سی تہذیبی الفاظ سے بیان کی گئی ہے اور مکرر سکر ایک ہی بات سے مضمون کی لذت کی مرغوبیت پر قرار نہیں رہتی۔ ایک ہی کھانا الگ الگ برتنوں میں پر دسا گیا ہوا یا لگا ہے۔ لیکن امام عشق و محبت حضرت رضا علیہ علیہ الرحمۃ وارضوان کے کلام میں عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ، رنگ، شاداب اور میکتے الفاظ کے پھولوں کی خوشبو روح ایمان کو محفل کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں مضمون کی ہفت اور تشیل کی جدیدیت دل کو ایسی بھاتی ہے کہ کیف و سرور کا سماں بندھ جاتا ہے۔ چہ اشعار پیش خدمت ہیں:-

● حضرت رضا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

(۱) خوار و پیار و خطاوار و گنہگار ہوں میں

راغ و نافع و شافع لقب آکا تیرا

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں خوار، پیار، خطاوار اور گنہگار کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آپس میں موافقت ہے۔ پھر مصرعہ ثانی میں ان اقول الذکر کے تضاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ خوار کے مقابلے میں نافع یعنی بلند کرنے والا، اٹھانے والا کا استعمال کیا گیا ہے۔ پیار کے مقابلے میں نافع یعنی فائدہ مند یا نفع دینے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔ خطاوار اور گنہگار کے

مقابلے میں شائع یعنی قصائد کرنے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حسن یوسف پہ کشیں مصر میں انجست زباں

سر کھاتے ہیں حیرے نام پہ مرادان عرب

اس مصر میں مصرہ اولیٰ میں حسن یوسف، ملک مصر، اور مصر کی عورتوں کی انگلیوں کا کٹا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مصر میں واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب مصر کی عورتوں نے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا جمل و حسن دیکھا تو عالم حیرت میں آکر بے ساختہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ اس اعتبار سے یہ شعر صنعت شکائی بھی شمار ہوتا۔ صنعت مقابلہ میں حضرت رضا کا یہ شعر اپنی ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ کیونکہ مصرہ اولیٰ کے تمام الفاظ کے مقابلے میں مصرہ ثانی میں الفاظ لائے گئے ہیں اور دونوں مصرعوں کے الفاظ میں ایسا قائل کیا گیا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین، صد آفرین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ مندرجہ ذیل شعر قائل ملاحظہ ہو۔

”تقابلی نقشہ“

| مصرہ اولیٰ | مصرہ ثانی |
|-----------------------------------------------------------|-----------------------------------------------------------------------------|
| (۱) حسن یوسف۔ یعنی حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہونا۔ | (۲) تیرا نام۔ صرف نام پر بتا دینا ہے محبت قربان ہونا۔ |
| (۲) کشیں۔ یعنی بے ساختگی میں صرف ایک مرتبہ کٹ گئیں۔ | (۲) کھاتے۔ یعنی قصداً اور بار بار اپنے دل کے ارادے سے کھاتے ہیں۔ |
| (۳) مصر میں۔ یعنی انگلیاں کٹنے کا واقعہ مصر میں واقع ہوا۔ | (۳) عرب۔ یعنی تمہارے نام پر ہمیشہ اپنے سر کھاتے کہ قصائد عرب میں لکھتے ہیں۔ |

| | |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| (۴) انگلیاں۔ مصر کی عورتوں نے حسن یوسف پہ اپنی انگلیاں کاٹیں۔ اور صرف ایک مرتبہ۔ | (۴) سر۔ ملک عرب کے جوانمردوں نے نام مصطفیٰ پہ اپنے سر کٹوائے۔ ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ۔ |
| (۵) زناں۔ مصر میں حسن یوسف کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ دینے والی عورتیں تھیں اور عورتیں بائیس انگلی ہونے کی وجہ سے کسی سے بہت جلد سناٹا اور فریفتہ ہو جاتی ہیں۔ | (۶) مرداں۔ ملک عرب میں نام مصطفیٰ پر اپنے سر کٹانے والے ذی شعور اور دانشمند مرد تھے۔ جو کامل انجیل ہونے کے باوجود قصداً اور ارادۂ قربان اور شہر ہوتے ہیں۔ |

مذکورہ شعر کے ضمن میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن مضمون کی طوالت کا لحاظ کرتے ہوئے تفصیلی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں فن و ادب، عشق و محبت اور فصاحت و بلاغت کے بیش بہا جواہرات کی لری لقم فرمائی ہے۔ اردو ادب میں صنعت مقابلہ میں یہ شعر اپنی مثال آپ ہے۔

(۳) دندان لب و زلف درخ شہ کے فدائی

ہیں دژ عدن، لعل یمن، ملک حقن پھول

اس شعر میں مصرعہ اولیٰ میں دندان، لب، زلف، اور رخ کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں آپس میں ایک دوسرے سے موافقت ہے۔ بعد مصرعہ ثانی میں ان کے مقابلے میں دژ عدن، لعل یمن، ملک حقن اور پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی دندان کے مقابلے میں دژ عدن یعنی عدن کے موتی، لب کے مقابلے میں ملک یمن کا لعل، زلف کی مہک کے مقابلے میں ملک یمن کی مہک اور رخ کے مقابلے میں پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کی تشریح کرنے والے یا حضرت رضا کی فنیہ شاعری پر مقالہ قلم بند فرمانے والے اہل قلم کی اکثریت اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتی ہے اور

اس شعر کو صنعت مقابلہ کے تحت شمار نہیں کیا۔ میں ان تمام اہل قلم کا ادنیٰ خادمہ ان سوالی،
 ان کا قلیل ہونے کے باعث ان کی خدمت عالی میں مؤدبانہ گزارش کرتے ہوئے اپنی
 ناقص رائے کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ شعر معصوب مقابلہ میں زیادہ موزوں
 ہے۔ کیونکہ علم عروض کی اصطلاح کے مطابق معصوب مقابلہ میں پہلے چھ ایسے الفاظ کا ذکر
 کرنا کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ اس پہلی شرط کے موافق اس شعر
 کے مصرعہ اول میں دانت، لب، زلف اور رخ کا ذکر ہے اور دانت، لب، زلف اور رخ
 میں آپس میں موافقت ہے۔ صنعت مقابلہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ آپس میں موافقت
 رکھنے والے الفاظ کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مقابلے اور تقابل کے الفاظ کا ذکر کرنا۔ اس
 شرط کے موافق مصرعہ ثانی میں دوزخ، لعل، یمن، مشک، عین اور پھول کا ذکر پایا جاتا ہے۔
 حالانکہ اس شعر کو معصوب تشبیہ سے ہم خارج نہیں ماننے، صرف یہی عرض کرتے ہیں کہ یہ
 شعر معصوب مقابلہ میں زیادہ موزوں ہے کیونکہ حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر یمن، لعل، لعل، لعل
 اور دھن، دھن، دھن کا حال ہے۔ اگر اس شعر کو صرف صنعت تشبیہ میں ہی شمار کریں گے تو شعر
 کے کثیر معانی و مطالب سے انحراف کر کے صرف ایک ہی معنی اپناتا پڑے گا۔ اگر اس شعر کو
 صنعت تشبیہ کے ساتھ ساتھ صنعت مقابلہ میں بھی شمار کیا جائے گا تو شعر کے کثیر المعنی حسن
 کی بلوہ نہائی کا کیف و طیف حاصل ہوگا۔ الحمد للہ اراقم الحروف نہ کسی پر اعتراض کرتا
 ہے اور نہ ہی تنقید بلکہ صرف اپنی ناقص رائے کا اظہار کرتا ہے۔
 اگر اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتے ہیں جب بھی گئے ہیں اور اس صورت میں شعر
 کے معنی یہ ہوں گے کہ:-

”اے میرے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن لب، زلف اور رخ پہ خدا
 ہونے والے عاشق اتو جس دامن شریف پر خدا اور ہے وہ دامن (دانت) دوزخ یعنی
 عدن کے موتی ہیں۔ تو جس مقدس لب پر خدا اور ہے وہ لب لعل یعنی ملک یمن کے
 لعل ہیں۔ تو جس زلف پر خدا اور ہے وہ زلف معمری یعنی ملک عین کا ناز ہے

اور تو جس رُخِ انور پر فدا ہو رہا ہے اس رُخِ انور کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ وہ پھول ہے۔
حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس
اعلیٰ منزل میں پہنچ چکے تھے کہ حضرت رضا بریلوی جب بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کے کسی عضو شریف یا آپ کی کسی صفت کو کسی چیز سے تشبیہ دیتے تو
مثال میں ایسی چیز کو ہی بیان کرتے کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہ ہوتی۔ مثال کے طور پر اس
شعر میں:-

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ اقدس کو ”ذَرَّ عَدَن“ یعنی ”عدن کا موتی“
سے تشبیہ دی ہے۔ در یعنی موتی (Pearl) ہے۔ عدن کے دو معنی ہیں۔ (۱) بہشت کہ جس
میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۹۲)۔ اس کو
انگریزی میں (Eden) یعنی کہ Paradise کہتے ہیں۔ (۲) عرب کے جنوب مغربی کونے
میں ایک چھوٹا سا جزیرہ جہاں سے عمدہ موتی حاصل ہوتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں
Aden کہتے ہیں۔

[Name of a town in the South Arabia which produces fine and costly pearls]

(The Royal Persian- English Dictionary- Page No. 281)

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شعر میں لفظ ”عدن“ سے اگر بہشت
مراد لی جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان
اقدس ”جنت کے موتی“ ہیں اور جنت کے موتی سے بڑھ کر کوئی موتی ہو نہیں سکتا۔ اور اگر
عدن سے مراد Aden ہے تو دنیا میں سب سے اچھا اور قیمتی موتی عدن (Aden) کا ہی ہوتا
ہے۔ الحاصل حضرت رضا کے شعر میں دی گئی تشبیہ کو آخرت پر محمول کریں تو جنت کا موتی
مطلب ہوتا ہے اور اگر دنیا پر محمول کریں تو عدن (Aden) کا موتی مطلب ہوتا ہے۔ جو دنیا
کے سب موتیوں سے افضل و قیمتی ہوتا ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس لب کو ”لعل یمن“ یعنی ”یمن کا لعل“ سے

تھیہ دی ہے۔ گل یعنی Daffodil ہے۔ اور دنیا میں سب سے اچھا گل یمن کا ہوتا ہے۔
فیروز اللغات، ص ۱۳۷ پر ہے کہ ”یمن = جزیرہ نمائے عرب کے جنوب شرق میں ایک
جگہ جہاں کاغذی اور چادریں بہت مشہور ہیں“ ملاوہ ازیں محبوب کے ہونٹ کو بھی گل کہا
جاتا ہے۔ قاری زبان کے شعراء نے محبوب کے ہونٹ کے لیے اکو گل کا استعمال کیا ہے۔
حضرت رضائے حضور اقدس کے مقدس لب کو گل یمن سے تھیہ دی ہے اور دنیا میں یمن کا
گل سب سے اچھی قسم کا گل مانا گیا ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دلب معمری کو ”مٹک ٹھن“ یعنی ٹھن کا مٹک
سے تھیہ دی ہے۔ مٹک یعنی کستوری اور اس کو ناف بھی کہا جاتا ہے۔ جو ہرن کے پیٹ سے
دستاب ہوتی ہے اس کو انگریزی میں Musk-deer کہتے ہیں۔ ٹھن = ترکستان میں ایک
ملاقہ جہاں کا مٹک مشہور ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۵۸۵)۔ دنیا میں پانچ جگہ کا مٹک
بہت مشہور ہے۔ (۱) نیپال (۲) تبت (Tibet) (۳) تاتار جہاں چگیز خاں اور ہلاکو نام
کے عالم بادشاہ ہوئے ہیں۔ (۴) خطا یعنی چین کا ایک مشہور شہر جہاں کا مٹک مشہور ہے۔
بحوالہ فیروز اللغات، ص ۵۹۸۔ (۵) ٹھن = ترکستان میں ایک ملاقہ جہاں کا مٹک مشہور
ہے۔ مٹک یہ کہ دنیا میں نیپال، تبت، تاتار خطا اور ٹھن کا مٹک مشہور ہے۔ لیکن ان پانچ
مقامات میں سے ٹھن کا مٹک سب سے زیادہ مشہور، خوشبودار اور بہترین ہے۔ حضرت
رضائے ان میں سے بہترین مٹک یعنی ٹھن کے مٹک سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی زلف کی خوشبو کا تھیہ دی ہے۔

مذکورہ تینوں امثال سے حضرت رضائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معلومات عامہ (General Knowledge) کا
بھی اندازہ لگتا ہے کہ موتی اور گل کہاں کے مشہور ہیں اور کہاں کہاں کا مٹک مشہور ہے اور ان
مشہور مقامات کے مٹکوں میں سے کس مقام کا مٹک سب سے بہتر ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رخ انور کو پھول سے تھیہ دی۔ پھول، خاصیت
ہے کہ وہ ہمیشہ شاداب و صفا نظر آتا ہے۔ اس میں رنگ کی جو آمیزش ہوتی ہے وہ ایسی

جواب اشکر ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو خوشی اور سرور حاصل ہو۔ علاوہ ازیں اس کی خوشبو سے دل و دماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ ان اوصاف اور محاسن کے ساتھ ساتھ نزاکت اور لطافت کا وصف پھول کے حسن و جمال میں حریہ اضافہ کرتا ہے۔ لہذا حضرت رضائے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذرخ انور کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔

یہاں تک کی تفصیلی گفتگو اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کر کے کی گئی ہے۔ محرم طوائف کرام اس شعر کو صنعت تشبیہ سے شمار کر کے بھی معنی اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔

راقم الحروف طلاء السعد کی طمی و جاہت اور حمد و سبت کا تہہ دل سے قائل اور معترف ہو کر تشبیہ کے نہ کوہ معنی اور مطلب سے اتفاق کرتے ہوئے، اپنی اصلاح کی غرض سے دیگر معنی عرض کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صرف صنعت تشبیہ سے نہ شمار کریں، تو ایک اور معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ:-

”حضرت رضائے صلی اللہ علیہ وسلم کے دستان اقدس، لبھائے نازک، زلف مشکبو اور چہرہ انور کے کچھ فدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مصرعہ اولیٰ میں فرمایا ہے کہ ”دستان لب و زلف و سر و چہرہ کے فدا ہوتی“ اور وہ فدا ہوتی یعنی کہ فدا اور فدا ہونے والے کون ہیں؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ ”ہیں در عدن، لعل یمن، مشکب لحن پھول“ یعنی کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستان اقدس کی چمک دک اور نورانیت کا یہ عالم ہے کہ جنت یا ملک عدن کا بیش بہا موتی اپنی بے مثالی کے باوجود ان دستان اقدس پر فدا ہونے کے لئے نکل رہا ہے۔ یمن کامل (yemen) اپنی انفرادیت کے باوجود معطی جان رحمت کے لبھائے نازک کی سرخی پر فدا اور فدا ہو رہا ہے۔ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلف معموری پر ملک لحن کی مشک فدا ہو رہی ہے اور میرے آقا کے ربخ زیا پر پھول مع اپنی رنگت، خوشبو،

لغات اور زنا کثرت قرآن و فہرہ اور ہے۔

ذکرہ مسی کے علاوہ ایک دیگر مسی جس میں یہ شعر مستون ہو سکا ہے۔ ذکرہ ہلا مسی اور
مطلب میں ذرہ ان کے مقابلے میں دھان، فصل یمن کے مقابلے میں لب، سنگ یمن کے
مقابلے میں ذلہ اور بھول کے مقابلے میں درخ کا ذکر کیا گیا ہے۔
● حصر و قیادے کی لڑائی ہے۔

(۴) دل بستہ ہے قرار جگر چاک آنکھ بار

خچہ ہوں، گل ہوں، برقی تپاں ہوں صاحب ہوں

اس شعر میں دل بستہ، ہے قرار، جگر چاک اور انگھار الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں آپس
میں موافقت ہے اس کے بعد مصرعہ ثانی میں یمن کے مقابلے میں چند الفاظ بیان کئے گئے
ہیں۔ دل بستہ کے مقابلے میں خچہ، ہے قرار کے مقابلے میں برقی تپاں، جگر چاک کے
مقابلے میں گل اور انگھار کے مقابلے میں صاحب یعنی ہادل کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) واں مٹیوں کا جگر خوف سے پانی پلٹا

یاں یہ کاروں کا دامن پہ پھلتا دیکھو

اس شعر میں واں کے مقابلے میں یاں، مٹیوں کے مقابلے میں یہ کاروں، جگر کے
مقابلے میں دامن، خوف سے پانی کے مقابلے میں پھلتا اور پلٹا کے مقابلے میں دیکھو کا
استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حقائق بخشش“ میں
صنعت مقابلہ کے کئی اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں پر صرف پانچ اشعار مثال میں پیش
کئے ہیں۔

(۲۳) "صَنَعَتِ مُسْتَزَاد"

علم عروض کی اصطلاح میں وہ غزل جس کے ہر مصرعہ یا شعر کے بعد ایسا زائد مکرر آتا ہو، جو اسی مصرعہ کے مد کن اول اور مد کن آخر کے برابر ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۳)

[Increased, The name of a kind of verse in which every line has a shorter one annexed to it]

(The Royal Persian-English Dictionary. Page No. 404)

صنعت مستزاد ایک ایسی صنعت ہے کہ اس کی طرف تقریباً تمام شعراء اردو ادب نے التفات نہیں کیا۔ ہم نے اس صنعت کی مثال کی تلاش میں اردو ادب کے صف اول کے شعراء کے دیوان کی اور ارق گردانی میں کئی محنتیں صرف کیں لیکن اس صنعت کی مثالی تخلیق کی جستجو میں ناکام رہے۔ ہم نے جن شعراء کے دیوان ٹولے ان کے نام مع دیوان حسب ذیل ہیں:-

- فیض احمد فیض کے "غزل فریادی" "دستِ صبا" "دستِ تہ سنگ" "سروادی سینا اور زنداں نامہ" کل پانچ دیوان۔
- اصغر گوٹروی کا دیوان "کلیاتِ اصغر" یعنی "نشاطِ زندگی اور" "سرد و زندگی"۔
- قلام ربانی تاباں کا دیوان "ذوقِ سفر"۔
- مرزا اسد اللہ خاں غالب کا "دیوانِ غالب"۔
- جاں نثار اختر کا دیوان "پچھلے بہر"۔
- جگر مراد آبادی کے دیوان "معلہ طور" "تخلیلاتِ جگر" "آتشِ گل" "جذباتِ جگر اور" "لمعاتِ طور" کل پانچ دیوان۔
- اکبر الہ آبادی کا "انتخابِ اکبر الہ آبادی"۔
- قاتی بدایونی کا دیوان "کلیاتِ قاتی"۔

● علامہ اقبال کا دیوان "بانگ درا"

● انتخاب "فراق گورکھپوری"

● میر تقی میر کے کلام کا انتخاب "خرازم"

● کلیل بدایونی کے دیوان "مثنویاں" - مثنوی و مثنویاں - رنگینیاں -

● جوش ملیح آبادی کا دیوان "شعلہ و شبنم"

مذکورہ شعراء کے دیوانوں کے ایک ایک حصے کو ہم نے الٹ پلٹ کر دیکھا کہ شاید ان کے کلام میں صنعت مستزاد میں دو چار اشعار پر مشتمل کوئی غزل پائی جائے لیکن غزل تو درکنار ان کے کلام میں اس صنعت میں ایک شعر بھی نہ ملا۔ ایسا محسوس ہوا کہ نثری شاعری کی یہ صنعت برائے نام ہی رہ گئی ہے۔ لیکن تمام عشق و محبت، تمام الکلام، تمام اشعار، تمام القصائد، تمام الادب، امام الفضل، امام ابن، حضرت رضا بریلوی نے اس صنعت کو بھی اُجاگر فرمایا ہے

حضرت رضا کے نقید دیوان حدائق بخشش حصہ دوم میں ایک نعت ۱۵ اشعار پر مبنی پائی جاتی ہے جس کے ہر شعر کے بعد ایک ذائقہ کھلا ہوا ہے۔ وہ نعت ذیل میں درج ہے۔

● حضرت رضا علی علیہ الرحمۃ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:-

■ وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہر تن کرم پایا

ہمیں بیک مانگتے کہ ترا آستان بتایا۔ تجھے محمد ہے خدایا

اس شعر کو علم عروض کے ضوابط و قوانین سے صنعت شعرا کا ثابت کر کے صنعت

مستزاد کی شرط یہ ہے کہ جو ذائقہ کھلا ہوا ہے، وہ اسی مصرعے کے رکن اول اور رکن آخر کے

برابر ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں دو مصرعے ہیں اور ہر مصرعہ رکن پر مشتمل ہے۔

● پہلا مصرعہ:- وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہر تن کرم پایا

رکن اول ہے

رکن آخر ہے

ان دونوں ارکان کی تطبیق کریں:-

■ رکن الاول:- **عی رب ہے جس نے مجھ کو**

رکن کے حروف:- وہ ی + ر + ب + ی + ج + س + ن + ی + ت + ج + ہ + ک + و

تعداد حروف:- $\times + 2 + 2 + 2 + 2 + 2 + \times = 15$ حروف

کٹنے کے بعد:- $1 + 2 + 2 + 2 + 2 + 2 + 2 = 13$ حروف

■ رکن آخر:- **ہم تن کرم بنایا**

ہم ہ - ت - ن - ک - ر - م - ب - ن - ای

تعداد حروف = 5 3 2 3

پہلے مصرعہ کے رکن الاول اور رکن آخر دونوں کے حروف ۱۳ اور ۱۳ ہیں۔

● دوسرا مصرعہ:- **ہمیں بھیک مانگنے کو** اور **ترا آستان بنایا**

رکن اول ہے رکن آخر ہے

■ رکن الاول:- **ہمیں بھیک مانگنے کو**

رکن کے حروف:- ہم ی + ہ + ب + ی + ک + م + ا + ن + گ + ن + ی + ک + و

تعداد حروف:- $\times + 3 + 2 + 6 + \times = 15$ حروف

کٹنے کے بعد بقیہ حروف:- $1 + 3 + 2 + 6 = 12$ حروف

■ رکن آخر:- **ترا آستان بنایا**

رکن کے حروف:- ت - را - آ - س - ت - ا - ب - ت - ای

تعداد حروف:- 3 + 5 + 5 = 13 حروف

● داکم کھڑا:- **تھے حمد ہے خدا**

کھڑے کے حروف:- ت - ج - ہ - ی + ح - م - د + ہ - ی + خ - د - ای

تعداد حروف = 3 + 3 + 2 + 5 = 13 حروف

مذکورہ تظہیر کے حساب سے شعر کے دونوں مصرعوں کے رکن اول اور رکن آخر کے

۱۳ اور ۱۴ حروف ہیں اور ان ارکان کے حروف کی تعداد سے زائد گلوے کے حروف کی تعداد بھی مساوی ہے۔ لہذا یہ شعر صنعت معرکوں کا ہونے میں ظم عروض کی اصطلاح کے اصول و ضوابط پر پورا اترتا ہے۔ مذکورہ تقطیع میں شاہد کسی کو یہ شک ہو کہ پہلے مصرعہ کے رکن اول میں چھ حروف ہیں، انہیں گات کر ان کی تعداد ۱۴ کس طرح ہوگی۔ اسی طرح دوسرے مصرعے کے رکن اول کے حروف چھ سے حیرہ ہو گئے ہیں۔ دونوں ارکان سے حرف ”سی“ اور حرف ”وا“ کا لے گئے ہیں۔ یعنی ظم عروض کی اصطلاح میں حذف کے گئے ہیں۔ اور یہ حذف کر ظم عروض کے ضوابط کے تحت ہے۔

تقطیع کے اصول و ضوابط کے قانون نمبر ۱۹ کو ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ معنی واؤ جس سے پہلے حرف پر محمول (ہلکا سا) پیش پازر ہو، اُسے ضرورتاً شعری کی بنا پر گرایا جاسکتا ہے۔ اور اسے تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا۔ مثلاً تو۔ سو۔ سو۔ کو۔ ہو۔ کو۔ بکسو۔ آ۔ ہا۔ چلو۔ کرو۔ گنو اور انھوں وغیرہ کی واؤ ضرورتاً گرائی جاسکتی ہے۔ (حوالہ:- ”ظہن شاعری“ از:- اخلاق حسین دہلوی، ص ۴۵)

تقطیع کے اصول و ضوابط کے قانون نمبر ۲۸ کو ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ یائے معروف و محمول جو معنی الفاظ کے درمیان میں آتی ہے۔ وہ بھی گرائی جاسکتی ہے۔ مثلاً۔ ہیں۔ میں۔ کہیں۔ وہیں۔ ہمیں۔ کریں۔ سنیں۔ رہیں۔ نہیں۔ وغیرہ کی یائے محمول و معروف گرائی جاسکتی ہے۔“ (حوالہ:- ”ظہن شاعری“ ص ۴۸)

مذکورہ قوانین کے تحت اس شعر کے دونوں مصرعوں کے دونوں رکن اول سے حرف ”سی“ اور حرف ”وا“ کو حذف کیا گیا ہے۔

صحت معرکوں میں حضرت رضائے علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ نعت شریف چھ اشعار پر مشتمل ہے۔ نعت کے ہر شعر کے بعد ایک زائد گلوہ ہے۔ مثلاً:-

تمہیں حاکم بنایا، تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بنایا، تمہیں شافع عطایا کوئی تم سا کون آیا
کیا بولے سدرہ والے، جن جہاں کے تھالے

کبھی میں نے چھان ڈالے، ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک بٹلایا
ہر شعر کو علم عروض کے ضوابط کے تحت تقطیع کریں گے تو وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو ہم نے
ایک شعر کی تقطیع کر کے حاصل کیا ہے۔ نعت کا ہر شعر صنعت مستزاد پر کمال اترتا ہے۔ اردو
ادب میں جہاں دیگر شعراء کے کلام میں اس صنعت کا قحط پڑا ہوا تھا، وہاں حضرت رضا نے
اپنے علم و فن کی بارش سے سرسبز ماحول قائم کر دیا۔ اردو ادب حضرت رضا کی ذات پر جتنا
فخر کرے وہ کم ہے۔ آپ نے ایسی کئی صنعتیں میں اپنی قادر الکلامی شہرت فرمائی ہے۔

■ قاری زبان میں صنعت مستزاد کی سات رباعیات حضرت رضا کے کلام میں پائی
جاتی ہیں۔ ان تمام رباعیات میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر مصرعہ کے بعد ایک
زائد کھرا لگایا گیا ہے۔ اردو میں صنعت مستزاد میں آپ کی نعت شریف میں ہر شعر
کے بعد یعنی کہ ہر دو مصرعوں کے بعد زائد کھرا لگایا گیا ہے۔ جب کہ قاری کی آپ
کی ساتوں رباعیات میں ہر مصرعے کے بعد ایک زائد کھرا لگایا گیا ہے۔ ایک
رباعی بطور مثال درج خدمت ہے۔

● حضرت رضا فرماتے ہیں:-

حما لك يا مفضل عبدالقادر - ياذا الافضل
يا منم يا مجمل عبدالقادر - انت المتعل
مولائے براء مع با لحد علیہ - من دون سوال
اشنن واپس ساکن عبدالقادر - جُـد بـالـامـال

حضرت رضا بریلوی دیگر شعراء کے مقابلے میں بیحد اہم سخن کے تاجدار کی حیثیت
دیکھتے ہیں۔ آپ نے فن شاعری کی بہت سی صنعتیں کی لاغری دور فرما کر اسے توانائی بخشی
ہے۔ حضرت رضا جیسا سخن ور ماضی میں بہت دور تک نظر نہیں آتا اور نہ ہی مستقبل میں بہت

دور تک نظر آئے گا۔ آپ کا ایک کمال یہ ہے کہ آپ ایک ساتھ کئی صنعت کو جمع کر دیتے ہیں اور اس صنعت میں جو شعر نظم فرماتے ہیں وہ شعر بے مثل و مثال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر صنعت مستزاد میں آپ کی اردو نعت میں آپ نے صنعت مستزاد کے ساتھ ساتھ تجنیس کمال، تلمیح، جمال، عارفانہ، مسط، استعارہ، اقتباس وغیرہ کا استعمال فرما کر کوزے میں سمندر سمودیا ہے۔

(۲۴) "صَنَعَتِ لَفٌ وَنَشْرٌ"

علم و بیان کی اصطلاح میں وہ صنعت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کریں۔ پھر چہ اور چیزیں بیان کریں، جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں، مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے مل جائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۱۱۵) یعنی متعدد اشیاء کا تصنیف یا اجمالاً ذکر کیا جائے۔ پھر ان میں سے ہر ہر شے کے لئے ایک مناسب بات بغیر تھین کے لائی جائے اور شاعر اپنی طرف سے طے نہ کر سکے کہ فلاں معنی فلاں چیز کے لئے مناسب ہیں۔

[Twisting and scattering prose]

فن شاعری کی یہ صنعت بہت ہی آسان صنعت ہے لہذا اردو ادب کے تمام شعراء کے کلام میں اس صنعت کی مثال کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس صنعت میں شعر کہنا کوئی مشکل یا دشوار امر نہیں۔ اسی وجہ سے تمام شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے۔

○ مرزا غالب کا شعر ہے:-
حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ بیٹوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں
اس شعر میں حیراں، رونا، بیٹا، نوحہ گر، جگر وغیرہ کا یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے۔
ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

○ امیر کھڑکی کا شعر ہے:-
کس قدر پر کیف ہے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا

اصل نغمہ ایک آواز شکست ساز ہے

اس شعر میں پر کیف کے بعد نغمہ اور ٹوٹے دل کی صدا کے بعد آواز گلست ساز کا ذکر ہے۔

● چکر مرانا ہوا کا شعر ہے:- عشق میں کیا لالہ دگل کیا چمن کیا قفس

میں خود ہی اپنا گلستاں ہوں خود ہی اپنا قفس

اس شعر میں لالہ، دگل، چمن کا ذکر کرنے کے بعد گلستاں اور قفس کا ذکر کیا گیا ہے۔

● گل بہار کا شعر ہے:- گل جھن نے تو کوشش کر ڈالی سونی ہو چمن کی ہر ڈالی

کانٹوں نے مہارک کام کیا، پھولوں کی حفاظت کر بیٹھے

اس شعر میں گل جھن، چمن، ڈالی کا ذکر کرنے کے بعد منسوب الیہ سے نسبت رکھنے

والے پھول اور کانٹوں کا ذکر ہے۔

● نظارہ کا شعر ہے:- نظارے اور بھی ہیں عارضِ دجیب کے سوا

اٹھاؤ سر کہ ذرا دور تک نظر جائے

نظارہ، عارض اور جیب کے ذکر کے بعد سر اور نظر کا ذکر ہے اور ان میں منسوب الیہ

سے مناسبت ہے۔

● آئی بہار کا شعر ہے:- شمع و پروانہ بزمِ احدی ہوں قاتی

عاشق و جلوہ معشوق سراپا میں ہوں

اس شعر میں پہلے شمع، پروانہ اور بزم کا ذکر ہے جن میں نسبت ہے۔ پھر عاشق، جلوہ

اور معشوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

اردو ادب کے صفِ اول کے کچھ شعراء کے اشعار مندرجہ بالا مثال میں پیش کئے گئے

ہیں۔ ان اشعار کے معانی سے قارئین کرام کو صنعتِ لفظ و تشریحی میں آسانی ہوگی۔ ان

اشعار کے مقابلے میں جب ہم حضرت رضا بریلوی کے اشعار دیکھیں گے تو ہم دھوے کے

ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت رضا کے اشعار کا معیار بہت ہی بلند و اعلیٰ ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت لفظ و فکر کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ان تمام اشعار کو الگ چھانٹ کر شمار کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ لہذا ہم چند اشعار ناظرین کی فرحت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) نبوی خور، طلوی کوہ، جزلی معدن

حسنی فصل، حسینی ہے تجلا تیرا

اس شعر میں پہلے خور، کوہ اور معدن کا ذکر ہے۔ پھر بعد میں فصل اور تجلا کا ذکر ہے جو اول الذکر سے نسبت رکھتی ہیں۔ خور اور تجلا میں اور اسی طرح معدن اور فصل میں منسوب کو منسوب الیہ سے نسبت ہے۔

(۲) گیت کلیوں کی چمک، غزلیں ہزاروں کی چمک

باغ کے سازوں میں جتا ہے ترانا تیرا

اس شعر میں پہلے گیت کا اور بعد میں ترانا کا، کلیوں کے بعد چمک، ہزاروں یعنی بلبلوں کے بعد چمک، ساز کے بعد جتا کا ذکر ہے۔ اب کچھ اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:-

(۳) یہاں چمڑ کا نمک، واں مرہم کا فور ہاتھ آیا

دل زخمی، نمک پروردہ ہے کس کی ملاحیت کا

(۴) یاد رخ میں آہیں کر کے بن میں میں رویا آئی بہار

جھومیں نسیمیں، نیساں برسا، کلیاں چمکیں مکی شاخ

(۵) دو قبر، دو سہجہ خور، دو ستارے، دس ہلال

ان کے کوئے خجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

(۶) ہیں چرو تخت سایہ دیوار و خاک در

(۷) شاہوں کو کب نصیب یہ دھج کر و فر کی ہے
دہن کی خوشبو سے مست کپڑے، نسیم گستاخ آنچلوں سے

(۸) غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا، غزال ٹانے بسا رہے تھے
مشک سا زلف رشہ و نور فشاں روئے حضور

(۹) اللہ اللہ طلب جیب و تار دامن
یہ شمس و قمر، یہ شام و صبح، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر

(۱۰) یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے
یہ مباسک، وہ کلی چٹک، یہ زباں چٹک، لب جو چٹک

یہ ہلک جھلک، یہ چمک دک، سب ہی کے دم کی بہار ہے

کارنمین کرام حضرت رضا بریلوی کے اشعار اور دیگر شعراء اردو ادب کا بنظر عمیق تقابلی جائزہ لیں۔ حضرت رضا کے اشعار میں بیان کی سلاست، جذبات عشق کی شدت و صداقت، زبان کی شیرینی، محبت کی سرمستی میں فرزانہ روی، شستہ رواں اور سلیس جملہ بندی اور الفاظی جدت و ندرت کا جو انوکھا پن پایا جاتا ہے، وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

(۲۵) "صَنَعَتِ تَضْمِیْنُ"

فن شاعری کی اصطلاح میں وہ صنعت کہ شاعر کسی دوسرے شاعر کے مشہور اشعار پر مصرعہ یا بند لگائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۳)

[Inserting the verses of another in one's own poem]

صنعت تضمین کا بھی ایک عجیب معاملہ ہے۔ اردو ادب کے صف اول کے مشہور اور معروف شعراء کے کلام میں تضمین بمائے نام ہی ہے، جب کہ غیر مشہور اور نئے نئے (Junior) شعراء کے کلام میں صنعت تضمین کی غزلیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اس کی

ایک وجہ یہ ہے کہ غیر مشہور شاعر کسی مشہور شاعر کی کسی مشہور تخلیق پر اس غرض سے تفسیر لکھتا ہے کہ اس مشہور کلام کی وجہ سے اپنا کلام بھی شہرت حاصل کرے۔ یعنی ”نام بزدوں کا کھائیں مجاور“ والی مثل پر عمل کرنا۔ صف اول کے شعراء نے کسی دوسرے کے کلام پر تفسیر نہیں لکھی اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس کے کلام پر تفسیر لکھی جاتی ہے اس کے کلام کی اہمیت تفسیر لکھنے والے کے کلام سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسی کے کلام پر تفسیر لکھنا در پردہ اس کے کلام کی فوقیت کا اعتراف کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی اس کے کلام کو مقبول اور خود کے کلام کو تابع تسلیم کرنے کا اقرار کرنا ہے، اور در پردہ ایسا اقرار کرنا صف اول کے شعراء نے اپنی شان اور معیار کے خلاف جان کر تفسیر کو متروک کر دیا ہو۔ اس ترک کے پس پردہ خود ستائی، خود پسندی اور انانیت کا جذبہ کارگر ہو ایسا لگتا ہے۔ البتہ قافی بدایونی کے کلام میں امیر مینائی کے نوا شعراء کی غزل پر تفسیر پائی جاتی ہے۔ راقم الحروف نے ○ مرزا غالب ○ جگر مراد آبادی ○ گلعل بدایونی ○ جوش ملیح آبادی ○ اصغر گوٹروی ○ غلام ربانی تاباں ○ فیض احمد فیض وغیرہ کے دیوان کی اوراق گردانی کی لیکن صنعت تفسیر سے ان کے کلام کو محروم پایا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان اپنے دور کے امام الشعراء اور مقتداہ الشعراء ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے آپ کو شاعر نہ کہتے تھے اور نہ سمجھتے تھے۔ آپ کبھی بھی اپنی قادر الکلامی پر اتراتے نہ تھے۔ خود ستائی، انانیت اور خود بینی سے آپ کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ رشک عنادل اور بے مثال فصیح و ادیب ہونے کے باوجود سراپا عجز و انکسار تھے۔ تواضع کے پیکر جمیل تھے۔ آپ اپنی علمی وجاہت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے تھے بلکہ اپنی تہجدانی کا اعتراف کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

کس منہ سے کہوں رشک عنادل ہوں میں
شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں
حقا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو
ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں

حضرت رضا بریلوی نے کسی دوسرے کے کلام پر تفسیریں لکھنے میں چھوٹا پن محسوس نہیں کیا۔ آپ کے کلام میں صنعت تفسیر میں تین نعتیں پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک نعت وہ ہے جو آپ نے خود اپنے ہی کلام پر تفسیریں لکھی ہے۔ اس کا ایک بند پیش خدمت ہے۔

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

کچھ تو جلوہ نظر آیا مرے اشکوں پر ÷ تارے ٹوٹے ہیں مگر رنگِ شفق سے مل کر
لعل میں آبِ گہر شیشہ رے میں اختر ÷ پانی میں آتش تر، شعلہ میں آبِ کوثر
دل سوزاں نے کیا خون کا دریا ہو کر

مذکورہ بند میں کل پانچ مصرعے ہیں۔ جن میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ تفسیریں ہیں۔ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل کلام ہے، جس پر تفسیریں کی گئی ہے۔

● حضرت قاسم کی دو نعتوں پر حضرت رضا کی تفسیریں:-

حضرت قاسم کی سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت پر حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تفسیریں لکھ فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع (پہلا شعر) اور مقطع (آخری شعر) ملاحظہ ہو۔

مطلع:- دم مرا صاحبِ لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا
مقطع:- حشر کے روز اٹھے شورِ عجب کیا قاسم
قبر سے دیکھو وہ مداحِ سبیر نکلا
تفسیر کے بعد مذکورہ مطلع اور مقطع کی صورت حسب ذیل ہے۔

مطلع:- شعلہ شوقِ نبی سینہ سے باہر نکلا ÷ عمر بجز منہ سے مرے وصفِ سبیر نکلا
سازگار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا ÷ دم مرا صاحبِ لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

مقطع:- ہے رضا گرچہ یہ کار سراپا قاسم ÷ نعت احمد ہے مگر اس کا وظیفہ قاسم

ایک مصرعہ بھی گرا آکا کو خوش آیا قاسم + حشر کے روز اٹھے شور جب کیا قاسم
قبر سے دیکھو وہ دراع صبر نکلا

مذکورہ قصیدین کے مطلع اور مطلع میں پہلے تین مصرعے حضرت رضائے قصیدین میں نظم
فرمائے ہیں۔ آخر کے دو مصرعے اصل نعت کے ہیں۔ اسی ترتیب سے نعت کے سولہ اشعار
پر حضرت رضائے قافیہ، بحر اور مضمون کی رعایت و موافقت کے ساتھ قصیدین فرمائی ہے۔ یہ
نعت شریف ”حدائق بخشش“ حصہ سوم، صفحہ ۱۶ پر درج ہے۔

○ حضرت قاسم کی ایک دوسری نعت کہ وہ بھی سولہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت پر بھی
حضرت رضائے بلوی نے قصیدین فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع اور مطلع ملاحظہ فرمائیں:-

مطلع:- حسرت ہے یا الہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لیکر دہن سے نکلے

مطلع:- وہ دن بھی ہو الہی جو صورت شہیدی

حضرت کی جستجو میں قاسم وطن سے نکلے

قصیدین کے بعد مذکورہ مطلع اور مطلع حریں ہو کر حسب ذیل صورت اختیار کئے
ہوئے ہیں:-

مطلع:- لے نکاش شان رحمت میرے کنن سے نکلے + جہاں و شغل کی مصحت ہاں بدن سے نکلے

ارہاں قتل نام شاہ دہن سے نکلے + حسرت ہے یا الہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لے کر دہن سے نکلے

مطلع:- لاکھوں ہیں سینہ بریاں گل رضاؤ کاآئی + انجام کار سب نے اپنی مراد پائی

دشت طلب میں ہو کر آوارہ کھو گئے گی + وہ دن بھی ہو الہی جو صورت شہیدی

حضرت کی جستجو میں قاسم وطن سے نکلے

مذکورہ قصیدین کے مطلع و مطلع میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ حضرت رضا کا قصیدین

فرمودہ ہے۔ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل نعت سے ہے۔ یہ نعت شریف ”حدائق بخشش“

حصہ ۳، صفحہ ۱۶ پر درج ہے۔

(۲۶) "صَنَعَتِ تَشْبِيبُ"

قصیدے کی ابتداء میں عاشقانہ مضامین نظم کرتا۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۱)

[Love song. Talking of adolescence]

اس صنعت میں شعراء اردو ادب نے عشق مجازی میں طرح طرح کے عاشقانہ اشعار کہے ہیں۔ حضرت رضا ربیوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانہ تک اس صنعت کیلئے ایسا نظریہ قائم تھا کہ اس صنعت کا استعمال صرف عشق مجازی میں ہی ہو سکتا ہے۔ عشق حقیقی میں اس صنعت کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عشق مجازی میں محبوبہ کی رنگینی حسن اور محبوبہ کے اٹھتے ہوئے شباب کی بہار کا ذکر کر کے اشعار میں روحانی اور رنگینی پیدا کرنے کے لئے عاشقانہ مزاج کا اظہار کرنے کے لئے ہی یہ صنعت حقیقت کی گئی ہے۔ اردو ادب کے کبیری اور صفحری تمام طبقے کے شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے لیکن تمام کے تمام محبوبہ کے سراپا کے سیر نظر آتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے گا کہ اکثر نے رومی اور دوائی طرزی اختیار کیا ہے۔ مثلاً:-

● جناب قالی بدایونی کا قصیدہ ہے:-

- (۱) سنتے ہیں گلشن میں پھر فصل بہار آنے کو ہے
- پھر ہزار اعزاز سے بانگ ہزار آنے کو ہے
- (۲) پھر نئی کلیاں گلابی رنگ کی کھلنے کو ہیں
- آگہ ہے رنگ کی پھر ہلکا خمار آنے کو ہے
- (۳) پھر کریں گی ٹریاں گلشن میں کو کو ہر طرف
- پھر نئی دھن پہ سر د جو بہار آنے کو ہے
- (۴) پھر کسی کے لب سے مل جائے گا رنگ برنگ گل
- پھر جمیلی کی مہک سے بوئے عیار آنے کو ہے

مذکورہ اشعار میں شاعر نے ماحول کی مٹھکشی کرتے ہوئے عاشقانہ مضامین نظم کئے ہیں۔

● جوش ملیح آبادی کے اشعار:-

(۱) نظر جھکائے عروسِ فطرت، جبیں سے رقیس ہٹا رہی ہے

سحر کا تارا ہے زلزلے میں، الفت کی لوتھر تھرا رہی ہے

(۲) روشِ روشِ غمہ طرب ہے، چمن چمن جشنِ رنگ و بو ہے

طیور شاخوں پہ ہیں غزل خواں، کلی کلی مکتل رہی ہے

(۳) ستارہ صبح کی رسی جھپکتی آنکھوں میں ہیں لسانے

نہار مہتاب کی لٹلی نگاہ جادو جگا رہی ہے

(۴) کلی پہ پیلے کی کس ادا سے، پڑا ہے شبنم کا ایک موتی

نہیں، یہ ہیرے کی کیل پہنے، کوئی پری مسکرا رہی ہے

مذکورہ اشعار شاعر کی عاشق حرا جی کی شاعری کر رہے ہیں۔ اردو ادب کے کلام کے

معائنہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعت تہییبِ عشق مجازی کا طرہ امتیاز بن کر رہ گئی تھی۔ اس

صنعت میں عشق حقیقی میں اشعار کہنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت رضاؑ نے اس محال امر کو

ممکن بنا دیا اور اہل ادب والے فن کو بتا دیا کہ اس صنعت میں عشق حقیقی میں بھی اشعار کہے

جاسکتے ہیں۔ صرف اشعار ہی نہیں کہے جاسکتے بلکہ عشق و محبت کے شاداب پھول بھی کھلائے

جاسکتے ہیں۔ محبت رسولؐ کی پاکیزہ رنگت، عشق نبیؐ کی سحری رعنائی اور والہانہ عقیدت کے

سنجیدہ جوش و لا کے رنگ و رنگ اور مہکتے گلوں سے فضا کو مہلر اور رنگین بنایا جاسکتا ہے۔

اشعار کی رنگینی کا ٹھیکہ صرف عشق مجازی نے نہیں لے رکھا ہے بلکہ عشق حقیقی کے اشعار میں

وہ لالی اور سرخی پیدا کی جاسکتی ہے کہ عشق مجازی کا چہرہ اس کے سامنے زرد ہو جائے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سچے عاشق رسولؐ تھے۔ ان کے عشق

کی صداقت کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ساتھ بے پناہ عشق و محبت کرنے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز اور امر سے والہانہ عقیدت رکھتے

تھے جس کو آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہو۔ ماہ ربیع الاول شریف میں محبوب خالق کائنات اور باعث تخلیق کائنات، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں بظاہر تشریف لائے اور اسی ماہ میں آپ نے ظاہری نظروں سے پردہ فرمایا۔ لہذا ماہ ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی ماہ ربیع الاول شریف سے دارگی کے درجے میں محبت کرتے ہوئے اس ماہ مبارک کا غایت و بیجا ادب و احترام اور تعظیم و حرمت بجالاتے تھے۔ اس ماہ کی آمد پر آپ محل جاتے تھے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیف و سرور میں جھوم اٹھتے تھے۔ اس ماہ کا ہر دن آپ کے لئے عید کا دن تھا۔ ہر لمحہ آپ سرور و شادمانی محسوس کرتے تھے۔ روزانہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ محفل نعت کا انعقاد و اہتمام اپنے دولت کدہ میں فرماتے۔ ماہ ربیع الاول شریف کی بہار کی آمد کی خوشی اور طرب میں آپ نے بطرز تہنیت ایک قصیدہ نظم فرمایا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

- (۱) اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں
منھی منھی بوندیاں برسا چلیں
- (۲) جھومتی آئیں نسیمیں نرم نرم
پتلی پتلی ڈالیاں لچکا چلیں
- (۳) دل بکھلے کالوں میں رس پڑنے لگے
خوشنوا چڑیاں ترانے گا چلیں
- (۴) تالوں کی بینوں میں پھر لہرا بجا
گیسوؤں کی ناچیں لہرا چلیں

(۵) پھر اٹھا پودوں کے جوہن میں اوبھار

منہی منہی کوٹلیں ہریا چلیں

(۶) پھول مہکے غنچے چٹکے گل کھلے

نو بہاریں جا بجا اٹھلا چلیں

(۷) بجرے چھوٹے کشتیاں پڑنے لگیں

نہریں لہروں کے مزے دکھلا چلیں

ایک عاشق صادق کے عشق کے پاکیزہ تصورات کو داد و تحسین دیں کہ جو عاشق اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے مہینے کی محبت میں مذکورہ جذبات عشق و محبت کا حامل ہو، اس کے عشق رسول کے جذبات کا کیا عالم ہوگا۔ مذکورہ قصیدہ ”حقائق بخشش“ حصہ ۳، صفحہ ۵۰ پر درج ہے۔

(۲۷) "قَصِيدَہ مَرَصَعَہ"

وہ قصیدہ جو مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ کے آخر میں حروف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آئے اور حرف "الف" سے بالترتیب شروع ہو کر حرف "ی" پر ختم ہو۔

[Rhyming long ode consisting of minimum 28 proses in which first hemistich of each prose ends in alphabetical order]

● حضرت رضا علیہ السلام کی کا قصیدہ مرصعہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

| شعر نمبر | پہلا مصرعہ | پہلے مصرعہ کے آخری والے حرف | دوسرا مصرعہ |
|----------|---------------------------------------|-----------------------------|----------------------------------------|
| مطلع | کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود | --- | طیبہ کے شمس العلی تم پہ کروڑوں درود |
| حسن مطلع | شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود | --- | واقع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود |
| " " | جان و دل اصفا تم پہ کروڑوں درود | --- | آب و گل انبیاء تم پہ کروڑوں درود |
| ۱ | اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا | الف | جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲ | ذات ہوئی انتخاب و صف ہوئے لا جواب | ب | نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود |
| ۳ | تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات | ت | اصل سے ہے کل بندہ حاتم پہ کروڑوں درود |
| ۴ | تم ہو حفیظ و معیث کیا ہے وہ دشمن غیث | ث | تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود |
| ۵ | وہ شب معراج راج وہ صبح محشر کا تاج | ج | کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود |
| ۶ | جان و جہان مسک، داد کہ دل ہے جرت | ح | نبضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود |
| ۷ | اُف وہ روسخلاخ آہ یہ پاشاخ شاخ | خ | اے مرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود |
| ۸ | تم سے کلا باب جو دم سے ہے سب کا وجود | د | تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود |

| | | |
|----|--------------------------------------------|---------------------------------------|
| ۹ | خستہ ہوں اور تم محاذِ رستہ ہوں اور تم ملاؤ | آگے جوشہ کی رضا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۰ | کر چہ ہیں سب حد قصور تم ہو محو و غفور | پیشِ دو حرم و خطا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۱ | بے ہنر و بے تیز کن کو ہوسے ہیں مزین | ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۲ | آہیں ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے اس | کس ہے بھی آسرا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۳ | طالعِ اہل کا عرض جس کلف پا کا ہے نزل | آنکھوں پر کھدو ذرا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۴ | کہتے گو ہیں مامو و خاس ایک تمہیں ہو طلاس | بند سے کر دو رہا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۵ | تم ہو شغائے مرض خلق خدا خود عرض | خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۶ | آہ وہ رادہ صراطِ بندوں کی تھی پسا ط | الہدایہ سے دھما تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۷ | بے ادب و بد لگا کر نہ سکا کچھ حفاظ | محلو پہ بھولا رہا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۸ | لو تہ دامن کش جمعگوں میں سے روزِ حق | آنکھوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود |
| ۱۹ | سینہ کہ ہے دلِ فراخ کہو کرے اس فراخ | طیب سے آکر جا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۰ | گیسو وقفِ لام الف کر دو بلا حصر | کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۱ | تم نے بریک خلق جیب جہاں کر کے شن | خود کا بڑا کیا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۲ | نوبت در ہیں ملک خادم در ہیں ملک | تم ہو جہاں بادشاہ تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۳ | خلق تمہاری جیل خلق تمہارا جیل | خلق تمہاری گدا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۴ | خلق کے حاکم ہو تم رزق کے قاسم ہو تم | تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۵ | بر سے کرم کی بھریں پھولیں تم کے چمن | ایسی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۶ | اپنے خطا واروں کو اپنے ہی دامن میں لو | کون کرے یہ تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۷ | کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری بناؤ | تم کو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود |
| ۲۸ | کام وہ لے لے لے تم کو جو راضی کرے | ایک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود |

مندرجہ بالا کروڑوں درود والا حضرت رضا کا قصیدہ مرصعہ ملاحظہ فرما کر ناظرین یقیناً

مخلوط ہوئے ہوں گے۔ اردو ادب میں کسی بھی شاعر نے ایسا قصیدہ باعنا از غزل نہیں کہا۔
 مذکورہ قصیدہ ہم نے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ قصیدہ کل ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ ہم
 نے صرف ۳۱ اشعار اس طرح کے پیش کئے ہیں کہ ہر شعر کے مصرعہ اول میں حروف تہجی کا
 ایک حرف بالترتیب آتا ہے۔ اس طرح حرف ”الف“ سے شروع ہو کر حرف ”ی“ پر ختم ہوا
 ہے۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ دنیا نے اردو ادب کے نامور اور صف اول کے شعراء اس
 صنعت میں ایک ایک حرف کی مثال میں صرف ایک شعر پر مشتمل قصیدہ مرتب کرنے
 سے عاجز اور قاصر رہے ہیں، لیکن حضرت رضوانے ایک حرف کی مثال میں کئی اشعار قلم
 فرمائے ہیں۔

اس قصیدہ میں ایک مطلع اور دو حسن مطلع ہیں۔ پھر حروف تہجی کو ہر شعر کے پہلے مصرعہ
 میں بالترتیب لایا گیا ہے۔ لیکن حضرت رضوانے صرف ایک شعر پر اکتفا نہ کرتے ہوئے
 ایک سے زائد اشعار قلم فرمائے ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

| | | |
|---|-------|----------------------------|
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۴] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۲] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۲] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۲] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۲] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۵] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۴] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۶] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۳] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۲] — اشعار۔ |
| ○ | _____ | کی مثال میں — [۴] — اشعار۔ |

ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورہ حروف کے صرف ایک ایک شعر ہی پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ قصیدہ صنعت مرصعہ کے قوانین اور ضوابط کو کامل طور پر نہیں بلکہ اکمل طور سے بھی زیادہ پورا کر رہا ہے۔ جہاں کم از کم ایک شعر کا ہونا لازمی ہے وہاں آپ نے چار، پانچ، چھ اور سات کی تعداد میں اشعار فرما کر ادب کی دنیا میں اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضا نے دیگر کئی صنعتیں بھی شامل فرمائی ہیں۔ مثلاً صنعت حسن تعلیل، صنعت استعارہ، صنعت تلمیح، صنعت تلمیح، صنعت اقتباس، صنعت تجنیس کامل، صنعت تجنیس ناقص، صنعت لف و لہ وغیرہ۔ ان تمام کی وضاحت کرنا یہاں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت رضا کا یہ نعتیہ قصیدہ لا جواب ہے، بے مثل ہے، بے نظیر ہے۔ اس قصیدے پر ادب اور اعلیٰ ادب کو بھی ناز ہے۔ فن و ادب کی بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کا جس والہانہ کیفیت سے بیان کیا گیا ہے، اس کی مثال شاید نہیں بلکہ یقیناً دیگر شعراء کے کلام میں ڈھونڈنے نہ پائی جائے گی۔

(۲۸) "صَنَعَتْ تَنْسِيقُ الصِّفَاتِ"

کسی کا تذکرہ بہت سی صفات کے ساتھ کرنا۔ بھرچا ہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔

[Arranged praise]

اردو ادب کے شعراء نے عشق مجازی میں اپنی محبوبہ اور معشوقہ کے حسن و جمال، شباب و نکھار اور جوانی و بائکین کی تعریف میں بہت گل کھلائے ہیں۔ مثلاً:-

● عرشِ مہمانی کا شعر ہے:- بلا ہے، قہر ہے، آفت ہے، کٹھن ہے، قیامت کا

حسینوں کی جوانی کو جوانی کون کہتا ہے؟

● نوح ناری کا شعر ہے:-
ادا آئی، جنا آئی، غرور آیا، حجاب آیا
ہزاروں آفتیں لے کر حسینوں کا شباب آیا

● کلیل ہدایونی کا شعر ہے:-
فصل گل، رنگ چمن، دور خزاں، حسن بہار
مختلف نام ہیں ساقی تیرے پیانوں کے

● مرزا غالب کا شعر ہے:-
حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے
آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

● کمال ہدایونی کا شعر ہے:-
جمال بے حجاب تھا کہ جلوہ تھا حجاب کا
کلیم برق طور تھی کہ مار تھا نقاب کا

● چکر مراد آبادی کا شعر ہے:-
تجامل، تغافل، تبسم، تکلم
یہاں تک تو پہنچے وہ مجبور ہو کر

● جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:-
وہ کلی چنگی، وہ برسا رنگ، وہ پھوٹی کرن
ہنس کے وہ انگڑائی لی دریا نے بہنے کے لئے

● امیر کھڑوی کا شعر ہے:-
روز روشن یا شب مہتاب یا صبح چمن
ہم جہاں سے چاہتے، وہ روئے دنیا دیکھتے

منصفہ تسمیق الصفات کی مثال میں کارنمین نے اردو ادب کے مشہور شعراء کے اشعار ملاحظہ فرمائے۔ اب حضرت رضا بریلوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

● حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-

(۱) وہی نور حق، وہی کل رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمیں نہیں کہ : ماں نہیں
اس شعر میں حضرت رضا نے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی صفات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نور حق، کل رب، انہیں سے سب، انہیں کا سب، آسمان ملک، زمین ملک، زمان ملک۔

(۲) تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں
اس شعر میں خورشید رسالت، تیری ضیا، تاروں کا چھپنا، انبیاء کا نور لینا، ماہ پاروں کا تجھ سے نور لینا وغیرہ الفاظ کا استعمال کر کے شعر کو صنعت تسمیق الصفات سے مزین کیا گیا ہے۔

(۳) وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
رؤف رحیم و عظیم و علی ہے
اس شعر میں ● نامی (نام والا) ● نام خدا نام تیرا ● رؤف ● رحیم ● عظیم اور علی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۴) شانی و ثانی ہو تم، کافی و دانی ہو تم
درد کو کر دو دوا، تم پہ کر دو ڈول و درد
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ● شانی یعنی شفا دینے والے ● ثانی یعنی مرض اور بیماری کو روکنے والے ● کافی یعنی ملکی

● دانی یعنی قلص ● درد کو دوا کرنا بطور صفت عالیہ کے بیان کیا ہے۔

(۵) اے مغیث، اے غوث، اے غیث، اے غیاث نشأتین
اے غنی، اے معنی، اے صاحب حیا امداد کن
اس شعر میں ● مغیث ● غوث ● غیث ● غیاث ● غنی ● معنی ● صاحب حیا کا
استعمال بطور صنعت اور مدح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے
اس شعر میں ● اصالت کل یعنی کائنات کی اصلیت یعنی باعث تخلیق ● امامت کل
● سیادت کل ● امارت کل یعنی سرداری، دولت مندی ● حکومت کل اور ● ولایت کل
کے اوصاف کا ایک نہایت ہی دل کش انداز میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۷) تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے کمال وضاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرتے ہوئے
● چمک ● دمک ● جھلک ● مہک ● زمین و فلک ● سماک و سمک اور ● سکہ نشاں کے
الفاظ نظم کئے ہیں۔

(۸) وہی جلوہ شہر بھمر ہے، وہی اصل عالم ودہر ہے
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے، وہی پاٹ ہے، وہی دھار ہے
اس شعر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف عظیمہ کا بیان کرتے
ہوئے حضرت رضائے جلوہ ● اصل عالم ● اصل دہر ● بحر لہر ● پاٹ اور دھار کا استعمال

فرمایا ہے۔

(۹) کل سے اہلی، کل سے ادلی، کل کی جان
 کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی شان
 اس شعر میں یہ کمال ہے کہ شعر کے دونوں امصار کا ہر لفظ و جملہ بطور صفت رسول
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعمال ہوا ہے۔ تسبیح الصفات میں ایسا بھرپور از صفت شعر
 دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام میں خوردبین سے دیکھنے پر بھی نہیں ملے گا۔ حضرت رضا
 بریلوی کے اشعار میں پیش شدہ امثال صفت ہیں اور دیگر شعراء کے اشعار میں مذکور
 صفات میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ حضرت رضا کے مذکورہ اشعار میں کچھ الفاظ ایسے
 ہیں کہ وہ الفاظ کسی شاعر کے پورے دیوان میں نہیں پائے جاتے۔ حضرت رضا بریلوی
 اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کے مابین قارئین تقابل و توازن کریں گے، تو بلا شک
 و شبہ حضرت رضا کے اشعار ستاروں کی انجمن میں آفتاب و مہتاب کی حیثیت سے حاوی اور
 مسلط محسوس ہوں گے۔



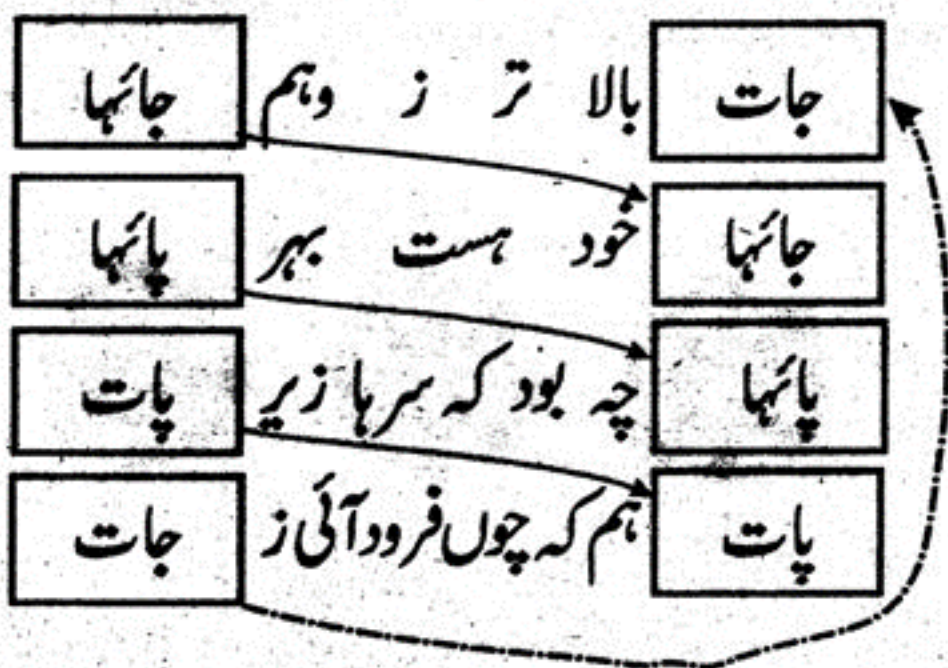
(۲۹) "صَنَعَتْ اِثَّةَ اِل تَرْبِيعِ"

ایسے چار مصرعوں کا مجموعہ کہ ہر مصرعہ کا آخری کلمہ اس کے بعد والے مصرعہ کا ابتدائی کلمہ ہو۔

[Continuity of last word of hemistich]

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے سے اچھے شعراء بھی اس میں طبع آزمائی کا تصور تک نہیں کرتے۔ اردو ادب کے تقریباً تمام شعراء کے دیوان اس صنعت سے خالی ہیں بلکہ فارسی زبان کے شعراء کے کلام میں بھی یہ صنعت بہت کم پائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی پران کے کریم آقا دہلوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیض و کرم تھا کہ آپ نے مشکل سے مشکل صنعت میں بھی اپنی قادر الکلامی ثبت فرمادی ہے۔

○ حضرت رضا بریلوی کا ایک بند پیش ہے:-



مذکورہ چار مصرعوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں:-

- پہلا مصرعہ لفظ ”جائہا“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”جائہا“ سے دوسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
 - دوسرا مصرعہ لفظ ”پائہا“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”پائہا“ سے تیسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
 - تیسرا مصرعہ لفظ ”پات“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”پات“ سے چوتھا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
 - چوتھا مصرعہ لفظ ”جات“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”جات“ سے پہلا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
- مذکورہ بند بزبان فارسی نظم فرمودہ ہے۔ جو ”حداثت بخشش“ ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی، جلد دوم، صفحہ ۲۵ پر درج ہے۔

(۳۰) ”صَنَعَتْ مَقْلُوبٌ مُسْتَوِي“

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس لفظ کو الٹا کر کے پڑھا جائے، تو بھی وہ سیدھی طرح رہتا ہے۔ یعنی سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے۔ مثلاً شاباش۔ (فیروز اللغات، ص ۱۷۷) [Inverted words in ode]

○ غزل غالب کا شعر ہے۔ پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا

یوں ہو تو چارہ غم الفت ہی کیوں نہ ہو

اس شعر میں لفظ ”درد“ کو الٹا کر پڑھیں گے تو بھی وہ لفظ ”درد“ ہی پڑھا جائیگا۔

○ قافی بدایونی کا شعر ہے۔ عشق نے دل میں جگہ کی تو قضا بھی آئی

درد دنیا میں جب آیا تو دوا بھی آئی

اس شعر میں لفظ ”درد“ کا استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کو الٹا یا سیدھا جس طرح بھی

پڑھیں گے، یکساں ہے۔

○ کلیل بدایونی کا شعر ہے۔ احساس کی شمعیں جلتی تھیں جب ناز و ادا کی محفل میں

دکھنا تھا قدم مدہوشی نے جب ہوش و خرد کی منزل میں

اس شعر میں جو لفظ ”ادا“ ہے، وہ سیدھا یا الٹا کسی طرح سے پڑھا جائیگا ”ادا“ ہی

پڑھا جائیگا۔

○ اصغر کوڑوی کا شعر ہے:- رعی نہ وصل کی لذت نہ ہجر کی کلفت

دوائے درد نہ اب درد بے دوا باقی

اس شعر میں جو لفظ ”درد“ ہے، وہ سید حایا اللہ دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا جائے گا۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- زخم کو مرہم دل، درد کو درماں سمجھا

چارہ مگر خوب علاج غم پنہاں سمجھا

اس شعر میں مستعمل لفظ ”درد“ کو صنعت مقلوب مستوی کے تحت شمار کیا جائیگا۔

○ غلام ربانی شاہ کا شعر ہے:- رنج شکست بھی ہے غرور شکست بھی ہے

اس زندگی کو درد کہوں یا اثر کہوں

اس شعر میں الفاظ اور سیدھا دونوں طرف سے یکساں پڑھے جانے والے لفظ ”درد“ کا

استعمال کیا گیا ہے۔ صنعت مقلوب مستوی میں اکثر شعراء کے کلام میں زیادہ تر لفظ ”درد“

کا استعمال ہوا ہے۔ اس صنعت کے الفاظ اردو لغت میں بھی بہت محدود تعداد میں ہیں لہذا

الفاظ کی جڑت کا حسن اس صنعت میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت ربیعہؓ کے نعتیہ کلام

میں نئے نئے الفاظ کے ساتھ کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار قارئین

کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

○ حضرت رضایہؓ فرماتے ہیں:-

(۱) دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رنجم

اٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

اس شعر میں لفظ ”دُزد“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ سید حایا اللہ یکساں ہی پڑھا

جائیگا۔ لفظ ”دُزد“ کے لغوی معنی چوری کرنے والا ہے (فیروز اللغات، ص ۶۲۵) اس شعر

میں دُزد سے مراد شیطان ہے۔

(۲) اب تو ہے گریہ خوں گوہر دامانِ عرب

جس میں دو لفظ "لعل" ہے۔ وہ بھی کان عرب
اس شعر میں جو لفظ "لعل" ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا
جائے گا۔

(۳) زبان خار کس کس سے آن کو ساقی ہے
تو چہا زبج طیب ہی مگر انکار عرق کا
اس شعر میں لفظ "ور" ہے۔ وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے پڑھا جائے گا۔

(۴) دل عیث خوف سے بے آزا جاتا ہے
پلہ ہلا سکی بھلا ہے بھرنا تیرا
اس شعر میں مستعمل لفظ "آزا" کو صنعت مطلوب مستوی کے تحت شمار کیا جائے گا۔

(۵) ٹوٹ پڑتی ہیں بلائیں جن کو ہٹا نہیں کوئی یاد
ہر طرف سے دونوں ارباب بھر گئے دامن میں چھا کرتے ہیں
اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ "ٹوٹ" ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں میں
یکساں پڑھا جائے گا۔

(۶) دید گل اور بھی کرلی ہے قیامت دل پر
بمغیر وہیں بھر ہوئے نفس جانے دو
اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ "دید" ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں میں
یکساں پڑھا جائے گا۔

(۷) حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں
خردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے
اس شعر میں لفظ "داد" سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے گا۔

(۸) باب عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر ادھر
کیسی خرابی اس گھرے در بدر کی ہے

اس شعر میں لفظ ”باب“ ہے، وہ سیدھا اور الفاظ دونوں طریقوں میں یکساں پڑھا جائے گا۔

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں صنعتِ مقلوبِ مستوی کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف آٹھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے۔ ان تمام اشعار میں صنعتِ مقلوبِ مستوی کے تحت ● دُزد ● لعل ● درد ● اُڑا ● ٹوٹ ● دید ● داد اور ● باب کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی جہتِ الفاظ کے میدان میں جولانی کرتے ہوئے دیئے اردو ادب کے شہسوار کی حیثیت سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں۔ الفاظ کی جہت کے ساتھ ساتھ شعر کی روانی، مضمون کی عمدگی، اور عشق کا سوز و گداز اشعار کے محاسن میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ حضرت رضا کا کلام رہا۔ نئے اردو ادب کے شعراء کو ایک نئی راہ دکھا رہا ہے۔ بلکہ دعویٰ اور دلیل کے شواہد سے ثابت کر رہا ہے کہ شعر و ادب کے حسن اور رنگینی کے لئے عشقِ مجازی کے بجائے عشقِ حقیقی میں نظم کیئے گئے اشعار میں زیادہ رنگت اور بکھار لایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صداقت اور خلوص پر مبنی ہو۔

(۳۱) ”صَنَعَتِ مَقْلُوبِ كُلِّ“

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس کو بالترتیب الفا دیں تو با معنی لفظ بن جائے۔ مثلاً مان کو الٹا دیا تو ”نام“ بنا۔ اناج کو الٹا دیا تو ”جانا“ بنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷)۔

● غلامِ ربانی تمہارا شعر ہے۔ یہ اتفاقِ زمانہ ہے، اس کا رونا کیا ملا کوئی دل کا حراج داں نہ ملا

اس شعر میں جو لفظ ”ملا“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”الم“ یعنی رنج، غم، بنتا ہے۔

● جگر مراد آبادی کا شعر ہے۔ ساقی ہے، شراب ہے، سب سے

اول وہ بڑے جو با وضو ہے

اس شعر میں جو لفظ ”شراب“ ہے، اس کو اُلتا دینے سے لفظ ”بارش“ بنتا ہے۔

● کھل ہلا ہونی کا شعر ہے۔ فیم عاشق سے کہہ دو رو عام تک نہ پہنچے

مجھے خوف ہے یہ تہمت مرے نام تک نہ پہنچے

اس شعر میں جو لفظ ”نام“ ہے، اس کو اُلتا دینے سے لفظ ”مان“ (عزت) بنتا ہے۔

● گالی ہلا ہونی کا شعر ہے۔ کچھ نظر کہہ گئی، زبان نہ کھلی

بات اُن سے ہوئی مگر نہ ہوئی

اس شعر میں جو لفظ ”بات“ ہے، اس کو اُلتا دینے سے لفظ ”تاب“ (چمک) بنتا ہے۔

● مرزا غالب کا شعر ہے۔ چمک رہا ہے بدن پر لہو سے بھرا ہن

ہماری جیب کو اب حاجت رو کیا ہے

اس شعر میں جو لفظ ”جیب“ ہے، اس کو اُلتا دینے سے لفظ ”بیج“ (اصل، نطفہ) بنتا ہے۔

● امیر کھڑکی کا شعر ہے۔ توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں میں نے

اُس نے اب تک نہ دکھایا رُخِ زیبا مجھ کو

اس شعر میں جو لفظ ”رُخ“ ہے، اس کو اُلتا دینے سے لفظ ”خز“ (گدھا) بنتا ہے۔

● جوش ملیح آبادی کا شعر ہے۔ کھلونا تو نہایت شوخ و رنگیں ہے حمدِ ن کا

متعرف میں بھی ہوں لیکن کھلونا پھر کھلونا ہے

اس شعر میں جو لفظ ”شوخ“ (شریر) ہے، اس کو اُلتا دینے سے لفظ ”خوش“ بنتا ہے۔

● ماں شام اختر کا شعر ہے۔ روشِ روش پہ جو کانٹے مہک اٹھے بھی تو کیا

جن سے دور گلابوں کا قافلہ تو رہا

اس شعر میں لفظ ”روش“ (باغ کی پھولی) کو اُلتا دینے سے لفظ ”شود“ (دھوم) بنتا ہے۔

● فیض احمد فیض کا شعر ہے۔ سب قتل ہو کے تیرے مقابل سے آئے ہیں

ہم لوگ سرخ رو ہیں کہ منزل سے آئے ہیں

اس شعر میں جو لفظ ”لوگ“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”گول“ (دائرہ) بنتا ہے۔
 صنعتِ مقلوبِ کل میں ہم نے اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء کے چند اشعار مثال
 میں پیش کئے ہیں۔ ناظرین کرام معائنہ سے محفوظ ہوئے ہوں گے۔ حضرت رضا بریلوی
 علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں
 کہ جن کو شمار کرنا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور بطور مثال ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا امر
 محال ہے۔ لہذا ہم چند اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ ذیل میں چند اشعار پیش خدمت ہیں:-
 ● حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

(۱) فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
 خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
 اس شعر میں لفظ ● ”فرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرف“ (بزرگی) بنتا ہے
 ● ”کیا“ کو الٹا دینے سے ”ایک“ بنتا ہے۔ ● ”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“
 (مذہب) بنتا ہے۔

(۲) نہ روج امیں، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں، کوئی بھی کہیں
 خبر ہی نہیں، جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لئے
 اس شعر میں لفظ ● ”روح“ کو الٹا دینے سے لفظ ”حور“ بنتا ہے۔ ● ”امیں“ کو الٹا
 دینے سے لفظ ”نہا“ (آدھا) بنتا ہے۔ ● ”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“ بنتا ہے۔
 ● ”لوح“ کو الٹا دینے سے لفظ ”حول“ (ارد گرد) بنتا ہے۔

(۳) نزع میں، گور میں، میزاں پہ، سر ہل پہ کہیں
 نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معطی تیرا
 اس شعر میں لفظ ● ”گور“ کو الٹا دینے سے لفظ ”روگ“ (بیماری) بنتا ہے ● ”مین“
 کو الٹا دینے سے لفظ ”نیم“ (آدھا) بنتا ہے۔ ● ”سر“ کو الٹا دینے سے لفظ ”رس“
 (عرق) بنتا ہے اور ● ”ہل“ کو الٹا دینے سے لفظ ”پل“ (مٹھی) بنتا ہے۔

(۴) ہے کلام الہی میں شمس و مہنی ترے چہرہ نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

اس شعر میں لفظ ● "کلام" کو الٹا دینے سے لفظ "مالک" بنتا ہے۔ ● لفظ "مین" کو الٹا دینے سے لفظ "نیم" (نصف) بنتا ہے۔ ● لفظ "کی" کو الٹا دینے سے لفظ "یک" (ایک) بنتا ہے۔ ● لفظ "تار" (اندھیری) کو الٹا دینے سے لفظ "رات" بنتا ہے ● لفظ "راز" کو الٹا دینے سے لفظ "زار" (نالہ و فریاد) بنتا ہے۔

(۵) عارض شمس و مہنی ترے بھی ہیں نور ایڑیاں

عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں

اس شعر میں ● لفظ "ابور" کو الٹا دینے سے لفظ "رونا" (نوحہ) بنتا ہے۔ ● لفظ "عرش" کو الٹا دینے سے لفظ "شرع" (شریعت) بنتا ہے۔ ● لفظ "کی" کو الٹا دینے سے لفظ "یک" بنتا ہے۔ ● لفظ "خوش" کو الٹا دینے سے لفظ "شوخی" (شر) بنتا ہے۔ ● لفظ "تر" کو الٹا دینے سے لفظ "رت" (موسم) بنتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت منقولہ کل کے بہت سارے اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف پانچ اشعار قارئین کرام کی خاطر داری کے لئے پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کا تقابلی جائزہ لینے سے ایک بات یہ سامنے آئے گی کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک شعر میں اس صنعت کے کئی کئی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں یہ خوبی نہیں۔ اس صنعت میں بھی حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیگر شعراء پر فوقیت و سبقت لے گئے ہیں۔

(۳۲) "صنعتِ حُسنِ طلب"

لطیف اشارہ کر کے کوئی چیز مانگنا۔ مانگنے کا اچھا طریقہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹)
یعنی دل پسند طریقے سے کسی چیز کو کسی سے طلب کرنا۔

[Nice way of asking]

ہر مانگنے والا اپنے مطلوب سے اچھے طریقے سے مانگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھے طریقے سے مانگنے کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس کی انتہا شرفِ قبولیت سے نوازی جائے اور اس کا مدعا حاصل ہو۔ سب مانگنے والوں نے کسی نہ کسی سے، کسی نہ کسی طریقے سے، بہت کچھ مانگا ہے۔ کسی نے خدائے تعالیٰ سے اور خدا کے محبوب سے مانگا ہے۔ تو کسی دل پھینک عاشق نے اپنے معشوق سے مانگا ہے۔ اور ہر مانگنے والے نے یہی کوشش کی ہے کہ اس کے مانگنے کا طریقہ اور انداز دلنشین ہو۔ اردو ادب کے صغیٰ اول کے کچھ شعراء کے چند اشعار پیش ہیں:-

● گل بہارِ بونی کا شعر ہے:- رکن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ

رحمتوں کا حساب کون کرے

اس شعر میں شاعر نے خدائے تعالیٰ کی بیشمار رحمتوں کو سراہتے ہوئے گناہوں کی مغفرت طلب کی ہے۔

● آئی بہارِ بونی کا شعر ہے:- تیری قدرت کا نظارہ ہے، مرا عجز گناہ

تیری رحمت کا اشارہ ہے، ندامت میری

اس شعر میں شاعر نے اپنے عجز گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے ندامت سے خدا کی رحمت کی امید کا اظہار کیا ہے۔

● مرزا غالب کا شعر ہے:- آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد

مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

[illegible]

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

٢٠٠٠

[illegible]

کتابخانه ملی ایران

میں نے یہ سب کچھ لکھ دیا ہے کہ اس کی وجہ سے

طریقہ ہندو مت کے متعلق ہے

۱۹۱۱ء کی لکھی

۵-۶-۷-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶

→

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم من الآيات العظمى والبراهين القاطنة

اس قسم کے کاموں کے لئے جو کہ ان کے لئے ہیں

۷، مکتبہ عربیہ اسلامیہ لاہور

لم یجیبہ کی جہت سے ابھی اس طرح

:- انہی کے لئے ہے جو کہ ان کے لئے ہے ان کے لئے ہے ان کے لئے ہے

آرام و خوشی در آنجا بود که هرگز نماند.

၁၂၈၃၃၇၇-၁-

[illegible]

۳۴۲ پیرامون قزوین و مراغه

[illegible]

9-3-

وہاں سے آکر آج کل کے حالات بتائے۔

صنعتِ حسنِ طلب میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بہت ہی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آپ نے بارگاہِ خدائے تعالیٰ اور بارگاہِ محبوبِ خدا میں جس انداز سے حسنِ طلب کا اظہار فرمایا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پہلے چند اشعار حضرت رضا کے بارگاہِ خداوندی میں حسنِ طلب کے پیش ہیں:-

● حضرت رضا بریلوی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں:-

(۱) نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا ÷ غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معاف ÷ جس میں تیرا کچھ خرچ نہیں دے مولیٰ
راقم الحروف سے ایک کالج کے پروفیسر صاحب نے ایک مرتبہ ٹکلیل بدایونی کا وہ شعر
”گن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ ÷ رحمتوں کا حساب کون کرے“ سنایا اور کہا کہ ٹکلیل صاحب
کا طرزِ بیان اچھوتا اور بے مثل ہے۔ اس سے بہترین شعر میں نے نہیں پایا۔ ان پروفیسر
صاحب کو راقم الحروف نے حضرت رضا بریلوی کی مذکورہ رباعی سنائی، تو وہ تڑپ اٹھے اور
ایک کیف و سرور اُن پہ طاری ہو گیا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ حسنِ طلب میں حضرت
رضا کے مقابلے میں ٹکلیل صاحب کی حیثیت مقتدی کی ہے۔ حضرت رضا بلا شک و شبہ مقتدا
نظر آتے ہیں۔

(۲) کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما

تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ایک صاحبِ اہلِ ادب سے تھے۔ وہ ہمیشہ مرزا غالب کا شعر ”آتا ہے داغِ حسرت
دل کا شمار یاد ÷ مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ“ منگنا کرتے تھے اور اس شعر
کی غایت درجہ تعریف کیا کرتے تھے۔ انہوں نے غالب کے اس شعر کو اپنا وظیفہ بنا رکھا تھا۔
راقم الحروف نے غالب صاحب کے اس شعر کے مقابلے میں حضرت رضا بریلوی کا مذکورہ
شعر سنایا، تو وہ عجب عجب ہنسا اور ایک وجدانی کیفیت میں مستغرق ہو گئے۔ حضرت رضا

کے اور مرزا غالب کے شعر کے الفاظ پر چند لحاظ غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ سے گناہوں کا حساب نہ لینے کی التجا کرنے میں حضرت رضا کا انداز بیان غالب صاحب کے انداز سے اعلیٰ معیار کا، مؤدبانہ، عاجزانہ اور مہذبانہ ہے۔ اس کے بعد سے انہوں نے حضرت رضا کے مذکورہ شعر کو اپنا وظیفہ بنالیا۔

(۳) اپنی ستاری کا یا رب واسطہ

ہوں نہ رسوا برسرِ دربارِ ہم

اللہ تبارک و تعالیٰ کا صفاتی نام ”مستار“ ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپانے والا اور ڈھانپنے والا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۸)۔ حضرت رضا نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے اور عیب پوشی کے کرم سے بہرہ مند ہونے کے لئے خدائے تعالیٰ کو اس کی شان ستاری کا واسطہ دیا ہے۔ گویا کہ موصوف کو صفت سے متصف کیا ہے۔ ایک اچھوتے انداز میں بارگاہِ خداوندی میں التجا کی گئی ہے۔

(۴) تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا، ہے تجھی پہ بھروسہ تجھی سے دعا

مجھے جلوۂ پاکِ رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم

عشق مجازی میں اصغر گوڑی کا اپنے شعر میں اپنی محبوبہ کو اس کے لب گل رنگ کی قسم دے کر یہ کہنا کہ ”تجھے اپنے لب گل رنگ کی خوشبو کی قسم“ اور اس قسم کے ذریعہ شام بھراں کی ہواؤں کو خوشبودار کرنے کی گزارش کرنا محض شاعرانہ تخیل ہے۔ لیکن حضرت رضا کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس جلوہ دیکھنے کی استدعا کرتے ہوئے رب تبارک و تعالیٰ سے ”تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم“ عرض کرنا جذبہٴ عشق صادق کی صداقت کی عکاسی کرتا ہے۔

(۵) ہم یہ کاروں پہ یا رب تپشِ محشر میں

سایہ آگن ہوں تیرے پیارے کے پیارے کیسو

میدانِ محشر کی دھوپ سے بچنے کے لئے اللہ کے پیارے کے پیارے گیسو کا سایہ کرم حاصل ہونے کی یہ دعا حسنِ طلب کی صنعت میں اپنی مثال آپ ہے۔

(۶) ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے، تو ہوئے ہم تیرے

اس سے بڑھ کر تری سمت اور وسیلہ کیا ہے

کتنا دلکش اندازِ بیان ہے۔ کتنے حسین طریقے سے اپنی طلب کا بارگاہِ خداوندی میں اظہار کیا گیا ہے اور نسبت کا کیسا بہترین تعلق عرض کیا گیا ہے۔ ہم حضور اقدس کے غلام ہونے کے ناطے حضور کے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے ناطے اللہ کے، لہذا اس نسبت سے ہم بھی اللہ کے ہوئے اور اللہ کے ہونے کے لئے اس سے بڑھ کر کونسا وسیلہ ہے؟

یہاں تک بارگاہِ الہی میں حُسنِ طلب کے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ناظرین کی خدمت میں پیش کیئے گئے۔ اب چند اشعار بارگاہِ رسالت میں حُسنِ طلب کے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فقیدِ دیوان سے پیش خدمت ہیں:-

(۷) سرکارِ ہم کینوں کے اطوار پر نہ جائیں

آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت رضا عرض کرتے ہیں کہ حضور! ہمارے طور طریقے اور ہمارے کردار کو نہ دیکھیں بلکہ آپ اپنی شانِ کربیی سے اپنے کرم کو دیکھتے ہوئے ہم کینوں پر کرم فرمائیں۔

(۸) ہے یہ اُمیدِ رضا کو تری رحمت سے شہا

نہ ہو زندانیِ دوزخ ترا بندہ ہو کر

یا رسول اللہ! میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کا غلام ہونے کے ناطے مجھے دوزخ کی قید نہ ہوگی، یہی امید مجھ کو آپ کی رحمت سے ہے۔

(۹) میرے عیسیٰ ترے صدقے جاؤں

طور بے طور ہیں پیاروں کے
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
”میرے عیسیٰ“ کے محبت آمیز لقب سے پکارتے ہوئے بے طور پیار پر کرم نوازی فرمانے کی
حسن طلب کے تحت التجا کرتے ہیں۔

(۱۰) مجرم بلائے آئے ہیں جہاں اؤک ہے گواہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
اپنا سوال شرف قبولیت سے نوازا جائے اور رد نہ ہو، اس طلب میں حضرت رضا
قرآن مجید کی آیت وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم فرمان الہی کے تحت آپ کے دربار میں مہرمانہ حیثیت سے
حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے حضور بلائے گئے ہیں اور کوئی بھی کرم نواز آقا اپنے در پر کسی
کو بلا کر پھر اُس کا سوال رد نہیں کرتا۔ لہذا یا رسول اللہ آپ اپنی شان کریمی سے ہمارا سوال
پورا فرمائیں۔ اب چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

(۱۱) یا نبی جس کی امان چاہے رضائے خست

تیرے دامن کے سوا اور ہے دامن کس کا

(۱۲) کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(۱۳) دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر

دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

(۱۴) تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری

جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

(۱۵) ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم

(۱۶) ہیں سخی کے مال میں حقدار ہم
مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے

(۱۷) سرکار میں نہ ”لا“ ہے، نہ حاجت اگر کی ہے
بد ہیں تو آپ کے ہیں، بھلے ہیں تو آپ کے

(۱۸) ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے، رُخ کدھر کریں
خلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم

(۱۹) تم سے ملا جو ملا، تم پہ کروڑوں درود
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی

(۲۰) دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
نبی، رحمت، شفیع اُمت، رضا یہ اللہ ہو عنایت

اے بھی اُن خلعتوں سے حصہ، جو خاص رحمت کے والے بٹے تھے

صنعت حسن طلب میں حضرت رضاؑ نے وہ حسن پیدا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے فن
و ادب کا حسن بھی وہ چند ہو گیا ہے۔ بطور مثال چند اشعار ہم نے پیش کئے ہیں۔ اہل
ذوق حضرات ”حدائق بخشش“ کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ مزید اشعار سے لطف

اندوز ہوں۔

(۳۳) ”صنعتِ ترجیعِ بند“

شاعر کا چند ایسے بند نظم کرنا جو بحر میں موافق اور قافیہ میں مختلف ہوں اور وہ بند اس طرح نظم کرنا کہ ایک ہی بیت ہر بند کے آخر میں متواتر آئے اور ہر بند کے آخری شعر کے مضمون سے موافقت کرے۔ (فیروز اللغات، ص ۳۵۵)۔

صنعتِ ترجیعِ بند کی مثال میں اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کی تخلیق پیش کرنے کی غرض سے ہم نے کئی شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی کی۔ لیکن معدودے چند کے علاوہ اکثر و بیشتر کے کلام اس صنعت سے محروم ہیں۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ ● مرزا غالب ● فانی بدایونی ● جگر مراد آبادی ● فیض احمد فیض ● امیر گوٹوی وغیرہ کے دیوان صنعتِ ترجیعِ بند سے تشنہ ہیں۔ اور جن کے دیوان میں راقم الحروف نے ترجیعِ بند کو پایا اس میں بھی کلام ہے یعنی کہ وہ صنعتِ ترجیعِ بند کے شرائط پر مکمل نہیں۔

● کلیل بدایونی کے دیوان میں ترجیعِ بند کی مثال :-

(۱) چراغِ بزمِ تمنا بجھا نہیں سکتا ÷ میں بھول کر یہ قیامت اٹھا نہیں سکتا

نشاطِ راحت ہستی مٹا نہیں سکتا ÷ تمام عمر میں تجھ کو بھلا نہیں سکتا

تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

(۲) یہی تو باعثِ ضبطِ فغاں ہے میرے لئے ÷ یہی تو حاصلِ عمرِ رواں ہے میرے لئے

یہی تو زندگیِ جاوداں ہے میرے لئے ÷ یہی تو دولتِ کون و مکاں ہے میرے لئے

تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

کلیل بدایونی کی یہ تخلیق سات بند پر مشتمل ہے اور ہر بند کے بعد ”تیرا خیال مرے

دل سے جا نہیں سکتا“ یہ ایک مصرعہ بار بار آتا ہے۔ حالانکہ صنعتِ ترجیعِ بند میں ہر بند کے

بعد ایک مصرعہ نہیں بلکہ ایک بیت آنا چاہئے اور بیت = ایک وزن کے دو مصرعے = شعر (فیروز اللغات، ص ۲۵۲)۔ مذکورہ نظم میں ہر بند کے بعد دو مصرعے آنے ضروری تھے لیکن صرف ایک مصرعہ ہی آیا ہے۔ اسی طرح تکلیف بدایونی صاحب کی دوسری نظم جو ”کلیات تکلیف“ میں ص ۱۳۰ پر ”بے خودی“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں ہر بند کے بعد ”مجھے کسی کا ڈر نہیں میں اپنی دھن میں مست ہوں“ والا صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ تکلیف بدایونی کے دیوان میں صرف یہی دو نظمیں صنعت ترجیع بند کی پائی جاتی ہیں لیکن دونوں کا حال یہ ہے کہ ہر بند کے بعد بجائے دو مصرعوں کے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ دراصل یہ نظم مخمس ہے۔

● جوش ملیح آبادی کے دیوان میں ترجیع بند کی مثال:-

(۱) کیا جوانی ہے فضا میں، مرجا صد مرجا ÷ چل رہی ہے روح کو چھوٹی ہوئی ٹھنڈی ہوا
آری ہے دور سے کافر چپے کی صدا ÷ حسن اٹھا ہے خاک سے انگڑائیاں لیتا ہوا
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

(۲) آرزو میں ہے تلام، جوش سامانوں میں ہے ÷ حسرتوں میں دلوں میں، تازگی جانوں میں ہے
نوجوانی کا تبسم سرد میدانوں میں ہے ÷ روشنی ہے دشت میں، خوشبو بیابانوں میں ہے
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

گیارہ بند پر مشتمل یہ نظم ”شعلہ اور شبنم“ (دیوان جوش ملیح آبادی، ص ۱۱۵۰) پر درج ہے۔ اس نظم میں ہر بند کے بعد ایک شعر (بیت یعنی دو مصرعوں) کے بجائے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ جوش ملیح آبادی کے مذکورہ دیوان کے ص ۲۶، ص ۳۹ اور ص ۸۲ پر بھی ترجیع بند کی صنعت میں ایک ایک نظم پائی جاتی ہے لیکن ان تینوں میں بھی ہر بند کے بعد صرف ایک مصرعہ ہی ہے۔

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں ترجیع بند کی مثال:-

(۱) یہ وہ در کہ ہے کہ جزم آئے تو غمراں ہو جائے ÷ اشفاق شوق شفاعت میں گنہ یار ہو جائے
تار بھی آئے تو نور چمنستاں ہو جائے ÷ غارِ روئے سحر شام غریباں ہو جائے

بے ادب پامنہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
 مجددہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہ ست
 (۲) ہمہ تن قطب ہوں افلاک نہ کھائیں چکر ÷ موج دریا نہ بڑھے نوح کا طوقاں ہو کر
 پاؤں پھولوں پہ ادب سے نہ رکھے بادِ بحر ÷ گرچہ ایں بارگہ رحمت عام ست مگر
 بے ادب پامنہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
 مجددہ گاہ ملک وروضہ شاہنشاہ ست
 (حدائق بخشش، حصہ ۳، ص ۲۹)

● کلام رضا میں ترجیع بند کی دوسری مثال :-

(۱) غنیہ دل ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آہ ÷ آنکھ کو دل سے ہی تھا شوقِ نظارہ بخدا
 بلبل زار کو اک دم بھی نہ خوش گزرا تھا ÷ کہ ہوا پھر گئی، گزاری موسم بدلا
 حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
 روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
 (۲) کس قدر تیز گئی تیری سواری اے ماہ ÷ حسرتیں دل کی مدہیں دل ہی میں واللہ باللہ
 پھر کے اے گل نہ کی اس شیفہ پر تو نے نگاہ ÷ تیرا بلبل یہی کہتا رہا بالائے و آہ
 حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
 روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد
 صنعتِ ترجیع بند میں حضرت رضا کے اشعار تمام شرائط اور ضوابط پر کامل طور پر پورے
 ہیں۔ علاوہ ازیں اشعار میں الفاظ کی بندش، عنوان کا طرزِ بیان، ماحول کی منظر کشی، اور عشق
 کا دلہانہ جذبہ اشعار کے معیار کی بلندی کی گواہی دے رہے ہیں۔

(۳۴) "صنعتِ مسقط"

وہ نظم جس کے ہر شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں۔ اس نظم میں تین سے لے کر دس اشعار ہوں اور ان تمام اشعار میں کئی جگہ ایک قسم کا قافیہ ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۳۷)۔
صنعتِ مسقط عموماً لمبی بحر کے اشعار میں ہوتی ہے۔ شاعر اپنی لمبی بحر کی کئی نظموں میں سے ایک دو نظمیں اس صنعت میں نظم کرتا ہے۔ اس صنعت میں نظم کہنا شاعر اپنے لئے باعثِ فخر جانتا ہے اور اس صنعت سے شاعر کے علم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

● جگر مراد آبادی کی ایک غزل صنعتِ مسقط میں:-

(۱) کبھی شاخ و بزمہ و برگ پر، کبھی غنچہ و گل و خار پر

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر

(۲) مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں

مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر

(۳) مری سمت سے اُسے اے صبا، یہ پیامِ آخر غم سنا

ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا، کہ خزاں ہے اپنی بہار پر

شعر نمبر ۱ مطلع ہے۔ شعر نمبر ۲ میں دھمکیاں، بجلیاں، اور آشیاں تین ہم قافیہ الفاظ ہیں اور شعر کے تین ٹکڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح شعر نمبر ۳ میں بھی شعر کے تین ٹکڑے صبا، سنا اور جا ہم قافیہ الفاظ کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ جگر مراد آبادی کی مذکورہ غزل کل نو ۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ لیکن اس غزل کے شعر نمبر ۳ اور نمبر ۵ میں صنعتِ مسقط کا التزام نہیں ہے۔

● جگر مراد آبادی کی دیگر غزل صنعتِ مسقط میں:-

(۱) وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سارے ہیں

یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، وہ آرہے ہیں، وہ جارہے ہیں

(۲) شراب آنکھوں سے ڈھل رہی ہے، نظر سے مستی اُبل رہی ہے

چھلک رہی ہے، اُچھل رہی ہے، پپے ہوئے ہیں پلا رہے ہیں

(۳) یہ مست ہلہل بہک رہی ہے، قریب عارض چبک رہی ہے

گلوں کی چھاتی دھڑک رہی ہے، وہ دست رنگیں بڑھا رہے ہیں

جگر مراد آبادی کی یہ غزل ہیں^{۲۰} اشعار پر مشتمل ہے لیکن اس غزل کے صرف نو^۹ ہی

اشعار میں صنعتِ مستط کے قواعد و ضوابط کا التزام پایا جاتا ہے۔

مذکورہ دو غزلوں کے علاوہ جگر مراد آبادی کی صنعتِ مستط میں ایک غزل ان کے

دیوان ”شعلہ طور“ کے صفحہ نمبر^{۳۶} پر ہے لیکن اس غزل کے تیرہ^{۱۳} اشعار میں سے چار^۴ اشعار

میں مذکورہ صنعت پائی جاتی ہے۔ جگر مراد آبادی کے دیوان میں لے دے کر یہی تین غزلیں

صنعتِ مستط میں پائی جاتی ہیں۔

● مرزا غالب کے دیوان میں اس صنعت میں ایک غزل بھی نہیں پائی جاتی۔

● فانی بدایونی، فیض احمد فیض، اصغر گوٹوی، جوش ملیح آبادی اور غلام ربانی تاباں کے کلام

میں بھی یہ صنعت مفقود ہے۔ البتہ:-

● کلیل بدایونی کے دیوان میں اس صنعت کی ایک غزل ”کلیاتِ کلیل“ ص ۱۲۸، پر

پائی جاتی ہے لیکن اس کا عنوان اور بیانِ عنوان دلکش نہیں اور نہ ہی اس کے اشعار

میں الفاظ کی ندرت ہے، نہ کوئی فصاحت و بلاغت ہے۔ جھوپڑی، کوٹھے، طوائف کے،

گھر، پڑوسی، بکینہ، مچار، ظالم، لیڈر، جتنا (پبلک)، دال، مرغی، جو، ستو جیسے روزمرہ کے

عوامی مستعمل الفاظ سے ہی پوری غزل اُبل رہی ہے۔ ادب کا اعلیٰ معیار یا مضمون کی

عُمدگی نہیں پائی جاتی۔

صنعتِ مستط میں جب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ذہنیہ دیوان

کی اور اوراقِ گردانی کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعتِ مستط درِ رضا کی کنیز، حیثیت

سے قلمِ رضا کی جنبش کے اشارے پر مطیع اور فرمانبردار ہو کر حاضرِ خدمت ہے۔ اس صنعت

میں حضرت رضاؑ کے کلام میں اتنی کثرت پائی جاتی ہے کہ عقلیں دنگ ہیں، گمان چرخ میں ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:-

● حضرت رضاؑ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں:-

ایک نعت صنعت مسط میں ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت کے ہر شعر میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر میں تین تین ہم قافیہ لکڑے ہیں۔ اس نعت شریف کا مطلع یہ ہے:-

(۱) وصف رخ اُن کا کیا کرتے ہیں، شرح والشمس وضیٰ کرتے ہیں
اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں، جن کو محمود کہا کرتے ہیں
مطلع کے بعد کے چند اشعار قارئین کی فرحت طبع کے لئے پیش خدمت ہیں:-

(۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم
سج گزرتے ہیں ادب سے تسلیم، پیڑ سجدے میں گرا کر جتے ہیں
اس شعر میں عظیم، تعظیم اور تسلیم ہم قافیہ کے ساتھ تین لکڑے شعر کا حسن بڑھا رہے ہیں۔

(۳) تو ہے خورشید رسالت پیارے، مچھپ گئے تیری ضیا میں تارے
انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں
اس شعر میں پیارے، تارے اور پارے کے تین ہم قافیہ لکڑے زینت شعر بنے ہوئے ہیں۔

(۴) لب پر آجاتا ہے جب نام جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں
اس شعر میں جناب، نایاب اور بیتاب کے قافیہ کے ساتھ تین جملے ہیں۔

(۵) اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام، سوئے ہیں اپنے انہیں کو سب کام
لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام، چارہ در در رضا کرتے ہیں
اس شعر میں آرام، کام اور غلام کی قافیہ بندی کے ساتھ تین لکڑے شعر کے حسن

وجہال میں اضافہ کر رہے ہیں۔

اس نعت شریف کے تمام اشعار مذکورہ طور پر ہم قافیہ تین تین ٹکڑوں کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کی یہی ایک نعت شریف ہی صنعتِ مستط میں تمام شعراءِ اردو ادب کے کلام پر حاوی ہے۔

○ حضرت رضا کا صنعتِ مستط میں عظیم شاہکار:-

صنعتِ مستط کی مثال میں اردو ادب کے شہرہ آفاق اور نامور شاعروں کے دیوان سے کوئی غزل پیش کرنے کے لئے ہم نے ان شاعروں کے دیوان کی گہری نظر سے اوراق گردانی کی تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم کسی صحرا میں بیٹھے پانی کے چشمہ کی جستجو میں بھٹک رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے جگر مراد آبادی اور ٹکلیں بدایونی کے کلام میں غیر تسلی بخش مثالیں نظر آئیں۔ صحرا میں سرد اور شیریں پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے کو جس طرح تلخ اور گولے پانی سے سبکدوش ہوتا پڑتا ہے، اسی طرح ہم کو بھی ان غزلوں سے سبکدوش ہونا پڑا۔ لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس صنعت کی مثال نظم کی جستجو کی زحمت ہی نہ ہوئی۔ حضرت رضا کے کلام میں اس صنعت کی اتنی بہتات اور کثرت ہے کہ تلاش و جستجو کی حاجت نہیں۔ جس طرح شیریں اور شفاف پانی سے ٹھانھیں مارتے ہوئے دریا کے لب ساحل استادہ شخص کو پانی کی تلاش کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ پانی کی موجیں خود اُچھل اُچھل کر اس تک رساں ہوتی ہیں۔ اسی طرح حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوانِ سمندرِ عشق کی موجیں صنعتِ مستط جیسی کئی صناعات کے گوہرِ شاداب کے ہمراہ خود پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان میں ایک نعت شریف صنعتِ مستط میں ۲۵ لہجوں اشعار پر مشتمل ہے۔ وہ نعت پیش خدمت ہے:-

(۱) زمین و زماں تمہارے لئے، کلیں و مکاں تمہارے لئے

چمن و چٹاں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

یہ شعر نعت کا پہلا شعر ہے لہذا مطلع کی رعایت کرتے ہوئے اس شعر میں زماں، مکاں، چناں اور جہاں چار ہم قافیہ ٹکڑوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس نعت کے چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

(۲) فرشتے خدم، رسول حشم، تمام اُہم، غلامِ کرم

وجود و عدم، حدوث و قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

صنعتِ مستط کے لحاظ سے اس شعر میں حشم، کرم اور قدم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے آنے ضروری تھے اور ان تین ٹکڑوں کے لیے تین قافیہ لازمی تھے لیکن حضرت رضّا نے اس شعر میں تین قافیوں کے بجائے خدم، حشم، اُہم، کرم، عدم اور قدم کل چھ قافیے ایسے حسین انداز میں نظم فرمائے ہیں کہ کسی بھی شاعر کے کلام میں ایسا بامعنی اور باوقار شعر نہیں پایا جاتا، ایسا لگتا ہے کہ حضرت رضا کو قافیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ قافیہ چل چل کر از خود کلبِ رضا پر ثار ہونے چلے آتے تھے۔

(۳) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل

حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

اس شعر میں بجائے تین کے چھ قافیے استعمال کئے گئے ہیں

(۴) کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی

عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعتِ مستط کے ہم قافیہ تین ٹکڑوں میں تین قافیوں کی ضرورت تھی لیکن حضرت رضا بریلوی نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین کے بجائے نجی، صفی، رضی، نبی، وصی، غنی اور علی کل سات قافیوں کا التزام فرما کر فن و ادب کے ماہرین کو ششدر کر دیا۔

(۵) جنان میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھمن، پھمن میں دُلمن

سزائے محن یہ ایسے فن، یہ امن و اماں تمہارے لئے

اس شعر میں مستقل ہم وزن قافیہ کے علاوہ تین زائد قافیوں کی ضرورت تھی لیکن

حضرت رضائے تین کے بجائے چمن، چمن، سمن، سمن، پھمن، پھمن، دہن، محن، من۔ کل نو^۹ الفاظ ہم قافیہ استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا پرچم نصب فرما دیا ہے۔ مقطع پیش خدمت ہے:

(۶) صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے

لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعتِ مستط کے لوازمات کے تحت مستقل قافیہ کے علاوہ تین حرید قافیہ درکار تھے لیکن حضرت رضائے تین کے بجائے چلے، پھلے، کھلے، بھلے، تلے، اور کھلے کل چھ قافیہ نظم فرما کر ملک سخن میں اپنی شاہانہ شان قائم فرمادی ہے۔

مختصر یہ کہ ۲۵ اشعار پر مشتمل اس نعت شریف میں غزل کے لوازمات کے تحت مستقل طور پر آنے والے قافیوں کے علاوہ صنعتِ مستط کے لوازمات کے تحت کل پچتر (۷۵) زائد قافیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن حضرت رضائے پوری نعت شریف میں بجائے پچتر (۷۵) کے ایک سو پچاس (۱۵۰) قافیوں کا استعمال فرما کر دنیائے ادب کے ناموروں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

● حضرت رضا کے کلام میں حیرت ہی حیرت :-

یہاں تک کی گفتگو میں صنعتِ مستط میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو نعتوں کا ذکر ہوا۔ ان میں سے ایک نعت ۱۷ اشعار پر اور دوسری نعت ۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں صنعتِ مستط میں ایک نعت ستائیس (۲۷) اشعار کی پائی جاتی ہے۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی ثار ہے

عجب اُس کے گل کی بہار ہے، کہ بہار بلبل زار ہے

مطلع کے اس شعر میں دو چار، ثار، بہار (بست)، بہار (خوشی) اور زار کل پانچ قافیوں کا استعمال ہوا ہے اور شعر کا ہر مصرعہ دو ٹکڑوں کا ہے۔ یعنی شعر چار ٹکڑوں سے مرکب ہے۔

(۲) یہ سمن، یہ سون و یاسمن، یہ بنشہ سنبل و سترن
گل و سرو لالہ بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے
اس شعر میں صنعتِ مستط کے تحت تین ہم قافیہ زائد الفاظ درکار تھے لیکن حضرت رضا
بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے تین زائد قافیوں کے سمن، سون، یاسمن، سترن اور چمن
پانچ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔

(۳) یہ صبا سنک، وہ کلی چنک، یہ زباں چہک، لب جو چھلک
یہ مہک جھلک یہ چمک دمک، سب اسی کے دم کی بہار ہے
اس شعر میں لازمی تین زائد قوافی کے بجائے سنک، چنک، چمک، مہک، جھلک،
چمک، اور دمک آٹھ زائد قوافی مستعمل کئے گئے ہیں۔

(۴) وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے، کہ عدد کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے، کہ یہ وار، وار سے پار ہے
اس شعر میں مار، غار، وار (حوصلہ) وار (زخم) وار (بھرتا) اور پار، کل چھ قافیوں کا
استعمال کیا گیا ہے۔ ستائیس اشعار پر مشتمل اس نعت کا ہر شعر فنِ وادب کا ایسا نمونہ ہے کہ
جس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ اشعار میں الفاظ کا ربط، جملوں کی روانی، مضمون کی عمدگی،
بیان کے انداز کی ندرت، اور کلمات کی جدت وغیرہ اوصاف و محاسن کے اظہار کے لئے کما
حقہ موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ آئیے! مذکورہ تین نعت کے علاوہ حضرت رضا کی ایک بے
مثال نعت دیکھیں:-

○ فضل الہی کے بغیر ممکن ہی نہیں:-

مذکورہ تین نعتیں بربان اردو ہیں۔ حالانکہ اردو زبان میں بھی صنعتِ مستط میں تخلیق

نظم میں اچھے اچھے شاعروں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کمال ہے کہ آپ نے اپنی مشہور نعت جو صنعت تلمیع (مطلع مکشوف) میں ہے۔ اس چار زبان والی مشہور نعت میں بھی صنعت مستط کا استعمال کیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے عربی، فارسی، ہندی (بھوجپوری) اور اردو چار زبانوں سے مرکب ایک نعت نظم فرمائی ہے۔ اس نعت کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ جس کا مطلع ہے:

(۱) لم یسات نظیرک فی نظر، مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اس نعت کے کل دس (۱۰) اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے تمام اشعار میں صنعت مستط پائی جاتی ہے۔ مثلاً:-

(۲) البحر علا والموج طغی، من یکس وطوقاں ہو شر با

منجد ہار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری مٹا پار لگا جانا

اس شعر میں ● طغی ● ہو شر با اور ● ہوا تین ٹکڑوں کے آخر میں مزید قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) لنافی عطش و سخک اتم، مائے گیسوئے پاک سے ہر کرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گر جانا

اس شعر میں پہلے ٹکڑے کے آخر میں ”اتم“ دوسرے ٹکڑے کے آخر میں ”کرم“ اور تیسرے ٹکڑے کے آخر میں ”رم جھم“ صنعت مستط کے تحت تین مزید قافیوں کی حیثیت سے ہیں۔

(۴) یا قافلتنی زیدی اجلک، رتے بر حسرت تیشہ لبک

مورا جیرا رتے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ● اجلک ● لبک اور ● درک صنعت مستط کے تحت مزید قافیہ کی حیثیت سے وارد ہوئے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر اللہ اور اللہ کے محبوب (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاص فضل و کرم تھا کہ آپ نے وہ علمی جوہر دکھائے ہیں جو عام طور پر کسب و تعلم سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ علم لدنی کے ذریعہ وہی ہوتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام صرف اردو زبان میں صنعت مستط میں خزاں رسیدہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حضرت رضا کا کلام چاہے جس زبان میں ہو، بہار نو کے شاداب پھولوں کی طرح مہک رہا ہے۔ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ چار زبانوں سے مشترک نظم میں صنعت مستط میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی بھی شاعر کی ایک غزل تو کیا بلکہ ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مستقبل میں دور تک پایا جائے گا۔ جو شعراء عشق مجازی میں زیبا، نازیبا، روا، ناروا بلکہ شریعت کی سرحد کو پھلانگ کر آزادانہ تخیل کے اشعار کہہ گئے ہیں اور ان شعراء کو صفِ اول کے اردو شعراء میں شمار کرانے میں جن کے پاؤں زمین پر نہیں رہتے، ہم ان اہل ادب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک شاعر تو دکھلاؤ! جو ہر صنعت میں کمال مہارت کا ذہنی ہو۔ مذہبی علوم اور عشق رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ اردو ادب اور فنِ شاعری کے اعتبار سے بھی حضرت رضا کا کوئی مد مقابل نظر نہیں آتا۔

● صنعت مستط میں حضرت رضا کی ایک اور نعت :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صنعت مستزاد میں ایک حمد نظم فرمائی ہے۔ یہ حمد بھی ملک و بیرون ملک کے گوشے گوشے میں گونج رہی ہے۔ ملاحظہ ہو :-

(۱) وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو، تیرا آستان بتایا تجھے حمد ہے خدایا

اس حمد میں کل پندرہ اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے بقیہ چودہ اشعار میں صنعت مستط

ایک دلکش انداز میں پائی جاتی ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں :-

(۲) تمہیں حاکم برایا، تمہیں قاسم عطایا

تمہیں دافع بلایا، تمہیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا

اس شعر میں شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ● برایا ● عطایا اور ● بلایا کے الفاظ صنعت مستط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) کبھی وہ چمک کہ آتش، کبھی وہ فک کہ بارش

کبھی وہ ہجوم نالش، کوئی جانے ابر چھایا بڑی کوششوں سے آیا

اس شعر میں ● آتش، بارش اور ● نالش شروع کے تین ٹکڑوں میں بالترتیب زائد

قافیہ کی حیثیت سے صنعت مستط کے تحت وارد ہوئے ہیں۔

(۴) کبھی وہ چمک کہ بلبل، کبھی وہ مہک کہ خود گل

کبھی وہ لہک کہ بالکل، چمن جٹاں کھلایا گل قدس لہلہایا

اس شعر میں ● بلبل ● گل اور ● بالکل صنعت مستط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت

سے استعمال کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں چمک، مہک اور لہک کی مزید قافیہ بندی نے شعر

میں ندرت پیدا کر دی ہے۔

اس نعت کا ہر شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا اور قابل دید ہے۔ اس نعت کے دو اشعار

میں تو صنعت مستط کے ساتھ صنعت مستزاد، صنعت اقتباس، صنعت تلمیح، صنعت حسن

طلب، صنعت مقلوب، وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ ایک شعر میں اتنی کثیر تعداد میں صنعتاں کو جمع

کر دینا اور شعر کے اوزان و ابھار کو برقرار رکھتے ہوئے شعر کے حسن کو دوبالا کرنا بازوچھ

اطفال نہیں اور نہ ہی یہ ہر کسی سے ممکن ہے۔ یہ تو حضرت رضا کا خاصہ اور کمال ہے کہ چھوٹی

سی ڈیپا میں بڑا خزانہ بند کر دیا۔ ذلک فضل اللہ۔

● قصیدہ معراج میں صنعت مستط :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”تہنیت شادی اسرا“ کے نام سے

قصیدہ معراج قلم بند فرمایا ہے۔ اس میں صنعت مستط کے تینتیس ۳۳ اشعار پائے جاتے

ہیں چند اشعار پیش خدمت ہیں :-

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن

جنہوں نے دولہا کی پانی اُترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے
 شعر کے پہلے تین ٹکڑے ● دھوون ● روغن اور ● اُترن کے زائد ہم قافیہ سے مزین ہیں۔
 ■ نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اول آخر
 کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے
 شعر کے شروع کے تین ٹکڑے ● سر ● آخر اور ● حاضر کے زائد قافیوں کے ساتھ
 نظم کئے گئے ہیں۔

■ ادھر سے پیہم تقاضے آتا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا
 جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے
 صفتِ مستط کے تحت ● آنا ● بڑھانا اور ● تھا کے زائد قافیہ شعر کے ابتدائی تین
 ٹکڑوں میں ہیں۔

■ وہ برج بطحا کا ماہ پارہ، بہشت کی سیر کو سدھارا
 چمک پہ تھا خلد کا ستارہ، کہ اس قمر کے قدم گئے تھے
 اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں میں ہم قافیہ الفاظ ● پارہ ● سدھارا اور ● ستارہ
 وارد ہیں۔

● صنعتِ مستط میں حضرت رضا کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ سب کا تذکرہ
 ممکن نہیں لہذا ان اشعار کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں:-

- | | |
|-------------------------------------------------------------|----------|
| ■ ”پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں“ اس نعت میں | ۱۳ اشعار |
| ■ ”ہے کلام الہی میں شمس و مہر“ | ۵ اشعار |
| ■ ”بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر“ | ۶ اشعار |
| ■ ”رخ دن ہے یا مہر ساں“ | ۶ اشعار |
| ■ ”اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ“ | ۵ اشعار |
| ■ ”صبح طیبہ میں ہوئی بٹنا ہے باڑہ نور کا“ | ۱۱ اشعار |

■ ”کعبہ کے بدرالمنی تم پہ کروڑوں درود“ // // ۳۴ اشعار

مختصر یہ کہ حضرت رضائے تن تھا صنعت مستط میں جتنے اشعار نظم فرمائے ہیں، اتنے اشعار اردو ادب کے نامور شاعروں کی ایک جماعت مجموعی طور پر بھی نظم نہیں کر سکی۔ راقم الحروف نے مجلہ اور سرسری نظر سے حضرت رضا کے نعتیہ دیوان کا طائرانہ معائنہ کیا تو ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار صنعت مستط میں پائے۔ اگر بنظر عمیق کوئی ورق گردانی کرے تو یہ تعداد متجاوز ہو سکتی ہے۔ صرف ایک صنعت میں اتنی کثرت سے اشعار واقعی ایک انفرادی حیثیت اور قادر الکلامی کی بین دلیل ہے۔

(۳۵) ”صَنَعَتْ عَزْلُ الشَّفَتَيْنِ“

وہ اشعار کہ جن میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جائے کہ شعر پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ الگ رہیں یعنی ہر لفظ پر لب سے لب الگ رہیں۔ اس صنعت کو ”وَاِصْبَعُ الشَّفَتَيْنِ“ بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک بہت ہی مشکل صنعت ہے۔ کیونکہ حروف چھ کے وہ حروف کہ جن کو ادا کرتے وقت لب سے لب ملتا ہے، ایسے حروف والے الفاظ کو مطلقاً ترک کر کے شعر کہنا بہت مشکل مرحلہ ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ کے عدم استعمال کی صورت میں جملہ بندی، اظہار بیان، شعر کا وزن وغیرہ ضروری کوازمات کی رعایت کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی مشکل سے پائے جاتے ہیں۔ ہم نے اس صنعت میں اردو ادب کے صوبہ اول کے شعراء کے اشعار ڈھونڈنے کے شوق میں مسلسل دو شب کی بیداری کی مشقت برداشت کر کے ● مرزا غالب ● قاسمی ● بدایونی ● فیض احمد فیض اور ● کلید بدایونی کے دیوان ”الف“ سے لے کر ”ی“ تک پڑھ ڈالے۔ ایک ایک شعر کو ٹول ٹول کر دیکھا، تو ہم نے حسب ذیل نتیجہ پایا یعنی صنعت

عزل الشعین میں مذکورہ شعراء کے دیوان سے حسب ذیل تعداد میں اشعار پائے۔

”مرزا غالب“

مرزا غالب کے دیوان میں صرف پانچ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی کسی ایک غزل میں نہیں بلکہ متفرق غزلوں میں ایک ایک شعر کر کے پائے جاتے ہیں۔ ۳۱۲ صفحات پر مشتمل مرزا غالب کے دیوان کی ۲۳۲ غزلیں، ۱۷ قطعات، ۱۸ رباعیات، دو دیگر صنعتیں مثلاً قصائد، منقبت، و متفرق اشعار کا ہم نے ایک ایک لفظ بغور پڑھا۔ گمان تو یہ تھا کہ غالب صاحب کے دیوان میں اس صنعت کے اشعار کافی تعداد میں ہوں گے لیکن پورے دیوان سے لے دے کر صرف پانچ اشعار ہی دستیاب ہوئے۔ غالب صاحب کے تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

- جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو (غزل نمبر ۲۶)
 - یار سے چھیڑ چلی جائے اسد نہ گرنہیں وصل تو حسرت ہی سہی (غزل نمبر ۱۳۶)
 - دل ناذاں تجھے ہوا کیا ہے ÷ آخر اس درد کی دوا کیا ہے (غزل نمبر ۱۶۰)
- مذکورہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ پورا شعر پڑھنے کے دوران کسی بھی حرف یا لفظ کے تلفظ میں پڑھنے والے کے ہونٹ نہیں ملیں گے یعنی لب سے لب مس نہیں ہوگا۔

”قانی بدایونی“

قانی بدایونی کا دیوان جو ”کلیات قانی“ کے نام سے ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کی ۳۸۱ غزلیں، نظمیں، مخمس، ۷ قطعات، ۸۸ رباعیات اور دیوان کے آخر میں مطبوعہ تقریباً ایک سو کے قریب متفرق اشعار کو ہم نے بہت ہی آہستہ آہستہ، رک رک کر، غور و فکر کرتے ہوئے بنظر عمیق پڑھا۔ قانی بدایونی کے وسیع التخلیق دیوان سے صرف سترہ

۱۷ اشعار غزل الغنیمین کی صنعت میں پائے گئے۔ لیکن وہ بھی متفرق طور پر۔ اس صنعت میں قافی صاحب کی کوئی پوری غزل نہیں۔ بلکہ متفرق غزلوں سے ایک ایک شعر کر کے کل ۱۷ اشعار پورے دیوان میں پائے جاتے ہیں۔ بڑی محنت و مشقت کر کے قافی صاحب کے دیوان کا ایک ایک لفظ مطالعہ کیا لیکن مذکورہ تعداد میں ہی اشعار ملے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

- دیکھا نہیں وہ جلوہ جو دیکھا ہوا سا ہے
- اس طرح وہ عیاں ہیں کہ گویا عیاں نہیں (کلیات قافی، ص ۱۳۱)
- کچھ حیرت کے آثار سے ہیں، کچھ دل سا ٹھہرا جاتا ہے
- دشت سے گزرے جاتے ہیں انداز ترے دیوانے کے (کلیات قافی، ص ۲۰۵)
- شیوہ عاشقی ہے یہ، حاصلِ زعمی ہے یہ
- آہ جگر گداز کھینچ، تلاءِ دل خراش کو (کلیات قافی، ص ۹۹)
- دل خوگر اندوہ ہے، کیا وصل سے خوش ہو
- ہر چند کہ ناشاد نہیں، شاد نہیں ہے (کلیات قافی، ص ۲۲۵)
- مذکورہ اشعار میں یہ کمال ہے کہ ان اشعار کو پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے نہیں مٹس ہوں گے۔

فیض احمد فیض

فیض احمد فیض کے دیوان (۱) نقشِ فریادی (۲) دستِ مہربا (۳) دستِ تیرسنگ (۴) سرِ وادی سینا اور (۵) زعمی نامہ کا مجموعہ ”کلیاتِ فیض“ جو ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی کثیر التعداد گلیفات سے صرف چار اشعار صعب و اسح الغنیمین کے پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دو اشعار پیش خدمت ہیں:-

- قصہ سازشِ اغیار کہوں یا نہ کہوں
- شکوہ یارِ طرحدار کروں یا نہ کروں (کلیات فیض، ص ۸۲)
- تیری صورت جو دل نشیں کی ہے
- آشنا شکلِ ہر حسین کی ہے (کلیات فیض، ص ۱۰۶)

”کلیل بدایونی“

کلیل بدایونی کے دیوان (۱) رعنائیاں (۲) صنم و حرم (۳) شبستان اور (۴) رنگینیاں کا مجموعہ ”کلیات کلیل“ جو ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کو بھی ہم نے سابق الذکر دیوانوں کی طرح پڑھا۔ لیکن کلیل بدایونی صاحب کے دیوان میں صرف تیرہ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

- نظر سے قید تعین اٹھائی جاتی ہے
- تجلی رُخِ جانِ دکھائی جاتی ہے (کلیات کلیل، ص ۱۰۸)
- ذرا حضرتِ دل کی جرأت تو دیکھو
- یہ نظارہٴ حُسنِ جانِ کریں گے (کلیات کلیل، ص ۵۸۷)
- کسی کا وہ چہرے سے آنچل اٹھاتا
- کسی کا کسی سے نکاہیں پُرانا (کلیات کلیل، ص: ۹۱)

مذکورہ اشعار پڑھتے وقت دونوں لب ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ مذکورہ چار نحو شعراء کے علاوہ دیگر شعراء کے کلام کا بھی جائزہ لیں لیکن وقت کی عجلت، مضمون کی طوالت اور کم ہمتی نے حوصلہ افزائی نہ کی لہذا ان چار شعراء کے کلام پر ہی اکتفا کیا ہے۔ حالانکہ ان کے کلام کے جائزے سے اندازہ آگیا کہ اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کے کلام میں صنعتِ واسع الشفہین کی کیا پوزیشن ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جن

کے کلام کا جائزہ پیش کیا ہے وہ اردو ادب کے شعراء کی فہرست میں صفِ اول کے نامور شعراء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان کی طرف رجوع کریں۔ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ کوئی زیادہ ضخامت پر مشتمل نہیں۔ لیکن حضرت رضا کا دیوان باعتبار ضخامت نہیں بلکہ باعتبار وقار و کمال فن تمام شعراء اردو ادب کے کلام پر بھاری ہے۔

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں صنعت و اسرار النعتین :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۲ اشعار پر مشتمل ایک نعت شریف نظم فرمائی ہے۔ اس نعت شریف میں یہ خوبی ہے کہ پوری نعت پڑھ جائے۔ کسی شعر کے کسی لفظ پر ہونٹ سے ہونٹ مس نہ ہوگا۔ وہ نعت شریف ذیل میں درج ہے:

- (۱) سید کونین سلطان جہاں ÷ ظن یزداں، شافِ دیں، عرش آستان
- (۲) کل سے اعلیٰ، کل سے اولیٰ، کل کی جان ÷ کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی شان
- (۳) دلکش، دلکش، دل آرا، دستان ÷ کاپِ جان و جانِ جان و شانِ شان
- (۴) ہر حکایت، ہر کنایت، ہر ادا ÷ ہر اشارت دل نشین و دل نشان
- (۵) دل دے، دل کو جان، جاں کو نور دے ÷ اے جہانِ جان و اے جانِ جہاں
- (۶) آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور ÷ روح دے اور روح کی راہِ جنان
- (۷) اللہ اللہ یاس اور اس آس سے ÷ اور یہ حضرت، یہ در، یہ آستان
- (۸) تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا، مگر تو نہ ہو ÷ کچھ نہ ہو، تو ہی تو ہے جانِ جہاں
- (۹) تو ثنا کو ہے، ثنا تیرے لئے ÷ ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
- (۱۰) تو ہو داتا اور اوروں سے رجا ÷ تو ہو آقا اور یادِ دیگران
- (۱۱) التجا اس شرک و شر سے دور رکھ ÷ ہو رضا تیرا ہی، غیر از این و آں

(۱۲) جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں ÷ دل سے یوں ہی دور ہو ہر نغمہ و نغمات

صنعت واسع الغنمیں میں اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار تو ضرور ملتے ہیں لیکن اس صنعت میں پوری غزل کسی کے بھی کلام میں نہیں پائی جاتی۔

○ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار:-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت واسع الغنمیں کے کل کتنے اشعار ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے ہم نے ”حدائق بخشش“ میں مرقوم اردو کلام کا ایک ایک لفظ پڑھا، تو مذکورہ نعت شریف کے ۱۲ اشعار کے علاوہ دیگر ۱۵ اشعار اس صنعت میں پائے گئے۔ یعنی حضرت رضا بریلوی کے صرف اردو کلام میں اس صنعت کے کل ستائیس (۲۷) اشعار ہیں۔ وہ متفرق پندرہ (۱۵) اشعار پیش خدمت ہیں:-

(۱) دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

(۲) وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ حنیض

اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارہ تیرا

(۳) آنکھیں رو رو کے سجانے والے

جانے والے نہیں آنے والے

(۴) کوئی ان تیز روؤں سے کہہ دو

کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

(۵) دور جاتا ہے رہا دن تھوڑا

راہ دشوار ہے کیا ہوتا ہے

(۶) اک ترے رخ کی روشنی چھین ہے دو جہان کی

انس کا انس اُسی سے ہے، جان کی وہ ہی جان ہے

(۷) وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے
(۸) ذکرِ خدا جز اُن سے جدا چاہو نجدیو

واللہ ذکر حق نہیں کبھی سحر کی ہے
(۹) یہ شہ کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں

تصویر کھینچے ان کو گوارا ہی نہیں
(۱۰) تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو گلزار نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا، ہے نہ سایہ نور کا
(۱۱) جو سر دے کر ترا سودا خریدے

خدا دے عقل وہ عاقل ہے یا غوث
(۱۲) غذائے رِق بھی خوں استخوان گوشت

یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث
(۱۳) قصر ”دنی“ تک کس کی رسائی

جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں
(مدائق حصہ ۳، ص ۵۲)

جس کو کوئی نہ گھلوا سکا
(۱۴) وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں

(مدائق حصہ ۳، ص ۵۲)

(۱۵) کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکش
حاشیہ ہے شرح صدر شاہ کا

(مدائق حصہ ۳، ص ۸۲)

مذکورہ پندرہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ ان اشعار کو پڑھتے وقت کسی بھی لفظ پر پڑھنے والے کے ہونٹ ایک دوسرے سے جدا رہیں گے۔ ناظرین کرام فن و ادب کے اعتبار

سے حضرت رضا اور دیگر شعرائے اردو ادب کا تقابلی اور توازنی جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ فن و ادب میں کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہے۔

(۳۶) ”صَنَعَتِ اِيْهَامُ“

اصطلاح شعر میں وہ صنعت جس میں شاعر اپنے کلام میں ایک ایسا لفظ لائے جس کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی قریب کے اور دوسرے معنی بعید کے ہوں۔ سننے والے کا خیال قریب کے معنی کی طرف جائے لیکن شاعر بعید کے معنی مراد لے۔

[فیروز اللغات، ص ۱۵۲] (Suspicion, doubt)

اس صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں صنعت ایہام کا استعمال کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو معنی الفاظ (Double meaning words) کا ایسے حسین انداز میں استعمال فرمایا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین آفرین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ چند اشعار بطور مثال پیش خدمت ہیں:-

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) حُورِ جناتِ ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا

چھپڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

یہ شعر اتنا وسیع المعنی ہے کہ اس کی بالتفصیل وضاحت یہاں ممکن نہیں۔ اس شعر کے

مصرعہ ثانی میں ”پردہ حجاز“ کا جو کلمہ ہے اس سے عموماً ”حجاز کا پردہ“ سننے والا مراد لیتا ہے لیکن یہاں پر ”پردہ حجاز“ سے مراد حجاز یعنی عرب کا پردہ نہیں بلکہ ”پردہ حجاز“ موسیقی کی ایک دھن ہے۔ اسی طرح مصرعہ ثانی میں ”دیس“ کا لفظ ہے۔ عموماً دیس کے معنی ملک، وطن یا علاقہ لیا جاتا ہے لیکن یہاں ”دیس“ وطن یا ملک کے معنی میں نہیں بلکہ دیس یعنی ”ایک راگ

کا نام، جو نصف شب کے وقت گایا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۶۷۱) پردہ = حجاب، راگ، آلاپ (فیروز اللغات، ص ۲۸۸)۔ لہذا اس شعر میں پردہ حجاز موسیقی کی ایک دھن یعنی آلاپ یعنی سُر کے معنی میں ہے، اسی طرح دیس بھی۔ اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علم اور علوم عامہ میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کو علوم عامہ (General knowledge) میں اتنی وسیع معلومات حاصل تھی کہ فن موسیقی میں ”دیس“ راگ کے مقابلہ میں ”پردہ حجاز“ راگ اونچا اور اعلیٰ راگ ہے۔ یہ حقیقت آپ کو معلوم تھی، اسی لئے تو شعر میں فرمایا ہے کہ پردہ حجاز کا راگ چھیڑنے کے بعد اس راگ سے ہلکا راگ ”دیس“ کیوں گاتے ہو۔

(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کی اکیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں لفظ ”عشق“ اور لفظ ”سونا“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر سننے یا پڑھنے والے کا خیال ”عشق“ کے معنی میں اُلفت، محبت، پیار وغیرہ کی طرف اور ”سونا“ کے معنی میں نیند کرنا (Sleep) کے معنی کی طرف جائے گا۔ بظاہر شعر کے معنی بھی ان معنوں پر صحیح ہیں کہ عشق میں خاک ہو کر اب قبر میں آرام سے سونا یعنی نیند کرنا میسر ہوا لیکن حضرت رضائے لفظ ”عشق“ سے مراد محبت و اُلفت نہیں بلکہ ”عشق و بچاں“ لیا ہے۔ علم کیمیا (Chemistry) میں سیماب یعنی پارہ (Mercury) کو سونا یعنی طلا (Gold) میں تبدیل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پارے کو ”عشق و بچاں“ نام کی تیل کے چوں پر رکھ کر جلا کر خاک کر دیتے ہیں۔ نیچے پارہ سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عشق و بچاں کے معنی میں وارد ہے کہ ”ایک تیل جس کا پھول سرخ اور پتیاں باریک ہوتی ہیں۔ فیروز اللغات، ص ۸۹۷) اس شعر میں جو لفظ ”سونا“ ہے اس سے مراد زرِ طلا یعنی گولڈ ہے۔

(۳) نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا

ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ذوالنورین حضرت امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ شعر پڑھنے والے کا خیال اس طرف جائے گا کہ نور یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے حضرت ذوالنورین کو دو شالہ کا جوڑا یعنی ایک سی دو اونی چادریں ملیں۔ دو شالہ یعنی پشینہ کی دوہری چادر۔ (فیروز اللغات، ص ۶۵۶) اور پشینہ یعنی اونی (Wool) کپڑا۔ (فیروز اللغات، ص ۶۹۸)۔ جوڑا یعنی ایک سی دو چیزیں (Pair) اس شعر سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مراد نہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے پشینہ کی دوہری چادر دو عدد ملیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اُن کے عقد میں حضور اقدس کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہاں جوڑا سے مراد زوجہ یعنی بیوی ہے۔

اس صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ بلا کسی وضاحت و تشریح صرف اشعار پیش کرنا بھی دشوار ہے۔ اس صنعت میں حضرت رضا کے اشعار سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ خصوصاً حصہ سوم میں علم ہیات و نجوم کی اصطلاح میں جو نعتیہ قصیدہ ہے، وہ قصیدہ اس صنعت کے اشعار سے چمٹک رہا ہے۔ ناظرین کی ضیافت طبع کی خاطر چند اشعار ”حداً لقی بخشش“ حصہ اول و دوم سے پیش کر رہے ہیں لیکن بلا کسی تبصرے اور تفصیل کے صرف رواں رواں پیش کر رہے ہیں:-

(۴) صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلائی تیری

شاخیں ٹھک ٹھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا

(۵) ہوئی کم خوابی ہجراں میں ساتوں پردے کھوابی

تصور خوب باندھا آنکھوں نے استاد تربت کا

(۶) چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاحی آگئی

کر چکی ہیں بدر کو نکسال باہر ایڑیاں

(۷) اشک برساؤں چلے کوچہ جاناں سے نسیم

یا خدا جلد کہیں نکلے بخار دامن

(۸) کیوں نالہ سوز نے کروں، کیوں خون دل پیوں

سج کہاب ہوں نہ میں جام شراب ہوں

(۹) بوئے کہاب سوختہ آتی ہے سے کٹو

مٹھکا شراب چشت سے جام ابوالحسن

(۱۰) سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل

کیا کام جہنم کے دھڑے کو کھرے دل سے

(۱۱) ذبح ہوتے ہیں وطن سے پھڑے

دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

(۱۲) عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے

جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

(۱۳) نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی

ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے

(۱۴) سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے نیند ہے میٹھی تیری مت ہی نہالی ہے

(۱۵) کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نہالا ہے

سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار کا جائزہ

ترک کر کے صرف حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار ہی پیش کئے ہیں۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ صنعت ایہام کے اشعار جس کثرت سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں، وہ کثرت تعداد دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پائی

جاتی۔ علاوہ ازیں حضرت رضا کے کلام میں جس نفاست اور معنویت کے ساتھ ذوقی الفاظ

کا استعمال اور مراد پائی جاتی ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

(۳۷) ”خَطِ تَوَام“

لفظ توام کے لغوی معنی ہیں جڑواں۔ ایک ساتھ کے پیدا شدہ بچے (فیروز اللغات، ص ۳۸۷)۔ اور عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ پیدا ہونے والے جڑواں بچے شکل، صورت اور میرت میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لغوی لفظ ”توام“ کے ساتھ لفظ ”خط“ کی اضافت کر کے ”خط توام“ ایجاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ خط توام دو ورقوں میں ہوتا ہے اور دونوں اوراق میں صرف حروفِ تجویز منفرد طور پر لکھے ہوتے ہیں اور دونوں اوراق بنظر ظاہر بالکل مشابہ ہوتے ہیں۔

خط توام اس خط کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے عاشق و معشوق کے درمیان کے نازک ترین معاملات اور عشق و محبت کے راز اور پیغام ایک دوسرے تک پہنچائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ملکی، فوجی، سیاسی اور حکومت سے تعلق رکھنے والے اور دیگر نوعیت کے اہم اور خفیہ راز اور احکام و فرامین بھی اس خط کے ذریعے پہنچائے جاتے ہیں کیونکہ اس خط کے طرزِ تحریر اور اس کے ارسال کے ضوابط کی وجہ سے افشاءِ راز کا اندیشہ نہیں ہوتا بلکہ پوشیدہ رہتے ہیں۔ خط و کتابت کا یہ طریقہ نہایت سلامت و محفوظ ہونے کی وجہ سے ازراہ احتیاط معاملات کی سنجیدگی اور اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خط توام کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔

خط توام لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے خط کا مضمون طے کیا جاتا ہے۔ پھر ایک کاغذ کے دو ٹکڑے کر کے اس مضمون کو ان دو ٹکڑوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جاتا ہے کہ صفحہ نمبر ۱ پر مضمون کے جملے کے لفظ کا ایک حرف اور صفحہ نمبر ۲ پر دوسرا حرف لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی ترکیب سے پورا مضمون خط ان دونوں ٹکڑوں میں لکھ کر پورا کیا جاتا ہے۔ پھر مکتوب الیہ کو ان میں کا ایک ٹکڑا پہلے بھیجا جاتا ہے۔ جب مکتوب الیہ کی طرف سے مکتوب منہ (خط لکھنے والے) کو اطلاع ملتی ہے کہ پہلا حصہ خیریت سے پہنچ گیا ہے، تب وہ دوسرا حصہ ارسال کرتا ہے۔

مکتوب الیہ دونوں ٹکڑے مل جانے پر دونوں کو ملا کر مضمون حل کر لیتا ہے۔ اس خط لکھنے کے کئی طریقے ہیں۔ قارئین کی آسانی کیلئے ہم ذیل میں ایک سہل طریقہ پیش کرتے ہیں:-

| 6 | 5 | 4 | 3 | 2 | 1 |
|---|-----|-----|-----|-----|-------|
| ا | ک م | م ن | ا ت | خ ن | م ب ب |

| 6 | 5 | 4 | 3 | 2 | 1 |
|---|------|---|-------|---|-----|
| و | ای ب | ی | م ح ن | ا | ح و |

مذکورہ دو صفحات میں سے اگر کسی کے ہاتھ میں ایک صفحہ آگیا یا نامہ بر نے راہ میں خط کو لفافے سے نکال کر پڑھنے کی کوشش کی تو اس کے پتے کچھ بھی نہ پڑے گا۔ لیکن مکتوب الیہ جو اس خط کے طور پر لکھے سے واقف ہے، وہ دونوں ٹکڑوں کی وصولی پر آسانی سے خط حل کر لے گا۔

مندرجہ بالا جو دو ٹکڑے لکھے ہوئے ہیں، اس کو حل کرنے کی ترکیب یہ ہے۔ صفحہ اول اور صفحہ دوم میں خط کا مضمون دو حصوں میں لکھا ہوا ہے۔ دونوں مضمون پر نمبر ۱ سے نمبر ۱۰ تک کے کل چھ الفاظ ہیں۔ اس کو حل کرنے کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ہر لفظ کا پہلا حرف صفحہ اول سے لیا جائے اور دوسرا حرف صفحہ دوم سے لیا جائے۔ صفحہ اول کے لفظ نمبر ۱ کے کالم میں ”م۔ ب۔ ب“ حروف ہیں۔

صفحہ دوم کے لفظ نمبر ۱ کے کالم میں ”ح۔ و“ حروف ہیں۔

اب صفحہ اول سے پہلے حرف ”م“ کو اس کے بعد صفحہ دوم سے ”ح“ لو۔ پھر صفحہ اول سے ”ب“ لو۔ پھر صفحہ دوم سے ”و“ لو۔ پھر صفحہ اول سے ”ب“ لو۔ نتیجہ یہ آیا ”م۔ ح۔ ب۔ و۔ ب“ یعنی ”محبوب“۔ اس طریقے سے صفحہ اول اور دوم دونوں کے الفاظ کے کالم نمبر ۱ سے ”محبوب“ کا لفظ حاصل ہوا۔ اسی طریقے پر پھر صفحہ نمبر ۲ کے الفاظ نمبر ۲

سے حرف لینے کی ابتداء کر کے تمام الفاظ حل کریں گے تو حسب ذیل نتیجہ آئے گا:-

| 6 | 5 | 4 | 3 | 2 | 1 |
|-----|--------|-----|--------|-----|-------|
| ھوا | کامیاب | میں | امتحان | خان | محبوب |

| 6 | 5 | 4 | 3 | 2 | 1 |
|-----|--------|-----|--------|-----|-------|
| ہوا | کامیاب | میں | امتحان | خان | محبوب |

مذکورہ ترکیب سے صفحہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ کو حل کرنے سے ”محبوب خان امتحان میں کامیاب ہوا“ کا جملہ حاصل ہوا۔ یعنی دو کلمے جمع ہوئے اور اُن دونوں کلموں کو عارف یعنی جاننے والے کی نظر نے دیکھا، تو اُس نے دونوں کلموں کو ملا کر ایک مضمون حاصل کر لیا۔ اسی طرز خطِ توام میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایمان افروز مثال پیش کی ہے جو ذیل میں ملاحظہ ہو:

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

ایک سینہ تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک
حُسنِ بطلین اُن کے جاموں میں ہے نیا نور کا
صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

یعنی شہزادۂ رسول، سیدنا سرکارِ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان، حضور اقدس، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینہ تک مشابہ تھے اور شہیدِ کربلا، واقعِ کرب و بلا، شہزادۂ گل گوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے لے کر پاؤں تک اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک جگہ ساتھ میں جمع کر دیا جائے، تو ان دونوں شہزادوں کو ایک ساتھ دیکھنے سے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا جسم اقدس اپنے پورے وجود نورانی کے ساتھ صاف اور نمایاں طور پر نظر آئے گا۔ یعنی جس طرح خط توام کے دو ٹکڑوں کو ملا دینے سے خط کا مضمون سامنے آ جاتا ہے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر کے دو نورانی ٹکڑوں کو ملا دینے سے حضور کا سراپا نظر آ جائے گا۔ اسی مضمون کو حضرت رضا بریلوی نے ایک نزلے ایمانی انداز میں اپنی رباعی میں اس طرح بیان کیا ہے:-

معدوم نہ تھا سایہ شادوِ قلمین
اُس نور کی جلوہ گرہ تھی ذاتِ حسنین
تمثیل نے اُس سایہ کے دو حصے کئے
آدمے سے حسن بنے ہیں آدمے سے حسین

خط توام کے ذکر کے ساتھ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو اشعار نظم فرمائے ہیں، اس کی مثال میں اردو ادب میں کسی بھی شاعر کا ایسا شعر نہیں پایا جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت رضائے دو شہزادوں کے ملانے پر نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا نظر آنے کا جو تخیل بیان کیا ہے، ایسا تخیل عربی، فارسی، اردو، ہندی یا دیگر کسی بھی زبان کے شاعر کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

(۳۸) "صَنَعَتِ اِشْتِاق"

اشتقاق = ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا۔ (فیروز اللغات) یعنی شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں۔ نیز وہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔

[Derivation of one word from another word]

اس صنعت میں اردو ادب کے صنفِ اول کے شعراء نے اشعار کہنے کی ضرورت کی

ہے۔ ان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں لیکن بہت ہی محدود تعداد میں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ اُن تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ قارئین کرام کی فرح طبع کی غرض سے چند اشعار پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:-

● مٹ گئے، مٹے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس شعر میں ● مٹ ● مٹے ● مٹ جائیں گے ● مٹا ● مٹے گا کے الفاظ ہیں۔ یہ

تمام الفاظ ایک ہی ماخذ سے اور معنی میں بھی موافقت رکھتے ہیں۔

● طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار،

سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

اس شعر میں تین متفرق الفاظ ● بالاؤں ● بالا اور ● بالائی کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ

تمام الفاظ کی اصل ایک ہی ہے۔ ان تمام الفاظ کے معنی الگ ہونے کے باوجود ان تمام

الفاظ میں باعتبار معنی موافقت پائی جاتی ہے۔

● سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے،

ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

اس شعر میں ● اچھوں ● اچھا ● اچھے اور ● اچھا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

● قادری کر قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا،

قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

اس شعر میں ● قادری ● قادری ● قادریوں ● قدر ● قادر ● قدرت کے الفاظ

کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان تمام الفاظ کا ایک ہی ماخذ ہے۔

● مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا،

نہ یہاں ”نا“ ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا ”کیا ہے“

اس شعر میں • مانگ • مانگی اور • سنگ کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ • نہ • اور • نا • بھی ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

• وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اس شعر میں • تھے اور • تھا ایک ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ • ہوں اور • ہو کا ماخذ بھی ایک ہے۔ • ہیں اور • ہے یہ دونوں الفاظ کی اصل بھی ایک ہے۔

• ذیبت فی ثیپ، لب پہ کلمہ دل میں گستاخی،

سلام اسلام طہ کو کہ حلیم زبانی ہے

اس شعر میں • سلام • اسلام اور • حلیم کے الفاظ ایک ماخذ سے ہیں۔

• رفیع ذکر جلالت پہ ارفع درود

شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں لفظ • رفیع اور • ارفع ایک ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ • صدر اور • صدارت بھی ایک ماخذ سے ہیں۔

• ان کو تملیک ملکہ الملک سے،

مالک عالم کیا پھر تجھ کو کیا

اس شعر میں لفظ • تملیک • ملک اور • مالک ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

• نصر و بنصر اس کے نصر نصیر،

ناصر اپنا ہے احمد نوری (صافی، ص ۳، ص ۷۷)

اس شعر میں لفظ • نصر • نصیر اور • ناصر ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

مندرجہ بالا صرف دس (۱۰) اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے اشعار حضرت رضابریڈی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) سے بھی زائد ہیں۔

(۳۹) "صَنَعَتْ شُبَّهَ اِشْتِقَاق"

شُبَّه = گمان، دوہم (فیروز اللغات، ص ۸۲۷)۔ یعنی اشتقاق کا گمان کرنا۔ یہ اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے شعر میں چند ایسے الفاظ لائے جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں۔ حالانکہ ظہر ظاہر وہ الفاظ ایک ماخذ سے محسوس ہوں۔

صنعت اشتقاق کے مقابلے میں صنعت "شُبَّه اشتقاق" شکل ہے۔ اس صنعت میں شعر گوئی کے لئے شاعر کائنات پر کامل عبور ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں علم الصرف اور علم النحو میں بھی کمال مہارت کا حامل ہونا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ شاعرین کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کے اصغر شعراء کو تو اس صنعت کی ہلک سی محسوس ہونا دشوار ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان "صدائق بخشش شریف" میں اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ عقلیں حیران و دمک ہیں۔ خوبی کی بات تو یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے مختلف اور متفرق ماخذ و معنی کے یکساں محسوس ہونے والے الفاظ کو اتنی عمدگی سے استعمال فرمایا ہے کہ داد و تحسین کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

● ابن زہرا سے تیرے دل میں ہیں یہ زہر ہجرے

ملے بے ہو مگر بے پاک یہ زہرا تیرا

اس شعر میں لفظ ● زہرا ● زہر اور ● زہرا تین الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے۔ تینوں

الفاظ ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الگ ماخذ سے ہیں اور تینوں الگ معنوں میں ہیں۔ ● زہرا = حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب

ہے۔ ● زہر = سم، بوس، ہلاکت (Poison) ● زہرا = حوصلہ، دلیری۔ القاط کے معنی جانے کے بعد اب شعر کا مطلب ابھی طرح سمجھ میں آ جائے گا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”ہن زہرا یعنی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچے یعنی حضور قلب الاقطاب، غوث اعظم علی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیرے دل میں زہر بھرا ہوا ہے۔ یعنی تیرے دل میں مکمل اور صداقت ہے۔ ”زہر بھرا ہونا“ عاوارہ ہے جس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ ہونا یا کسی کی طرف سے بغض یا بدی ہونا۔ (فیروز اللغات، ۷۵۵)۔ یہ خطاب مکروں سے کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مکر بارگاہِ غوثیت کو حبیہ فرماتے ہیں کہ ”تل بے“ یعنی آہا۔ واہ۔ خوب (فیروز اللغات، ص ۲۱۰)۔ اے مکر اتواتا ہے باک یعنی بے ادب اور بے پردا ہو گیا ہے کہ حیری دلیری پر اور تیرے آوارہ حوصلوں پر تعجب ہے۔“

● ننگ بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے

حور یو حمر سارا ہوئے سارے گیسو

اس شعر میں لفظ ● سارا اور سارے ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن

دونوں کے ماخذ الگ ہیں۔ ● سارا = خوشبودار (فیروز اللغات، ص ۷۶۳) اور

● سارے = تمام، کل (ایضاً) معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

● سونا پال ہے سنا ہے، سونا زہر ہے ناٹھ ہے

تو کہتا ہے میرے بھی حیری مت لی نکالی ہے

اس شعر میں ● سونا = طلا (Gold) ● سونا = دیران اور سونا = نیند کرنا ظاہر ایک ہی

ماخذ کے الفاظ محسوس ہوتے ہیں لیکن جیسے الفاظ کے ماخذ الگ الگ ہیں۔

● شر خیر شور شر دور نار نور

بشری کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

اس شعر میں ● شر ● شور ● شرر یہ تینوں بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں۔
 اسی طرح ● بشری اور ● بشر بھی بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ
 کے الگ الگ ماخذ ہیں۔ ● شر = بدی، برائی (فیروز اللغات، ص ۷۳۸) ● شور = غل،
 غوغا (فیروز اللغات، ص ۸۳۹) ● شرر = آگ کی چنگاری، کینہ (فیروز اللغات، ص
 ۸۳۹) ● بشری = بشارت، خوشخبری اور ● بشر = آدمی، انسان (فیروز اللغات، ص ۲۰۵)
 کے معنی میں الگ الگ ماخذ سے استعمال ہوئے ہیں۔

❶ کیا بنا نام خدا سرا کا دولہا نور کا
 سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا
 اس شعر میں لفظ ● اسرا ● سراور ● سہرا بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن
 ان تینوں الفاظ کے ماخذ جدا ہیں۔

❷ مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سن لیں
 جنہیں جنون جتاں سوئے زارغ لے کے چلے
 اس شعر میں ● جان ● جنان ● جہاں ● جنون اور ● جتاں کے الفاظ بظاہر ایک
 ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

❸ جو تیرا طفل ہے کامل ہے یا غوث
 طفیلی کا لقب واصل ہے یا غوث
 اس شعر میں لفظ ● طفل اور ● طفیلی بظاہر ایک ماخذ کے معلوم ہوتے ہیں لیکن
 دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ● طفل = لڑکا، بچہ (فیروز اللغات، ص ۸۷۸) اور
 ● طفیلی = دوسروں کی بدولت گزارہ کرنے والا (فیروز اللغات، ص ۸۷۹)۔

❹ فرشتے خدم، رسول حشم، تمام اُمم، غلام کرم
 وجود و عدم، حدوث قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے
 اس شعر میں ● خدم ● حشم ● عدم ● قدم ● اُمم ● تمام ● کرم ● غلام کے

الفاظ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان کا ماخذ ایک ہے لیکن الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

● بر میں ساری ہے برز پاک ترے

بر یہ سارا ہے احمد نوری (حدائق، حصہ ۳، ص ۷۴)

اس شعر میں ● برز ● ساری ● برز اور ● سارا بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن ان کا ماخذ ایک نہیں۔

● رحم فرمائیے یا شاہ کہ اب تاب نہیں

تاہ کے خون زلایں غم بھراں ہم کو

اس شعر میں لفظ ● تاب اور تاہ کے بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ● تاب = مبر، برداشت، تحمل، طاقت، مجال وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔ اور ● تاہ کے = کب تک (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔

مذکورہ اشعار کے معائنہ سے ناظرین کرام لطف اندوز ہوئے ہوں گے۔ ناظرین کرام کی فرح طبع کی خاطر دس اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے دیگر اشعار کے لئے اہل ذوق حضرات ”حدائق بخشش“ کی طرف رجوع فرمائیں۔

(۴۰) ”صَنَعَتِ سِيَاقُ الْأَعْدَادِ“

شاعر اپنے شعر میں مختلف اعداد کا استعمال کرے۔ پھر وہ اعداد چاہے ترتیب وار ہوں خواہ بے ترتیب ہوں۔ لفظ ”سیاق“ کے لغوی معنی ربط مضمون، حساب، گنتی، دفتری اصطلاح، حساب کے قاعدے وغیرہ ہیں (فیروز اللغات، ص ۸۳۵)۔

[Enumeration by the Arabic alphabet]

اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے محدودے اشعار پائے

جاتے ہیں۔

● فکر کا شعر ہے:- عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن

دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اس شعر میں شاعر نے ● چار اور ● دو کے اعداد کا اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔
شاعری کی اس صنعت کے لوازمات میں یہ امر بھی ہے کہ شعر میں ایک سے زیادہ اعداد کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ اگر شاعر نے شعر میں کسی ایک ہی عدد کا ذکر کر دیا تو وہ شعر اس صنعت میں شمار نہ ہوگا۔ مثلاً

● کلیں ہا پہلی کا شعر ہے:- نالہ کشو اشادو آہ و فغاں کی رسمیں

دو دن کی زندگی ہے، کاٹو ہنسی خوشی سے

اس شعر میں شاعر نے دو کا ایک ہی عدد استعمال کیا ہے۔ لہذا یہ شعر صنعت سیاق
الاعداد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کافی
تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

■ ایک میں کیا مرے ہنسیاں کی حقیقت کتنی

مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

اس شعر میں ● ایک ● سو اور ● لاکھ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں

پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

اس شعر میں ● پانچ اور ● چار کے اعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔

■ پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام

آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

اس شعر میں ● ۵۰۰ اور ● ۲ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ شش جہت سے مقابل شب و روز ایک ہی حال

دھوم و دھجھ میں ہے آپ کی بھائی کی

اس شعر میں ● شش یعنی چھ اور ● ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ترے چاروں ہم ہیں یک جان یک دل

ابوبکر قاروق عثمان علی ہے

اس شعر میں ● چار اور ● یک یعنی ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی

پہروں نہیں کہ بست و چارم صفر کی ہے

شعر میں ● بست یعنی میں اور ● چارم یعنی چار کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ جو ایک بار آئے دو بارہ نہ آئیں گے

رخصت علی بارگاہ سے ہیں اس قدر کی ہے

اس شعر میں ● ایک اور ● دو کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ قسمت میں لاکھ ہوں، سو مل ہزار کج

یہ ساری کجی ایک کجی میں ہے

اس شعر میں ● لاکھ ● سو ● ہزار کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ دو قمر دو چہرہ دو ستارے دس ہلال

ان کے گونے پچھلے ہیں پاسے اطہر ایڑیاں

اس شعر میں ● دو تین مرچہ اور ● دس کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ہاں نہ ان دو کا تیرا دیکھا

آنکھیں کھلتیں ذرا محبت رسولِ حقائق، حصہ ۲، ص ۴۴

اس شعر میں ● دو اور ● تین کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

مذکورہ اشعار کے علاوہ دیگر اشعار صنعتِ سیاقِ الاعداد کے لئے قارئینِ کرامِ حقائق

بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔

”حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت“

دنیا کی ہر زبان میں عوام کی بول چال اور عوامی اصطلاحات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی خاص مفہوم بیان کرنے کیلئے لغوی اور اصطلاحی معنی کی مناسبت سے کچھ جملے اور مقولے محققین کے گئے ہیں اور کچھ خود بخود محققین ہو گئے ہیں۔ عوام اور خواص اپنی روزمرہ کی گفتگو میں ان کلمات کو استعمال کرتے ہیں۔ ان جملوں یا کلمات کو محاورہ، کہاوت اور مثل کہا جاتا ہے۔

○ محاورہ : بول چال، بات چیت، وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لئے مخصوص کر لیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۱۲۱۰) [Idiom]

○ کہاوت : قول، بچن، مثل، ضرب المثل۔

(فیروز اللغات، ص ۱۰۳۹) [Proverb]

○ مثل : کہاوت، مثال (فیروز اللغات، ص ۱۲۰۳)

[Metaphor Proverb]

مذکورہ تفصیل سے محاورہ اور کہاوت کے طور پر دو قسم کے مقولے اور کلمے خواص و عوام میں رائج ہیں۔ مثل اور کہاوت ایک ہی معنی میں ہیں۔ شاعر اپنی شاعری میں محاورات اور کہاوت کا استعمال کرتا ہے لیکن محدود تعداد میں۔ کیونکہ محاورات و کہاوت کے رائج الفاظ کو شعر میں نظم کرنا اور ان الفاظ کو شعر میں استعمال کرنے کے بعد شعر کا وزن برقرار رکھنا اور مضمون کا تسلسل قائم رکھنا نہایت دشوار مرحلہ ہے۔ لیکن پھر بھی موقعہ اور محل کی مناسبت اور موافقت کی حصول پر شاعر اپنے کلام میں محاورہ یا کہاوت کا استعمال کرنے میں تامل نہیں کرتا بلکہ حتی الامکان سعی کرتا ہے کہ اس کا کلام ضرب المثل کلمات سے آراستہ

ہو کیونکہ ان محاورات اور کہاوت کا اشعار میں استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شاعر کو زبان (Language) پر کامل عبور حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شاعر اپنے کلام کے ذریعہ بہت سے امور کی ترجمانی کرتا ہے۔ شاعر کا کلام معاشرے سے بھی تعلق رکھتا ہے لہذا معاشرے کی رائج بولی، محاورے، مقولے، ملفوظات، کہاوت، ضرب المثل کلمے وغیرہ سے واقفیت رکھنا شاعر کے لئے ضروری ہے۔ لہذا اسی لئے اسلامی قوانین میں ”رسم الاقلام“ کی شاخ میں یہ بات لوازمات سے ہے کہ مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمانے کی رائج زبان کی لغت اور محاورات سے کامل طور پر واقفیت رکھتا ہو تاکہ کسی کے قول پر کوئی شرعی حکم نافذ کرنے سے پہلے وہ حکم کے قول کو لغت اور کہاوت کی میزان میں تول پرکھ کر حکم کے قول کی تاویل، اس کی مراد، فہم وغیرہ کی تک پہنچ سکے اور اس کے بعد ہی وہ کوئی فتویٰ صادر کرے۔

عوام کی اصطلاح اور عوام میں ضرب المثل کلمات سے مطلع ہونا اور ان کلمات کا اپنے اشعار میں استعمال کرنا شاعر کی علمی وسعت اور لغت کی مہارت کی دلیل ہے۔ اردو ادب کے چند نامور شاعروں کے کلام سے بطور نمونہ ایک ایک شعر پیش خدمت کرتے ہیں:-

○ مرزا غالب کا شعر ہے:- غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

روئے زار زار کیا؟ کیجئے ہائے ہائے کیوں

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) زار زار رونا = آٹھ آٹھ آنسو رونا۔ بہت رونا۔

(فیروز اللغات، ص ۷۳۷)۔ (۲) ہائے ہائے کرنا = واویلا کرنا، غل جھانا، کراہنا۔ (فیروز

اللغات، ص ۱۳۳)۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- لیے خط اُن کا کیا ضبط بہت کچھ لیکن

قمر تھرائے ہوئے ہاتھوں نے بھرم کھول دیا

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) ہاتھ تھرائے = ہاتھ کا بچا (فیروز اللغات، ص ۱۳۳)

(۲) بھرم کھلنا = بھید ظاہر ہونا۔ (فیروز اللغات، ص ۲۳۳)

○ گلی ہادی کا شعر ہے:- میرا سا ہو چلا ہے کچھ افسانہ حیات

آؤ کہ اس میں رنگ بھری ابتدا سے ہم
اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) رنگ بھرتا = داستان کو دلچسپ بنانا (فیروز اللغات،
ص ۷۴)۔

○ فرائی کو کچھ دی کا شعر ہے:- بدلا ہے جس طرح پہلو زمانہ

یونہی بھول جانا، یونہی یاد آنا
اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) پہلو بدلنا = دوسرا طرز اختیار کرنا۔ (فیروز اللغات،
ص ۳۱)۔

○ گبرنہ آبادی کا شعر ہے:- بوٹ ڈاسن نے بنایا، میں نے اک مضمون لکھا

ملک میں مضمون نہ پھیلا اور جوتا چل گیا
اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ جو شاعر نے اپنے مضمون شعر کا حاصل بنایا ہے (۱) جوتا
چلنا = ایک دوسرے کو جوتے سے مارنا (فیروز اللغات، ص ۴۸)۔

○ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:- اس زمانے میں کہ ہر ذرہ ہو چپ جاذب دل

نرگس ناز کے دھوکے میں نہ آتا کیسا؟
اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) دھوکے میں آنا = دھوکا کھانا (فیروز اللغات، ص
۶۶)۔

○ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- اب جنوں حد سے بڑھ چلا ہے

اب طبیعت بہل چلی ہے
اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (۱) طبیعت بہلنا = جی لگنا، وقت خوشی میں گزرتا، دل کا
سیر تماشے کی طرف مصروف ہونا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۷)۔

○ اصغر گوڑی کا شعر ہے:- دیر و حرم بھی منزل جاناں میں آئے تھے

پر شکر ہے کہ بڑھ گئے دامن بچا کے ہم

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) دامن بچاتا = الگ رہتا، سلامت روی۔ (فیروز اللغات، ص ۶۱)۔

۵۰ آئی ہاں بی کا شعر ہے۔ ہر جسم کو جن میں گریہ سماں دیکھ کر

جی لرز جاتا ہے ان فنجوں کو خداں دیکھ کر

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (۱) جی لرزنا = خوف یا اندیشہ ہونا، ڈرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۵۰۳)۔

اردو ادب کے ہر شاعر کے کلام میں اسی طرح محاورات پائے جاتے ہیں لیکن محدود تعداد میں۔ ان شعراء کے کلام میں زیادہ تر ”چمے چبائے“ ہی محاورات پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی محاورہ کئی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا طبع جدت نایاب ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں محاورات اور کہاوت کی اتنی کثرت ہے کہ عقلیں دنگ ہیں۔ اردو ادب کے صوبہ اول کے شعراء کے دیوان ہم نے طائرانہ نظر سے دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا کہ ان کے کلام میں محاورات کا استعمال کرنے میں نخل سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان ”حدائق بخشش“ کو ہم نے پہلے سرسری نظر سے دیکھا۔ اس طرح کے مطالعہ میں ہم کو بہت سارے محاورات نظر پڑے لہذا ارادہ کیا کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں استعمال شدہ محاورات کو چھانٹ کر اس کی ایک فہرست مرتب کر لی جائے۔ بڑی اہمک، بڑے خوبصورت اور شوق سے ہم نے اس کام کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض کے بھروسے پر شروع کیا۔ مسلسل دو شب تک کام جاری رکھا۔ چند نعتوں کا محاورات ڈھونڈنے کے لئے گہری نظر سے معائنہ کیا اور محاورات کی فہرست مرتب کرنی شروع کی بتو ایسا لگا کہ اس عنوان پر تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اتنی کثرت سے محاورات پائے گئے کہ ان تمام کو یہاں صرف اشارۃً یا کنایۃً ذکر کرنا بھی ممکن نہیں۔ چند نعتوں میں ہی کئی صفحات بھر گئے۔ لہذا مجبوراً پوری ”حدائق“ سے محاورات الگ چھانٹ کر فہرست مرتب کرنے کا کام ادمورا چھوڑنا پڑا۔

حوصلہ جواب دے چکا۔ اگر کوئی صاحب قلم ہمت اور حوصلے سے یہ کام انجام دے تو ایک ضخیم کتاب اس عنوان پر مرتب ہو سکتی ہے، جو رضویات کے خزانے میں اضافہ کرے گی۔ ہماری اس تمہیدی گزارش کی شہادت ذیل میں درج حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار کے معانی سے حاصل ہو جائے گی کہ جب دو چار نظم میں محاورات کی اتنی بہتات و کثرت ہے تو پوری ”حدائق بخشش“ کا عالم کیا ہوگا؟

✽ حضرت رضا کے کلام میں محاورات کی تحلیک :-

| شعر نمبر | شعر از حدائق بخشش | شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کا مطلب | فیروز تعداد محاورہ |
|-------------|-----------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------|
| (۱) | دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا تارے کھلتے ہیں سقا کے دو ہے ذرہ تیرا | تارے کھلنا = صاف رات میں تارے نکلتا تارے کھلتے ہیں سقا کے دو ہے ذرہ تیرا | ۱ ۳۳۶ |
| (۲) | خیرے قدموں میں جو ہیں خیر کا منہ کیا دیکھیں کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے کوا تیرا | قدموں میں = زیر سایہ منہ دیکھنا = صورت دیکھنا، چہرہ دیکھنا نظر پر چڑھنا = پسند آنا | ۳ ۹۵۲ ۱۳۰۳ ۱۳۶۳ |
| (۳) | خیرے کھڑوں پہ پکے خیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا | کھڑوں پر پڑے ہونا = مفت کی روٹیاں کھانا ٹھوکر مارنا = ٹھکرانا جھڑکیاں کھانا = عتاب سننا صدقہ دینا = خیرات کرنا | ۴ ۴۱۸ ۴۳۰ ۴۹۵ ۸۶۱ |
| (۴) | دل عیث خوف سے چا سا اڑا جاتا ہے ہلے ہلکا سکی بھاری ہے بھروسہ تیرا | دل اڑ چلنا = دل کا بے قابو ہونا بھاری ہونا = وزنی اور قیمتی ہونا | ۲ ۶۳۲ ۲۲۹ |
| (۵) | جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نگارہ تیرا | قیامت ہے = آفت ہے، بلا ہے جان جانا = وفات پانا، مرجانا مرنے کو ٹھہرا ہے = موت کے قریب ہے | ۳ ۹۶۸ ۴۴۴ ۱۲۳۳ |

| | | |
|---|------|---------------------------------------------------------------------------------|
| ۲ | ۳۱۱ | (۶) میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بھادار ○ پیرا ہوتا = حفاظت کرنا ہجراتی کرنا |
| | ۹۵۵ | ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا ○ قسم کھانا = طلب افغانا ہمد کرنا |
| ۳ | ۱۰۹۰ | (۷) گردنیں بھٹک گئیں سر پہ بچے کے دل لوت کے ○ گردن بھٹکانا = طبع ہونا |
| | ۶۳۹ | کھینچ ساق آج کہاں یہ تو قدم تھا تیرا ○ دل لوت ہوتا = فریفتہ ہونا، شیدا ہونا |
| | | ○ سر پہچنا = عاجزی و انکساری کرنا |
| ۲ | ۳۵۷ | (۸) شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے ○ جڑ کاٹنا = بنیاد کو ہٹانا |
| | ۹۳۶ | کہیں غما نہ دکھائے تجھے فیرا تیرا ○ فکر میں ہونا = خیال میں کو ہونا |
| | ۱۳۹۳ | ○ غما دکھانا = شرمندہ کرنا |
| ۳ | ۳۵ | (۹) پاؤں اٹھب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرتی ○ آگے بھرتا = بیزار ہونا، نوبخ بھرتا |
| | ۹۱۵ | دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا ○ قلام ہونا = تالچ ہونا |
| | ۸۸۱ | ○ طوطا اڑ جانا = بدحواس ہو جانا |
| ۲ | ۶۳۳ | (۱۰) کھل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزدِ رنج ○ دل پر کندہ ہونا = دل میں بیٹھ جانا |
| | ۱۱۳ | اٹنے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا ○ اٹنے پاؤں بھرتا = فوراً واپس ہونا |
| ۲ | ۶۶۶ | (۱۱) دل اٹھا کو رضا تیرے شک کی دھن ہے ○ دھن ہونا = شوق ہونا |
| | ۱۳۷۹ | اک ذرا اور چڑھتا ہے خاصہ تیرا ○ شک چڑھنا = تکلیف میں اضافہ کرنا |
| ۳ | ۱۳۳۹ | (۱۲) ہندو حد پہ آ کے تازہ لوتی ○ ہندو حد میں بچنا = سخت مشکل آن |
| | ۱۳۲۳ | دے ہاتھ کہ ہوں پاد آگے تیرا |
| | ۳۶۳ | ○ ہاتھ دینا = مدد دینا |
| | | ○ پار ہونا = مراد پا جانا، مٹی جانا |
| ۲ | ۷۳۵ | (۱۳) لوتی جاتی ہے غم میری ○ غم فٹوٹنا = غم سے ہونا |
| | ۲۲۲ | نہ یہ دھج دھج آگے ○ دھج دھجنا = پھٹنا، پھٹنا |
| ۲ | ۱۳۳۵ | (۱۴) پٹا ہے اگر طار پٹا ○ پٹا پٹا = کم ہونا، کم ہونا |
| | ۲۲۹ | پٹا ہے تیرا رقت ○ پٹا پٹا ہونا = رقتی ہونا، رقتی ہونا |

| | | |
|---|----------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲ | ۱۳۷۷ ۲۲۵ | (۱۵) مرنے نہ پڑے کبھی غریب کا ۷۷ سنبھلنا = حوصلہ نہ ہونا وے دے لگی بہار ۷۷ بہار دکھانا = سب دکھانا |
| ۳ | ۱۳۷۹ ۱۳۲۵ ۱۳۶۹ | (۱۶) یہاں چھڑکا تک وہ مریم کا نور ہوا ۷۷ تک چھڑکا = تکلیف میں اضافہ کرنا دل ڈنگی تک پہنچا ہے کہ کی ملاحظہ ۷۷ مریم لگانا = زخم پر مریم چھڑکا ۷۷ ہاتھ آنا = میسر ہونا، حاصل ہونا |
| ۳ | ۲۳۰ ۱۳۷۷ ۹۷۹ | (۱۷) تم تو میں کو بھول کر لپٹا ہے میں ۷۷ بھول جانا = یاد سے اتر جانا مجھے لپٹا کام ہو ہی جائے ۷۷ لپٹ جانا = زبردستی کسی سے مجھ جانا ۷۷ کام ہونا = مطلب حاصل ہونا |
| ۲ | ۱۳۵۹ ۱۳۳۷ | (۱۸) بے نشانوں کا نشان ختم نہیں ۷۷ نشان ختمنا = نام و نشان باقی نہ رہنا نئے نئے نام ہو ہی جائے ۷۷ نام ہونا = شہرت ہونا |
| ۲ | ۱۳۶۳ ۹۷۹ | (۱۹) حاکم! میں کی نظر سیدھی رہے ۷۷ نظر سیدھی ہونا = میرانی کی نظر ہونا بھدوں کا بھی کام ہو ہی جائے ۷۷ کام ہونا = مطلب حاصل ہونا |
| ۳ | ۱۳۳۱ ۱۳۹۱ ۷۶۰ | (۲۰) اٹنی شکر ہیں وہ خرام ہر فرمائیں ۷۷ ناز کرنا = لاڈ کرنا بچھا رکھا ہے فرش انگلیوں نے خواب بصلت کا ۷۷ شکر رہنا = امید میں رہنا ۷۷ آنکھیں بچھانا = نہایت تعظیم و گہریم کرنا |
| ۲ | ۱۳۶۳ ۱۶ | (۲۱) اے رفا ہر کام کا اک وقت ہے ۷۷ وقت ہونا = موقع ہونا دل کو بھی آرام ہو ہی جائے ۷۷ آرام ہو جانا = تکلیف کا دور ہونا |
| ۲ | ۸۸۷ ۱۳۷۳ | (۲۲) منت پلا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی ۷۷ عادت پڑنا = عادی ہونا اب گل پوچھتے ہیں ہائے کھا تیرے ۷۷ کھا ہونا = بے کار ہونا |
| ۱ | ۶۳۹ | (۲۳) تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے چلیں ۷۷ دل میلا کرنا = دل کو اداس و شکر کرنا کہ خدا دل نہیں کتا کبھی میلا تیرا |
| ۱ | ۵۳۷ | (۲۴) غر آکا میں رفا ہر بھی اک ظم رفیع ۷۷ چہرہ کھسکا = درج کروانا جل کھا لائیں شاخوں میں چرا تیرا |

قارئین کرام کے تھکان طبع کی خاطر مذکورہ نقشہ ہم نے صرف اس نیت سے پیش کیا ہے کہ ہر شعر میں کتنے محاورات ہیں اور ہر محاورے کا کیا مطلب ہے اور اس محاورے کے مطلب سے شعر کا مطلب کیا ہے؟ وہ آسانی سمجھ میں آ جائے۔ مثلاً شعر نمبر ۲۳ ”تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیس“ کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی سیلا تیرا“ اس شعر کے معرہ کوئی میں حضرت رضا دل کے میل یعنی گناہ، خطایات، برے ارادے وغیرہ جھل ہونے کی گواہی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور معرہ جانی میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! خدا آپ کا دل سیلا نہیں کرتا۔ یہاں دل سیلا ہونے سے مراد وہیں جو معرہ کوئی میں ”دل کے میل“ سے ہے لیکن یہاں پر ”دل کا سیلا نہ ہونا“ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے اور اس کا مطلب ہے دل کا ادا نہ ہونا۔ معرہ جانی میں حضرت رضا نے محاورے کا استعمال فرما کر شعر کو مطلب مصطفیٰ کی شان کے اعتبار میں متقی خیر بنا دیا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا میرا خدا آپ کو کبھی ادا نہ کرے اور آپ اس میں نہیں کرتا۔

ہم نے اشعار میں محاورات کی نشاندہی کرنے والا جو نقشہ مرتب کیا ہے، اس کو دیکھ کر ”حدائق بخشش“ سے واقفیت رکھنے والے کسی صاحب کو یہ سوال ہوگا کہ اس نقشہ میں حدائق بخشش کی ابتدائی نعتوں کے ہی اشعار ہیں۔ مگر مشہور نعتوں کے اشعار کیوں شامل نہیں کئے گئے؟ جو ابابا عرض ہے کہ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پورے دیوان ”حدائق بخشش شریف“ کے تمام اشعار میں مستعمل محاورات اور کہاوت کو الگ چھانت کر اس کی لہرست مرتب کریں اور اسی نیک ارادے سے ہم نے کام کیا آغا دیکھ کر حقا کیڑی ہوئی“ نے حدائق بخشش کا جو لہجہ ابابا نے مثال لہر شائع کیا ہے، اس کو سہلے رکھا اور اشعار سے محاورات لہار کرنے شروع کئے۔ سطور نمبر ۱ سے ۲۰ تک کی پانچ نعت اور تین منقبت کا ہی جائزہ لیا اور ان کے اشعار سے محاورات الگ کیے، تو ان کی تعداد ایک سو ایک (۱۰۱) پہنچی گئی۔ ہم نے سطور نمبر ۲۰ پر درج نعت شریف

”لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا“ تک محاورہ شماری کرنے کے بعد محاورہ شماری کا کام اس لئے روک دیا کہ صرف بیس (۲۰) صفحات کا جائزہ لینے کے نتیجے میں محاورات کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ سنجری پوری ہو گئی، توحصہ اول کے صفحات ۱۵۷ اور حصہ دوم کے صفحات ۱۳۷ مل کر کل ۲۹۴ صفحات سے تقریباً ایک ہزار سے زائد محاورات برآمد ہونے کا امکان ہے۔ اور فی الحال یہ امر راقم الحروف کے لئے دشوار ہے۔ لہذا صرف بیس صفحات پر کام روک دیا۔ انشاء اللہ و انشاء حبیبہ (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک مستقل کتاب کی صورت میں یہ کام انجام دوں گا۔ فی الحال صفحہ نمبر ۲۰ تک کے کلام سے ۲۳ اشعار کا خاکہ ناظرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ ۲۳ اشعار میں ۵۶ محاورات پائے جاتے ہیں۔ اس حساب سے ایک شعر میں دو محاورے سے بھی زائد کی اوسط (Average) پائی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا خاکہ میں ہر شعر کے سامنے شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کے معنی ”فیروز اللغات“ سے نقل کر کے صفحہ نمبر بھی درج کر دیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب حوالہ دیکھنا چاہیں تو ان کو آسانی رہے۔ الحاصل.....! حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الکلام کی شایان شان اپنے کلام میں محاورات کا ایسے حسین پیرائے میں استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، شیرینی اور تسلسل میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

”کلام رضا میں سنسکرت اور ہندی زبان کا استعمال“

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کے کلام میں عربی، فارسی، اردو، بھوجپوری اور سنسکرت زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت رضا مذہبیات میں امام العلماء و الفضلاء کے درجہ اعلیٰ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ فن ادب اور مختلف زبانوں پر عبور رکھنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں سنسکرت اور ہندی کے الفاظ، محاورات اور کہاوٹ کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-

○ حقائق بخش اول :- (شائع کردہ :- رضا اکیڈمی، بمبئی - ۱۹۹۷ء)

| نمبر | صفحہ | شعر | شعر اختصار کے ساتھ | شعر میں مستعمل لفظ اور اس کے معنی | کونسی زبان | حوالہ |
|------|------|-----|------------------------------------|-----------------------------------|------------|-----------------------|
| ۱ | ۱ | ۲ | دھارے چلتے ہیں | دھارا = چشمہ، منبع | شکرت | فیروز اللغات صفحہ ۶۶۰ |
| ۲ | ۳ | ۳ | جوت پڑتی ہے تیری نور | جوت = روشنی، اجالا، نور | ہندی | ص ۳۸۰ |
| ۳ | ۶ | ۱ | کون سے چمک یہ پہنچا نہیں | چمک = قطعہ، پٹی، کاشت | ہندی | ص ۵۳۰ |
| ۴ | ۱۰ | ۳ | برسا نہیں جھالا تیرا | جھالا = مقامی بارش | ہندی | ص ۴۹۰ |
| ۵ | ۱۳ | ۲ | تل بے لاد مگر بے باک یہ | تل = زور، طاقت، بقوت | شکرت | ص ۲۱۰ |
| | | | زہرا تیرا | | | |
| ۶ | ۲۱ | ۴ | تورے چندن چندر پرو کنڈل | چندن = مندل، مندل کی لکڑی | شکرت | ص ۵۳۷ |
| ۷ | ۷ | ۷ | چندر = چاند، مہتاب | | شکرت | ص ۵۳۷ |
| ۸ | ۸ | ۷ | کنڈل = دائرہ، چکر، ہلہ | | شکرت | ص ۱۰۳۵ |
| ۹ | ۲۲ | ۲ | پت اپنی پت میں کا سے کہوں | پت = مصیبت، آفت، بڑکھ | ہندی | ص ۱۷۷ |
| ۱۰ | ۱۰۱ | ۴ | دیس کا جنگلا تلنے والے | جنگلا = ایک داگی کا نام | ہندی | ص ۴۷۵ |
| ۱۱ | ۱۱۷ | ۲ | قائل ڈائن شوہر کش | قائل = بہادر، کرنی بدصحت محبت | ہندی | ص ۶۷۷ |
| ۱۲ | ۱۱۳ | ۸ | اندھیرا پا کھاتا ہے پیادوں | پاکھ = چندر روزہ، نصف ماہ | شکرت | ص ۴۶۵ |
| ۱۳ | ۱۱۶ | ۴ | ڈر بھائے کوئی ہون ہے | ہون = ہوا، باد، سانس | شکرت | ص ۳۱۰ |
| ۱۴ | ۱۲۳ | ۳ | جوبی کے پاس ہے وہ سہاگن | سہاگن = پرہم، معشوق، پیارا | ہندی | ص ۴۲۲ |
| | | | کتور کی ہے | | | |
| ۱۵ | ۷ | ۷ | سہاگن = وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو | | ہندی | ص ۸۲۳ |

| | | | | | | | |
|----|-----|----|----|----|-----------------------------|---------------------------------|------|
| ۱۶ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۱ | کنور = شہزادہ | ہندی | ۱۰۳۷ |
| ۱۷ | ۱۲۸ | ۸ | ۱۱ | ۱۱ | برسوں کہ یہ سٹھ گھڑی پھری | سجھ = مبارک، مسعود | ۷۷۵ |
| ۱۸ | ۱۳۹ | ۲ | ۱۱ | ۱۱ | جنہوں نے دولہا کی پائی اترن | اترن = پہنچے ہوئے پانے کپڑے | ۶۳ |
| ۱۹ | ۱۱ | ۳ | ۱۱ | ۱۱ | کدڑت سہائی گھڑی پھرے گی | کدڑت = موسم بہار فصل | ۷۰۳ |
| ۲۰ | ۱۱ | ۸ | ۱۱ | ۱۱ | گمرے تھے بادل بھرے تھے | جل تھل = پانی سے بھری ہوئی زمین | ۳۶۶ |
| ۲۱ | ۱۵۳ | ۱ | ۱۱ | ۱۱ | کے ملے گھاٹ کا کنارہ | گھاٹ بھیا سے اترنے کا مقام | ۱۱۱۹ |

ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر حدائق بخشش حصہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حصہ اول، دوم اور سوم میں سنکرت اور ہندی کے اتنے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں سنکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

● حضرت رضا کے اشعار میں سنکرت اور ہندی الفاظ :-

● بن ● کٹر ● بھیا نک ● دھار ● پیتم ● باڑا ● مت ● چرن ● نکسال
 ● سنسان ● پاٹ ● چٹا ● چھالا ● سوا ● دھوون ● ماتھا ● بھنور ● جنم ● داتا
 ● باٹ ● چنگ ● کوپل ● ٹھگ ● کوڑی ● پت ● مد ● مدھ ● جڑاؤ ● گھپتا
 ● پھانس ● کنول ● دھیان ● پتلا ● گھڑی ● سہاگ ● بھوکا ● لاج ● مکتھی
 ● ماتا ● پل ● جگنو ● بدرا ● چھینٹ ● گانٹھ ● مہاراجہ ● مکھ ● جگ راج ● بین
 ● سیس ● چھوٹ ● دک ● گودی ● سکھین ● گھٹا ● دیو ● سپنا ● رس ● بوٹی
 ● ان داتا ● چٹریا ● دھان ● نین ● مالا ● ادھار ● کرپا ● نیر ● بھرن ● کھتا
 ● برھا ● آنجل ● برکھا ● درشن ● نیا ● جپوں ● لہنا ● کلس ● چھاگل ● ناگنی

۔ وغیرہ

مذکورہ الفاظ کے علاوہ سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ، محاورے اور کہاوت کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں ایسے حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبان دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

■ ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج تجارت، شاہی دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلام رضا میں تذکرہ

ہر انسان کو سماج اور معاشرہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ آدمی اکیلے پن سے گھبراتا ہے اور ڈر محسوس کرتا ہے۔ اپنی حفاظت، ترقی، فلاح، بہبود، خوشی، غم اور دیگر معاملات زندگی آسانی سے طے کرنے کے لئے آدمی جماعتی زندگی بسر کرتا ہے اور جماعت، سماج، یا معاشرہ سے منسلک رہتا ہے۔ معاشرہ میں بہت سے رسم و رواج رائج ہوتے ہیں۔ ہر شخص حتی الامکان ان رسومات کی ادائیگی کر کے معاشرہ کے ساتھ اتفاق، انضمام اور انطباق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شادی، بیاہ، تولد، موت، طلاق، لین دین، تعاون، مدد، جرم، سزا، حق تلفی، حق طلبی، تجارتی معاملات، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، وغیرہ امور میں آدمی سماجی رسم و رواج کو ملحوظ رکھ کر اس کی ادائیگی میں کوشاں رہتا ہے۔ ہر معاملے کے تعلق سے سماج میں کوئی نہ کوئی رسم یا رواج متعین کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ رسم و رواج بطور سماجی قانون

کے ہر فرد کو معلوم ہوتے ہیں۔ ان سماجی رسومات میں سے کچھ شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اور کچھ خلاف شرع بھی ہوتے ہیں۔

شاعر کا چونکہ معاشرہ سے سیدھا تعلق ہوتا ہے اور وہ جس طرح سماج میں رائج محاورات و کہاوت کو اپنے کلام میں نظم و پیوست کرتا ہے، اسی طرح وہ سماج کے رسم و رواج کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے کلام میں بیان کر کے سماج کے ساتھ اپنے گہرے تعلقات کا اظہار کرتا ہے۔ کبھی وہ تمثیل کے طور پر ان رسومات کا ذکر کرتا ہے تو کبھی خود کو درپیش معاملے کو ان رسومات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں رسم و رواج کے تعلق سے کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان اشعار کا پس منظر اکثر ان کا کسی کے ساتھ عشق کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔ عشق مجازی کے نتیجے میں موصول وصل، ہجر، رنج، الم، وفا، جفا و دیگر کیفیات کا اظہار ان رسم و روایت کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً سماج کا رواج ہے کہ جانے پہچانے لوگ آپس میں ملتے ہیں تو دعا سلام کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جانا پہچانا شخص دعا سلام کرنے کی رسم ترک کرتا ہے، تو اسے سماجی اعتبار سے بے لحاظ یا بے مروت سمجھا جاتا ہے۔

● گلیل ہدایونی کا شعر ہے:- یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک

مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کو سلام کا جواب نہ دینے کے عوض بے رخی کا طعنہ دیا ہے۔ اردو ادب کے دیگر شعراء صغیر اول کے کلام میں ایسے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کے پس پردہ عشق مجازی کا جذبہ کارگر ہے۔

عاشق صادق وہ ہوتا ہے جس کا سراپا، جس کے ہوش و حواس اور اس کے تمام حرکات و سکنات یا محبوب میں محو ہوتے ہیں۔ اس کو کائنات کے ہر ذرے میں محبوب کے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی معاملہ ہو، چاہے وہ ذاتیات سے متعلق ہو یا عمومی ہو، وہ ہر معاملے کو اپنے محبوب کے ساتھ محمول کریگا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار

عشق حقیقی میں فنایت کی حد تک پہنچنے والے عاشق صادق میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے زندگی کے ہر محاذ پر اور ہر لمحہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و ذکر کو اپنا سبب حیات و زندگی بنا رکھا تھا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں ہندوستانی رسم و رواج کے بیان میں کافی اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کا معائنہ کرنے سے صرف یہی بات سامنے آتی ہے کہ حضرت رضا نے ان رسومات کا ذکر بھی صرف اور صرف اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کا اظہار کرنے کے لئے کیا ہے۔

● شادی کے رسومات:-

صرف ایک شادی کا ہی ذکر لے لو۔ جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو ڈھیر ساری رسمیں ادا کی جاتی ہیں مثلاً ● خوشی اور طرب کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں ● جس گھر میں شادی ہوتی ہے اس گھر کو بجلی کے قندیلوں سے مرصع کیا جاتا ہے اور رات کے وقت ان قندیلوں کے ذریعہ رات کو جگمگاتی شب بنائی جاتی ہے ● دولہا دلہن کے لئے نئے کپڑے اور خوشبو کا انتظام کیا جاتا ہے ● دولہا کے دوست احباب خادم کی حیثیت سے دولہا کو جھرمٹ میں لے کر نئے کپڑوں سے آراستہ کر کے دولہا بنانے کے لئے سجاتے ہیں ● دولہا جب نکاح خوانی کے لئے جاتا ہے تو اس کے ساتھ براتی چلتے ہیں ● اس موقع پر دولہا کا صدقہ اتار کر بانٹا جاتا ہے ● اس خوشی کے موقع پر خیرات دی جاتی ہے ● نوشہ کے لئے پھولوں کا ہار گوندھا جاتا ہے ● دولہا کے ماتھے پر سہرا باندھا جاتا ہے ● عورتیں شادی کے گیت گاتی ہیں ● بیٹوں اور باجوں سے موسیقی کی مترنم دھن و لے بجائی جاتی ہیں ● دولہا کے پاؤں دھو کر اس دھوون کا مکان میں چھڑکاؤ کیا جاتا ہے ● دولہا کی آمد پر پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ تمام امور شادی بیاہ کے تعلق سے ہندوستانی رسم و رواج کے طور پر ساج و معاشرہ میں رائج ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان تمام رسم و رواج کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف میں ایسے حسین

انداز سے بیان کر دیا ہے کہ معاشرہ میں رائج رسم کو مثال بنا کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت ظاہر فرمادی ہے۔ بہت ہی اختصار کے ساتھ مذکورہ چند رسومات سے متعلق حضرت رضا بریلوی کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:-

● شادی رچانا اور خوشی کا سامان مہیا کرنا:- (رسم)

(۱) وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نزلے طرب کے سماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

(۲) وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھو میں

ادھر سے انوار بہتے آتے، ادھر سے فحاشات اٹھ رہے تھے

● شادی والے مکان پر روشنی کرنا:- (رسم)

(۱) یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی

وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

● خوشبو اور نئے کپڑوں کا انتظام:- (رسم)

(۱) دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے

غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال ٹانے بنا رہے تھے

(۲) خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی

وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

(۳) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

● دوست خادم بن کر دولہا کو سجاتے ہیں:- (رسم)

(۱) خدا ہی دے صبر جان پُر غم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم

جب ان کو جہر مٹ میں لے کے قدسی جنان کا دولہا بنارہے تھے

● دولہا کے ساتھ براتی کا چلتا:-(رسم)

- (۱) تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا مگزار
- لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا
- (۲) جھلک سی اک قدسیوں پر آئی، ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
- سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
- (۳) دولہا سے اتنا کہہ دو، پیارے سواری روکو
- مشکل میں ہیں براتی، پُر خار بادے ہیں

● دولہا کے رخ کا صدقہ اور اترن خیرات کرنا:-(رسم)

- (۱) اتار کر ان کے رخ کا صدقہ، یہ نور کا بٹ رہا تھا بازار
- کہ چاند سورج چل چل کر، جبیں کی خیرات مانگتے تھے
- (۲) نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
- اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ
- (۳) جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
- مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

● دولہا کیلئے پھولوں کا پار اور سہرا:-(رسم)

- (۱) کیا بنانا خدا سرا کا دولہا نور ہے
- سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا
- (۲) ادھر تھیں نذر شہ نمازین، ادھر سے انعام خسروی میں
- سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے
- (۳) اجابت کا سہرا، عتایت کا جوڑا
- دلہن بن کے نکل دعائے محمد (ﷺ)

○ عورتوں کا شادی کے گیت گانا اور بیٹوں، باجوں پر موسیقی کی دھن:- (رسم)

- (۱) وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بیٹوں میں کیا بچتا ہے لہرا نور کا

○ دولہا کے پاؤں کا دھوون:- (رسم)

- (۱) بچا جو نکووں کا ان کے دھوون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے
(۲) جس کے نکووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان میجا ہمارا نئی

○ دولہا کی آمد پر پٹا خٹے پھوڑنا:- (رسم)

- (۱) ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلگ
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے
نوٹ:- شلگ = بندو توں یا توپوں کی باڑ جو سلامی کے لئے چھوڑی جائے۔ (فیروز
اللفات، ص ۸۴۷)۔

- (۱) اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے
ہونے لگی سلامی پرچم ٹھکا دیئے ہیں
نوٹ:- سلامی = توپیں، بندو قیس، گولے چلا کر تعظیم کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (فیروز
اللفات، ص ۸۰۶)۔

مذکورہ اشعار میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستانی رسم و رواج
کے تحت شادی بیاہ کے سماجی رسومات کو کتنے نفیس انداز میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں ڈھال دیا ہے۔ چند اور رسم و رواج ذیل میں پیش ہیں:-

○ پالتو کتوں کے گلوں میں پٹے:- (سماج میں رائج رواج)

ہر گاؤں اور شہر میں بلکہ ہر محلے اور گلی میں مفت کے چوکیدار کی حیثیت سے کتے پائے

جاتے ہیں۔ کسی اجنبی یا غیر مانوس شخص کو دیکھ کر کتا بھونکتا ہے اور کبھی کبھی کاٹ بھی لیتا ہے۔ کتا جب کاٹتا ہے تو اس کے کانٹے سے اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی اس کے علاج سے ہوتی ہے کیونکہ کتا کانٹے کے نتیجے میں Hydrophobia نہ ہو جائے اس لیے ناف کے نیچے چودہ (۱۴) دن تک روزانہ انجکشن لگوانا پڑتا ہے۔ جب کتوں کی کانٹے کی شرارت حد سے بڑھ جاتی ہے تب بلدیہ (Municipality) والے کتا گاڑی لے کر نکلتے ہیں اور کتوں کو پکڑ لیتے ہیں یا مار ڈالتے ہیں۔ لیکن جس کتے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں لہذا پالتو کتوں کے مالک اپنے کتوں کے گلے میں چڑے کا پٹا باندھ دیتے ہیں۔ سماج کے رسم و رواج کے تحت یہ بات عام ہو گئی ہے کہ جس کتے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی کا پالتو ہے، فالتو نہیں۔ بلدیہ والے بھی اس رواج سے واقف ہوتے ہیں لہذا وہ گلے میں پٹا پڑے ہوئے کتے کو نہیں مارتے۔ سماج کے اس رواج کو حضرت رضا بریلوی بارگاہِ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اپنی عقیدت اور غلامی کا اظہار کرنے کی غرض سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے

حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

○ عیب اور نقص والا مال خریدار واپس دے گا:- (سماج کا تجارتی دستور)

ہر شخص کو تجارتی امور کے تحت خرید اور فروخت کرنے کا سابقہ پڑتا ہے۔ سماج میں تجارت کا دستور ہے کہ کسی خریدار نے کسی دوکان سے کوئی چیز خریدی اور دوکاندار پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے دام بھی چکا دیئے اور جب وہ گھر آ کر اس چیز کو بکس یا بیکیٹ سے نکالتا ہے تو وہ چیز نقص والی پاتا ہے۔ اس صورت میں وہ شخص دوکاندار کو وہ عیب دار چیز واپس پلٹا کر اپنا مول دوکاندار سے وصول کر لے گا اور دوکاندار عیب دار چیز کو واپس لینے اور مول چکانے سے انکار نہیں کر سکتا۔ سماج کے اس دستور اور رواج کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:-

■ رکھے جیسے ہیں، خانہ زاد ہیں ہم
مول کے عیب دار پھرتے ہیں

اس شعر میں حضرت رضائے بیچ و شریٰ یعنی خرید اور فروخت کے تعلق سے فقہ کا ایک مسئلہ، قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم اور چند احادیث کا مغز بیان کر دیا ہے۔ یہاں اتنی منجائش نہیں کہ شعر کی تفصیلی وضاحت کی جائے۔

○ عید کا چاند نظر آنے پر مبارکباد دینا:- (رسم)

عید کا چاند نظر آتے ہی ماحول میں خوشی کی لہر پھیل جاتی ہے۔ عید کا چاند نظر آتے ہی ہر شخص خوشی میں مچلتا ہے اور اپنے دینی بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ حالانکہ عید تو صبح کو ہے لیکن مغرب کے بعد سے ہی آپس میں مبارکبادی کی لین دین شروع ہو جاتی ہے۔ ہر شخص اپنے اقرباء اور رفقاء کو عید کی بشارت دیتا ہے۔ سماج کے اس رواج کو کلام رضا میں ملاحظہ فرمائیں:-

■ عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

○ میت کا آخری دیدار:- (رسم)

جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اسے غسل دے کر کفنا کر جنازے پر رکھا جاتا ہے اور جنازہ لے کر قبرستان میں دفن کرنے کے لئے روانہ ہونے سے پہلے میت کا آخری دیدار کرایا جاتا ہے۔ اعزاء، اقرباء، رفقاء اور خاص خاص لوگوں کو میت کا منہ دکھایا جاتا ہے اور مردے کا منہ دکھانے کے لئے اس کے چہرے سے کفن ہٹا دیا جاتا ہے۔ سماج میں اس کو آخری دیدار کی رسم کہا جاتا ہے۔ اس رسم کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شعر میں نصیحت آمیز انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ:-

■ مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ دیکھ کے کیا ہوگا، پردے میں بھلائی ہے

(۲) آخری دید ہے آؤ مل لیں

رنج بے کار ہے کیا ہوتا ہے

○ سہاگن اور بیوہ کے دوپٹے کا رنگ:- (رسم)

بیوہ عورت اکثر و بیشتر سیاہ رنگ کا دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ اس کے دوپٹے کے رنگ سے ہی اس کے بیوہ ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ جب کہ سہاگن رنگ برنگ کے دوپٹوں سے آراستہ ہوتی ہے، اسی سماجی رواج کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے سیاہ غلاف اور گنبد مخمرا کے سبز (Green) رنگ پر قیاس کیا ہے۔ جس کا آقا (خاوند) رخصت ہو جاتا ہے وہ عورت اپنے آقا کے ہجر میں سیاہ لباس اختیار کرتی ہے اور جو وصل کی لذتوں سے فیضیاب ہوتی ہے وہ سبز جوڑا زیب تن کرتی ہے۔ خانہ کعبہ کے غلاف کا سیاہ رنگ ہجر کی علامت اور گنبد مخمرا کا سبز رنگ وصل کی کیفیت ظاہر کر رہے ہیں۔ اس تحلیل کو حضرت رضا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:-

دونوں بینیں سجیلی انیلی بنی مکر

جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

(۲) سر سبز وصل یہ ہے، یہ پوش ہجر وہ

چنگی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

○ بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا:- (شاعی رسم)

بادشاہوں اور راجاؤں کے دربار کا دستور ہوتا ہے کہ کسی ذی علم، ماہر فن و ہنر، یا حکومت کے وفادار اور بہادر شخص کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کے لئے شاعی دربار سے اس کو کوئی نہ کوئی خطاب عنایت کیا جاتا ہے۔ مثلاً مغل بادشاہوں کی طرف سے ○ خان بہادر ○ رائے بہادر ○ جنگ بہادر وغیرہ القاب دیئے جاتے تھے۔ ابوالحسن نام کے مشہور ظریف یعنی لطیفہ گو (Jocose) کو ”مُلاً دو پیازہ“ کا لقب دیا گیا تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے ”سر“ (Sir) کا خطاب دیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں بھارت رتن، پدم شری، وغیرہ

خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ الغرض ہر حکومت کا دستور اور رواج ہوتا ہے کہ وہ ذی مرتبت شخصیتوں کی عزت افزائی کے لئے اس کی شایان شان خطاب عنایت کرتی ہے۔ دنیا کے شاعری درباروں کے اس دستور کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس انداز سے بیان کیا ہے:-

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب
خرد خیل ملک، خادم سلطان عرب

● انعام و اکرام پر بادشاہ کی واہ واہ:- (رسم)

جب کوئی بادشاہ کسی شخص پر فیاضی کرتے ہوئے اسے انعام و اکرام سے نوازتا ہے تو بادشاہ کی فیاضی کا شہرہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کے درباری اور رعیت بادشاہ کی فیاضی کی ہر جگہ تعریف کرتے ہیں۔ ایسی تعریف کو عوامی محاورے میں واہ واہ کرنا کہا جاتا ہے (فیروز اللغات، ص ۱۳۰۴)۔ بادشاہ کی فیاضی کی واہ واہ کر کے اس کی سخاوت کو داد و تحسین دینا اور بادشاہ کو مزید سخاوت کرنے کے لئے ابھارتا ہندوستانی عوام میں رسم و رواج کے طور پر رائج تھا۔ اسی رسم و رواج کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب و کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بیان کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعام و اکرام پر صدقے اور قربان ہونے اور دونوں عالم میں ”واہ واہ“ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:-

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے

ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

یہاں چند اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ حضرت مہار بریلوی رحمۃ اللہ علیہ و الرضوان کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) کے قریب اس قسم کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو

یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

سانکو دامن خچی کا قہام لو، ■
 کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا
 تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا، ■
 سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست
 مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن، ■
 گیا جو کاسہ لے کے شب گدائے فلک
 وردیاں بولتے ہیں ہر کارے، ■
 چہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں
 دھگیر ہر دو عالم کر دیا سبطین کو، ■
 اے میں قرباں جان جاں انگشت کیالی ہاتھ میں
 میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو، ■
 کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
 بہ ادب جھکا لوسرولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا، ■
 گل تر محمد مصطفیٰ چمن ان کا پاک دیار ہے
 اے دل یہ سلگنا کیا جلتا ہے تو جل بھی اٹھ، ■
 دم گھٹنے لگا خالم، کیا دھونی رمانی ہے
 جار و کشوں میں چہرے لکھے ہیں ملوک کے، ■
 وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے
 بر سے کرم کی بھرن، پھولیں فم کے چمن ■
 ایسی چلا دو ہوا، تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں سب سے آخری شعر میں لفظ ”بھرن“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر

میں لفظ..... بھرن سے ایک مراد بارش برسانے کی ہے اور دوسری مراد لفظ ”بھرن“ سے اُس ہندوستانی رسم و رواج کی طرف اشارہ ہے، جو راجستھان کے راجاؤں میں رسم راج کج تھی۔ جب کوئی شخص راجاؤں کے حضور خراج و نذر پیش کرتا، تو راجاؤں کا دستور تھا کہ وہ ایسے شخص کو اس کے حسب مرتبہ ”بھرن“ عطا کرتے یعنی انعام، اکرام اور خلعت سے نوازتے۔ بھرن ایک پیانہ (Goblet) ہوتا تھا جو لگن یعنی بڑے پیالے کی طرح ہوتا تھا۔ اس میں روپے، جواہرات، اور دیگر اشیاء بھر کر دی جاتی تھیں۔ اس کو ”بھرن دینا“ یا ”بھرن برسانا“ بھی کہا جاتا ہے۔ صوبہ راجستھان کے میواڑی راجاؤں میں یہ رسم و رواج آزادی ہند تک جاری تھی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس رواج کی جھلک اپنے شعر میں پیش فرمائی ہے۔

■ ”حضرت رضا نے فن شاعری کس طرح سیکھی“

فن شاعری میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، قادر الکلامی، عبور، سخن وری، جملہ اصناف پر طبع آزمائی، تمام صناعات میں بے نظیر شعر گوئی، نظم اشعار میں کامل طور پر دسترس وغیرہ محاسن کو دیکھ کر ہر کوئی شخص یہ سوچتا ہوگا کہ فن شاعری میں آپ کا استاد کون تھا؟ اور آپ اپنے اشعار کی اصلاح کے لئے کس کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اس فن کے لئے کسی کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کئے اور نہ ہی کسی سے اصلاح کرائی ہے بلکہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل شدہ کثیر علوم و فنون میں فن شاعری بھی شامل تھی۔ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

○ جیسے طبع ہے نا سودہ داغ شاگردی

غبارِ مقبض اصلاح سے ہے دامن دور (مدائق، حصہ ۲، ص ۱۳۳)
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاگردی کے کلک کے

ٹپکے سے میری جبین یعنی پیشانی سیاہ نہیں بلکہ طبع ہے یعنی اچھے نشان سے سرشت ہے۔ اور اصلاح کی منت کے غبار سے میرا دامن بھی دور یعنی بے داغ ہے۔ یہ حقیقت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے کبھی بھی شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ شاعری بھی جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے لئے ہی نظم فرمائی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آپ کا غد اور قلم لے کر شاعری لکھنے کے لئے بیٹھتے نہ تھے، جیسا کہ اکثر شاعروں کا دستور ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت رضا بریلوی شاعری کس طرح کرتے تھے وہ خود انہیں کے مبارک الفاظ میں سماعت فرمائیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

● مگر جو مُلکِ غیبی مجھے بتاتا ہے

زباں تک اوسے لاتا ہوں میں مدح حضور (حدائق، حصہ ۳، ص ۳۳)

یعنی الہامِ غیبی سے مجھ کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے، اس کو میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و مدح کے طور پر اپنی زبان پر لاتا ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ:-

● جو اذن بارگہ شاہ سے ملے مجھ کو

سناؤں مطلعِ برجستہ رہکِ مطلعِ نور

یعنی شہنشاہِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ سے مجھے اجازت ملے تو اجازت پاتے ہی برجستہ یعنی فی الفور یعنی اُسی وقت مطلع یعنی غزل کا پہلا شعر سنا دوں اور اس پہلے شعر پر نور کا مطلع بھی رشک کرے۔ اس شعر کی تشریح فقیر کی کتاب ”عرفانِ رضا“ مدحِ مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فنِ شاعری میں بے مثالی حیثیت ہونے کے باوجود آپ نے اپنی باکمال سخن وری پر کبھی بھی غرور و گھمنہ نہیں کیا اور نہ ہی اپنے آپ کو شعراء کی صف میں داخل مانا، نہ آپ نے کبھی یہ کوشش کی کہ اربابِ فن و سخن آپ کی شاعری کو داد و تحسین دیں اور آپ بحیثیت شاعر مشہور ہوں۔ اسی لئے آپ نے شاعروں سے تعلقات قائم نہیں کئے اور شاعروں کے ساتھ نشست و برخاست سے آپ ہمیشہ کنارہ کش

رہے۔ بلکہ ازراہ تواضع اور انکساری آپ نے فن شاعری سے اپنے عجز اور بے شعوری کا اظہار کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:-

- نہ لفظ سُست نہ مضمون کوئی نہ بندش چست
- نظامِ نظم نہ مجھ سے نہ شاعری میں شعور
- رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے
- ہمیشہ صحبتِ اربابِ شعر سے ہوں نفور
- نہ اپنے کاموں سے تضييع وقت کی فرصت
- نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور
- رہے وبال سے اس کے تجھے سبکدوشی
- کہ دیے ہی ہے گراں سر پہ بارِ جرم و قصور
- علوم میں ہو تبحر تو ورثہ آباء
- ڈبوؤں آبرو کیوں کر کے بحرِ شعر عبور

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری وہی تھی۔ خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوبِ اعظم کے عاشقِ صادق کو وہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں کہ فن شاعری کے میدانِ سخن گوئی میں رضا کا کوئی مدّہ مقابل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں صرف ”آمد ہی آمد“ کا شور شورہ ہے ”آورد“ کا نام و نشان نہیں۔ آپ کا جملہ کلام دیوانگی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور کیفیت سے سرشار ہے۔ آپ اپنی اس دیوانگی عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر اپنے کلام میں تمام مقامات میں سراپا عشق و محبت نظر آتے ہیں لیکن عشق کی سرمستی میں آپ ذرہ برابر بھی ہیکے نہیں بلکہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کو اختیار کر کے قرآن مجید سے محبوبِ صاحبِ قرآن کی مدح و ثنا کی ہدایت پائی اور اسی ہدایت کی رہنمائی میں آپ نے جوشِ الفت پر ہوشِ حدودِ شریعت کی لگام لگا کر دیوانگی میں بھی فرزا نگئی کا مظاہرہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند پایہ تحنیل عشق کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو نعتیں نظم کی ہیں، اُن میں آپ کا بڑے سے بڑا

تالیف بھی صرف نظر کر کے آپ کی کمال کوئی میں کوئی نقص کمال نہیں سکتا۔ آپ کے کلام کو
 میزان شریعت میں قبول کرنا چاہئے تو ایک شعر تو کیا بلکہ ایک لفظ بھی ایسا نہ پایا جائے گا کہ
 کسی تالیف یا کلام کو اٹلی رکھنے کی جگہ ملے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام
 اردو ادب میں حرف آخر کی حیثیت کا حامل ہے۔ اردو شاعری کے وہ سارے اوصاف جو
 اردو کے نامور شعراء کے کلام میں حفر قیام پر پائے جاتے تھے، وہ تمام اوصاف حضرت
 رضا بریلوی کے کلام میں جمع ہو گئے ہیں۔ جن اوصاف پر اہل زبان کو ناز تھا، ان تمام
 اوصاف کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ایسے حسین اور اچھوتے انداز سے جمع فرما
 دیا ہے کہ اردو ادب کے ان اوصاف کو بھی کلام رضا پر ناز ہے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ
 علیہ نے شوقی طبع کے باوجود عروسی فن شاعری کو نعت گوئی کے تقدس اور احرام کے گوہر
 بے بہا کے زیورات سے آراستہ کر کے اس کے حسن و جمال کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ جن
 صناعات میں شعر گوئی سے بڑے شاعروں کے لئے لوہے کے چنے چبانے کے مترادف
 تھے، ان صناعات میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شعر گوئی کا کمال ملے تھا۔ آپ نے
 اپنی نعتیہ شاعری سے اردو ادب کو تقویت اور زینت بخشی بلکہ نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن کی
 حیثیت دینے ہوئے نعتیہ شاعری کی حتمی شکل سے اردو ادب کو بہار چاند آفراسے روشناس
 کرایا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گوہر بارگم عشق سے اردو ادب کے
 دامن کو فن کے جواہرات سے بھر دیا۔ شاعری کی سنگاں ابحار میں اشعار نظم کر کے ویران
 اور خرابیوں پر عشق رسول اور فراق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بننے والے اشکوں کی
 آبیاری کر کے، اُسے آپ حیات کا تھوڑے کر، اُسے عروج و ترقی کی راہ پر گامزن کیا اور
 اس راہ میں عشق رسول کے شاداب پھول اور سایہ دار شجر شرار نکلائے۔ حضرت رضا
 بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تمام کلام عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور درد و
 سوز کی دولت سے مالا مال ہے۔ آپ نے عشق کی مخصوص حالت و کیفیت سے متاثر ہو کر جو
 کچھ بھی لکھا ہے وہ اتنا بہترین ہے کہ اغیار کو بھی مجبور ہو کر آپ کے کلام کو دلوں حسین و
 پری۔ آپ کی شاعری اردو کے معنی کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ اور راقی دنیا تک ادب اور ادب

ادب حضرت رضا کے مرہون بنتہ رہیں گے۔

■ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی

اوراقِ ساجدہ میں قارئین کرام نے فنِ وادب کے اعتبار سے اردو ادب کے صوبِ اول کے شعراء اور حضرت رضا کے مابین قلمی جائزہ ملاحظہ فرمایا۔ یہاں تک کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و ثابت ہو چکی ہوگی کہ شعر گوئی کی راہ میں فنِ وادب کے اعتبار سے حضرت رضا کی حیثیت میر کا رواں کی رہی ہے۔ بلکہ رہبرِ کمال کی حیثیت سے آپ قیامت تک ہونے والے شاعروں کے مقتدا بن کر رہیں گے۔ اردو شاعری کی شاید ہی کوئی ایسی صنعت ہوگی جس کو حضرت رضا نے مزین و آراستہ نہ کیا ہو۔ جب کہ اردو ادب کے صوبِ اول کے شاعر کہلانے والے نامور شاعروں کے دیوان اردو شاعری کی بہت سی صناعات سے محروم ہیں۔ اردو ادب کے نامور شعراء فنِ وادب کے اعتبار سے جو کمال ”عشق مجازی“ میں کی گئی شاعری میں مجموعی طور پر بھی پیدا نہ کر سکے، اس سے بڑھ چڑھ کر کمال و حسن حضرت رضا بریلوی نے تن تنہا ”عشق حقیقی“ میں کی گئی شاعری میں دکھا دیا ہے۔ جن شاعروں کو بڑے بڑے اور وزنی خطابات سے نوازا کر ان کے نام سے منسوب اکیڑہاں، ادارے، اسکول وغیرہ قائم کرنے میں اہلِ ادب فخر محسوس کرتے ہیں، وہ تمام شعراء فنِ وادب کے اعتبار سے حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقابلے میں آفتاب کے سامنے چرائی کی طرح ہیں لیکن انہوں نے کہ حضرت رضا بریلوی کا مبارک نام ہر فہرست درج کرنا تو درکنار، شعرائے اردو ادب میں حضرت رضا بریلوی کا شمار کرنے، بکراتے ہیں بھی تعجب کے جذبے کے تحت قصداً انحراف کیا جا رہا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے ساتھ

کی جانے والی انصافی کی چند وجوہات ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنی شاعری کو اپنے مسلک حق کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم گیر پیغام کا واسطہ قرار دیا اور احکام شریعت اور آداب عشق رسول کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے کلام کو صرف اور صرف ”عشق حقیقی“ تک محدود رکھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے کمال فن کا یہ عالم تھا کہ فن اور ادب کے اعتبار سے بھی آپ تمام دل پھینک اور مجازی عشق کے متوالے شاعروں پر چھا گئے۔ جو رنگینی اور رعنائی عشق مجازی میں شعر گو شعراء پیدا نہ کر سکے، وہ حضرت رضا بریلوی نے عشق حقیقی میں کی مٹی شاعری میں پیدا کر دیا۔ اور یہ دنیائے ادب کے لئے ایک چیلنج تھا۔ علاوہ ازیں حضرت رضا بریلوی نے جو زمانہ پایادہ برطانوی حکومت کی غلامی کا دور تھا۔ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے زوال کا دور تھا لیکن اس کے باوجود علمی تہذیب اور فنون لطیفہ کی دلکشی کا حسن برقرار تھا۔ حالانکہ فن و ادب پر ماحول کی پراگندگی اثر پذیر تھی۔ شری اعتبار سے ہزاروں میوب شامل تھے۔ اس کے باوجود بھی شعر و سخن کا چرچا تھا اور بزم شعر و سخن ساتھ طمطراق قائم رکھتے ہوئے گرم تھیں۔ معاشرے پر سخن گوئی اور زبان دانی کا تسلط تھا۔ اگر حضرت رضا اپنی تمام تر صلاحیتوں اور پیشہ تارخیوں کے ساتھ صرف شعر گوئی میں ہی مصروف رہتے تو آپ کا کوئی مقابل ہی نہ تھا۔ لیکن آپ نے ایسی مخلوق سے اعراض و احتراز فرمایا بلکہ دنیا کے عشق میں الجھے شاعروں کی صحبت سے بھی اجتناب کیا اور آپ زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کی عملی مثال بنے رہے۔ اور اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت اور رہنمائی میں صرف فرمایا۔ فرقہ وندی و دہائیہ و دیگر باطل فرقوں کے اٹھتے ہوئے سیلاب کے سامنے آپ اپنی چٹان کی طرح جبرے رہے اور ملت اسلامیہ کی ایک بھاری اکثریت کو بے دینی کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا کر صحیح و سالم کنارے تک پہنچایا۔ صد ہا قتل و کشتہ باب اور استیصال فرمانے میں آپ ہر وقت ایسے منہمک رہے کہ شاعرانہ تعلیقات کی طرف آپ کو توجہ کرنے کا وقت ہی نہ تھا۔ آپ شعر گوئی کے لئے وقت

—

[illegible]

وہی شخص کہ جسے امت مسلمہ نے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص

■ ہمارے لئے کفر قرار دیا گیا ہے

جسے امت مسلمہ نے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص

جسے امت مسلمہ نے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص
 کے لئے جو امت مسلمہ کے لئے کفر قرار دیا ہے۔ یہ شخص

[illegible]

-۱- از هر یک در هر یک؛ است

[illegible]

تعب ہوا کہ سراسر عشق سے بھرے ہوئے شعر میں توہین کا شائبہ تک نہیں۔ لہذا ہم نے عرض کیا کہ اس شعر میں ایسی کوئی بات ہے جو باعث توہین ہے؟ جواب ملا کہ حضرت رضا بریلوی "ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے" کہہ کر ادب کے نام پر زائرین مدینہ طیبہ کو جانوروں کی حیثیت تسلیم کر رہے ہیں۔ کیونکہ سر کے بل چلنا جانوروں کی حیثیت ہے۔ بندر (Monkey) شرارت کرتے ہوئے سر کے بل یعنی الٹا ہو کر چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حاکم یا معزز شخص کو گھٹے کے لئے جائے اور سر کے بل چلے تو حاکم کے دربار کی بے عزتی ہے۔ لوگوں کا ہجوم تماشاہائی کی حیثیت سے جمع ہو جائے گا کہ آج حاکم کے دربار میں کوئی مسخرہ آ رہا ہے۔ حاکم بھی جھلت اور شرم محسوس کرے گا کہ اس کے دربار کو مورد تمسخر بنایا گیا ہے۔ بلکہ اس طرح سے آنے والے پر حاکم غضبناک ہوگا کہ جانوروں کی حیثیت سے کون آیا ہے؟ اس طرح الٹا ہو کر چل کر اس نے ہمارے دربار کا مذاق اڑا کر ہماری شان میں توہین کی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں سر کے بل چل کر جانے سے بھی یقیناً توہین ہوتی ہے۔ اعتراض کی مذکورہ وضاحت سن کر ہم واقعی ششدر رہ گئے۔ ہمارے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ حضرت رضا کے شعر پر عاقبتیں ایسا گھنونا اعتراض کریں گے۔

جواباً ہم نے عرض کیا کہ جناب! حضرت رضا بریلوی کے شعر میں جو کہا گیا ہے کہ "ارے سر کا موقع ہے اوجانے والے" یہ تقاضائے ادب و احترام کہا گیا ہے اور اردو زبان میں "سر کے بل چلنا" اور "سر سے چلنا" یہ دونوں جملے محاورات سے ہیں۔ ان محاورات کا مطلب ہے "بے حد تعظیم و تکریم سے جانا" (فیروز اللغات ص ۷۹۲)۔ شعر میں یہ نہیں کہا گیا کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر اٹھا کر جانوروں کی حیثیت سے چلو بلکہ اردو زبان کے محاورے کا فن و ادب کے اعتبار سے استعمال کر کے یہ کہا گیا ہے کہ "نہایت تعظیم و تکریم سے مدینہ منورہ میں جانا"۔ ہم نے سوچا کہ شعر میں مستعمل محاورے کے معنی اور وضاحت سے معترض صاحب کے اعتراض کا اطمینان بخش جواب دے دیا گیا ہے لیکن اعتراض برائے اعتراض کا سلسلہ قائم رکھتے ہوئے ایک نیا شوشہ نکالا گیا کہ ہمدانی صاحب! آپ محاورے

کی بات جانے دو۔ اگر کوئی شخص شعر میں استعمال شدہ محاورے کے مطلب سے آگاہ نہ ہو اور وہ شخص اس شعر کے چلنے کا ظاہری معنی اخذ کر کے، مولانا احمد رضا بریلوی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مدینہ شریف میں سر کے تل چلے، تو کیا حشر ہوگا؟ ایام حج میں لاکھوں کی تعداد میں زائرین کرام کا مدینہ منورہ میں جھوم ہوتا ہے۔ لوگوں کی کثرت اور بھیڑ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ راستہ چلنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کوئی شخص مولانا احمد رضا بریلوی کے شعر پر عمل کرتے ہوئے الٹا ہو کر سر کے تل چلے، تو ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لوگ حیرت اور تعجب میں پڑ جائیں گے کہ یہ کون دیوانہ یا مسخروہ آگیا ہے، جو جانوروں کی حیثیت اپنائے ہوئے ہے۔ اس شخص کو قریب سے دیکھنے کے لئے لوگ تماشا کی شکل اختیار کرتے ہوئے شور و غل مچائیں گے، لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی، دھکا دھکی ہوگی، لوگ ایک دوسرے پر گریں گے، جھگڑا اور فساد ہو جائے گا اور حرم شریف کا احترام ملحوظ نہ رہے گا۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا ادب کا بہانہ بنا کر لوگوں کو جانوروں کی حیثیت سکھا کر در پردہ دربار رسالت کی بے عزتی اور توہین کر رہے ہیں۔

اب بات بہت ہی نازک موڑ پر آگئی تھی۔ ہم نے ہر چند سمجھانے کی سعی کی کہ جناب! شعر میں استعمال کردہ محاورے کے الفاظ سے نہیں بلکہ اس کے مطلب اور مفہوم سے استدلال کرنا چاہئے اور اس ضمن میں ہم نے کئی محاورات بطور مثال پیش کیئے لیکن ہماری ایک بھی نہ سنی گئی اور اسی بات پر اصرار ہوتا رہا کہ جانوروں کی حیثیت سکھائی جا رہی ہے۔ اب ہم بھی پریشان کہ اس مقدمہ کو کس طرح حل کریں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا تصور کیا اور ان کی بارگاہ میں استدعا کی کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے اشعار کا صحیح مفہوم و مطلب جان سکوں اور کسی کو سمجھا سکوں۔ آپ اپنا فیض جاری کرو اور اپنے در کے سوالی اور مسئلہ کے دماغ میں مدلل جواب القافر ماؤنا کہ آپ کا یہ غلام آپ کے شعر پر عائد اعتراض کا مثبت اور مسکت جواب دے سکے۔ ہماری اس التجا پر ”فیض رضا“ جاری ہوا اور ہمارے ذہن میں شعر کا جو مفہوم آیا اس کو جواباً پیش کرتے ہوئے ہم نے عرض کیا کہ جناب! پہلے آپ یہ

بتائے کہ عشق کے جو دو مقام ہیں یعنی (۱) مقام ادب اور (۲) مقام فنا۔ ان دونوں میں کس کا درجہ اعلیٰ ہے؟ جناب ملا کہ ”مقام فنا“ کا۔ ہم نے کہا الحمد للہ! یہ حضرت رضا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض و کرم ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام کی شخصیت کو جتنی دبانے کی کوشش کی جاتی، اتنی ہی ان کی شخصیت ابھرتی ہے۔ چونکہ حضرت رضا کا یہ شعر مقام ادب میں ہے لیکن اب اس شعر پر اعتراض مائد ہوا ہے لہذا اب یہ شعر مقام ادب سے نکل کر مقام فنا کا شعر ہو گیا۔ ہم سے سوال ہوا ”وہ کس طرح؟“ ہم نے کہا کہ جناب اب آپ پھر سے ایک مرتبہ اس شعر کا مطلب بیان کرو۔

مطلب بیان کیا گیا کہ ”مولانا احمد رضا علیہ السلام مدینہ منورہ میں جانے والے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اسے مدینہ میں جانے والے! حرم کی زمین میں قدم رکھ کر مت چلنا بلکہ یہ موقع سر سے چلنے کا ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے شعر کا جو مطلب بیان فرمایا ہے وہ مطلب مقام ادب کا ہے۔ حالانکہ یہ شعر مقام فنا کا ہے۔ اور شعر کو مقام فنا میں شمار کرنے پر شعر کا مطلب ہی دیگر ہے۔ اس شعر میں حضرت رضا علیہ السلام ”مدینہ میں“ جانے والے کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ ”مدینہ سے“ جانے والے کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ اگر مدینہ میں جانے والے کو مخاطب فرماتے تو شعر اس طرح ہوتا کہ:

■ ”حرم کی زمین میں اور قدم رکھ کے چلنا:- ارے سر کا موقع ہے او آنے والے“

لیکن حضرت رضائے شعر اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:-

○ ”حرم کی زمین میں اور قدم رکھ کے چلنا:- ارے سر کا موقع ہے او جانے والے“

یعنی شعر میں ”جانے والے“ کا کلمہ ہے۔ ”آنے والے“ کا کلمہ نہیں۔ اس سے یہ مطلب ہوا کہ مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے بعد ”مدینہ منورہ سے“ جانے والے زائر کو مدینہ سے زندہ رخصت ہونے پر حضرت رضا علیہ السلام حجب لہجے میں فرماتے ہیں کہ ”اے مدینہ منورہ کے زائر! کیا یہی تیرے عشق کا تقاضا ہے کہ مدینہ منورہ میں تو آیا اور حیرا آنا اس طرح کہ مدینہ میں قدم رکھنا یعنی پاؤں دھرنا اور پھر چلنا یعنی روانہ ہونا یا رخصت ہونا؟“

[illegible]

72)

[illegible][illegible]

[illegible]

محدث دہلوی، ص ۲۲)۔ اس حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسول حضرت رضا بریلوی ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:-

■ ”طیب میں ہر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند:- سید می سڑک یہ شہر فقاہت مگر کی ہے“

○ امیر المومنین، خلیفہ المسلمین، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ دعا

کرتے تھے کہ ”اللّٰهُمَّ ارْزُقْنِي شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَ اجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ

وَسُوْلِكَ“۔ ترجمہ:- ”اے اللہ! مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت میرے

رسول کے شہر میں کر“ (حوالہ:- جذب القلوب، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

جدہ شریف میں حضرت رضا کے دیگر چند اشعار پر بھی اعتراض قائم کئے گئے تھے۔

ان اشعار میں ● ”وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں“

اور ● ”یاد گیسو ذکر حق ہے آہ کر بد دل میں پیدا لام ہوئی جائے گا“ خصوصی طور پر تھے لیکن

بھگوان تعالیٰ تمام اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف مذہبی شاعری تک محدود رہ کر ہی

شعر گوئی میں اپنا ایسا کمال دکھایا ہے کہ آپ تمام سخنوروں کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت رضا کو زبان و بیان پر وہ عبور اور ملکہ حاصل تھا، کہ آپ زبان کی لغت میں مہارت

رکھنے کے ساتھ ساتھ مقامی اصطلاحات، محاورات کا بھی سہرا اور سنجیدہ شعور رکھتے تھے۔

اردو زبان میں آپ دہلی یا لکھنؤ کے پابند نہ تھے بلکہ شعر کے عنوان کے ساتھ موازنہ اور

موافقت میں جو محاورہ اور مثال زیادہ صحیح اور فصیح ہوتا تھا، اسے اختیار فرماتے تھے۔ اور اسی

وجہ سے حضرت رضا کے کلام کا ایک نرالا اور انوکھا رنگ ڈھنگ ہے۔ ان کی اردو میں کہیں

خالص لکھنؤ کی عکسالی بیگماتی زبان کا رنگ نظر آتا ہے، تو کہیں خالص دہلی کی اردو کی سنجیدگی

محسوس ہوتی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں حقیقت اور اصلیت کی سادگی کے ساتھ

ساتھ فحش کی بلندی اور باریکی بھی پائی جاتی ہے۔ کلام کی متانت و تہذیب کی استواری کو

برقرار رکھتے ہوئے آپ نے ہمیشہ شستہ، شفاف اور گلغفہ الفاظ میں اشعار نظم فرمائے ہیں۔

۲۱۵ علوم و فنون میں حضرت رضا

کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف کے ارشاد کے بموجب مہر بن کردیہا میں تشریف لائے تھے۔ مجدد ہر ۱۰۰ سال کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور عملی کوششوں سے تہذیب و احیائے دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل علوم کثیرہ عطا فرمائے تھے۔ حضرت رضا بریلوی ”علم لدنی“ کی زعمہ مثال تھے کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے بھی زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کتب میں آپ نے متعدد علوم و فنون پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس حضرت رضا بریلوی کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ راقم الحروف کے پاس حضرت رضا کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کا جو ذخیرہ ہے، وہ شاید ہی کسی کے پاس ہوگا۔ ہم نے انفرادی طور پر حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف پر ریسرچ کا کام تقریباً دس سال سے جاری رکھا ہے۔ حضرت رضا کے ۹۶۸ رسائل، حواشی، وغیرہ کی فہرست باہیار فن اور عنوان مرتب کر لی ہے، جو منقریب منظر عام پر آجائے گی۔ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں جو علوم و فنون پائے جاتے ہیں ان کو ہم نے شمار کیا، تو ان کی تعداد دو سو پچھتر تک پہنچی ہے۔ یہ کوئی مبالغہ یا غلو پر مشتمل کپ نہیں بلکہ حقائق اور صداقت پر مبنی دعویٰ ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر علم و فن میں حضرت رضا کی کوئی تصنیف ہے؟ وہ چھانٹ کر اس تصنیف کا نام، مع سن تصنیف، وغیرہ تفصیلات کے ساتھ متعین کر لیا ہے۔ اور انھیں

و حبیبہ بہت جلد کتابی شکل میں اسے شائع کریں گے۔ حضرت رضا مہدی کی حیثیت سے دین شہن کی خدمت میں منہمک تھے لہذا علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم الفرائض وغیرہ میں مہارت رکھنا لازمی تھا لیکن آپ کو دنیوی علوم و فنون اور خصوصاً علوم جدیدہ مثلاً ٹاپولوجی (Topology) جیسے علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ جس کی تفصیلی گفتگو اس کتاب میں ملاحظہ خاطر ہوگی، جو عنقریب شائع ہوگی۔ یہاں پر ہم صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت رضا علیہ السلام کی حیثیت دیوانہ ”حدائق بخشش شریف“ میں وہ تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ ہر فن کے تعلق سے حضرت رضا کے دیوان میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہم اپنی آئندہ تصنیف میں ان ۲۵ علوم و فنون کو حسب ذیل ترتیب سے شائع کریں گے۔

- (۱) علم اور فن کا نام اور اس کی کیفیت۔
- (۲) یہ علم یا فن کب ایجاد ہوا؟ اور اس کے موجد کا نام۔
- (۳) انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں اس علم و فن کی کیا حیثیت تھی؟ اور ان ادوار میں اس علم و فن کے ماہرین کے نام اور اس فن کا استعمال کس مقصد کے تحت تھا؟
- (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور ظاہری حیات میں اس علم و فن کی حیثیت، اس کے ماہرین اور استعمال کی کیفیت۔
- (۵) عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر حضرت رضا علیہ السلام کے زمانے تک ہر دور میں اس علم و فن کی کیا حیثیت رہی؟ اور ہر دور کے ماہرین کے نام۔
- (۶) حضرت رضا علیہ السلام کے دور میں اس فن و علم کی حیثیت اور ماہرین کے نام۔
- (۷) حضرت رضا علیہ السلام نے اس فن و علم میں کس طرح مہارت حاصل کی؟ اور کس لئے کی؟

(۸) اس علم و فن میں حضرت رضا کی مہارت کی کیفیت اور حضرت رضا نے اس علم و فن کو

علم شریعت کے تابع بنا کر خدمت دین کی غرض سے کس طرح استعمال فرمایا؟

(۹) اس علم و فن میں حضرت رضا کی تصنیف اور اس کا نام۔

(۱۰) اس علم و فن میں حضرت رضا کا شعر اور اس شعر کی تشریح۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان میں ان علوم و فنون کے تعلق

سے جو اشعار ہیں، وہ تمام اشعار خصوصی طور پر اپنے آقا و مولیٰ، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں اور دیگر نفوس قدسیہ کی تعریف و توصیف میں ہیں۔ یہاں اتنی

محتاجش نہیں کہ اختصار کے ساتھ بھی ان اشعار پر گفتگو کی جائے۔ پھر بھی ناظرین کرام کی

نیافت طبع کی خاطر رواں دواں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:-

■ **علم نجوم کی اصطلاح میں:- (Astronomy)**

(۱) بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں علم نجوم کی اصطلاح

میں ہے۔ اس شعر میں بارہ برجوں کا ذکر ہے۔ برج (Zodiac signs) بارہ گاہیں ہیں۔ (۱) اسد

Leo = (۲) ثور = Taurus = (۳) جدی = Capricorn = (۴) جوزہ = Gemini = (۵) حمل =

Aries = (۶) حوت = Pisces = (۷) دلو = Aquarius = (۸) سرطان = Cancer = (۹) سنبلہ =

Virgo = (۱۰) شرف = Sagittarius = (۱۱) عقرب = Scorpio = (۱۲) میزان = Libra۔

(۲) سعدین کا قرآن ہے پہلوئے ماہ میں،

جہر مٹ گئے ہیں تارے جلی قمر کی ہے۔

● سعدین = دو مبارک ستارے زہرہ اور مشتری (فیروز اللغات، ص ۸۰۰)

Jupiter and venus.

● قرآن = دو ستاروں کا ایک برج میں جمع ہونا (فیروز اللغات، ص ۹۵۲)

■ علم فیزک یعنی اشعار:-(Astrophysics)

(۱) مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے،

ڈالے اک یونہی شب دے میں جو بارانِ عرب

● مہر = آفتاب (فیروز اللغات، ص ۱۳۲۲) ● میزاں = آسمان کا ساتواں برج

(فیروز اللغات، ص ۱۳۳۰) ● حمل = آسمان کا پہلا برج (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)۔

(۲) ہیں عکس چہرہ سے لب گلوں میں سرخیاں،

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلالِ گل

■ علم نباتات یعنی اشعار:-(Botany)

(۱) یہ سُمن یہ سون دیا سُن یہ بنشہ سنبل و سترن،

گل و سرو و لالہ بھرا چمن وہی ایک جلوہ ہزار ہے

(۲) شاخِ کھسبِ وہ میں زلفِ وحشم و رخسارِ دلہ ہیں،

سنبلِ زمیں گلِ بگھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

■ علم ہندسہ یعنی اشعار:-(Geometry)

(۱) محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ قائل خطوطِ داخل،

کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(۲) کیا لکیروں میں یہ اللہ خطِ سرو آسا لکھا،

راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

■ علم موسیقی پر مبنی اشعار:-(Music)

(۱) سحر جہاں ستم کیا طیبہ نظر میں بھر گیا،

بھیر کے پردوں حجاز دلی کی ہیر گائی کیوں

(۲) ارے یہ قال بُدی ہوتی ہے،

دیس کا جنگلا سنانے والے

■ علم ارضیات و معدنیات پر مبنی اشعار:-(Geology & Mineralogy)

(۱) نبوی غور، غلوں کوہ، بتولی معدن،

حسی لعل، حسنی ہے ان تھکات تیرا

(۲) کوہ سرنگھ ہو تو اک وار میں دو پر کالے،

ہاتھ پڑتا ہی نہیں، بھول کے ادھا تیرا

■ علم موسمیاتی پر مبنی اشعار:-(Meteorology)

(۱) درودیں، صورت ہالہ محیطہ ماو طیبہ ہیں،

بھاتا تیرا عاصی پہ لب رحمت کا پانی ہے

(۲) ایک ہی ساکن چلے کوہ، جاناں سے تیرا

خداں غلام کیں تیرے ہمارے دامن

■ علم کیمیا پر مبنی اشعار:-(Alchemy)

(۱) سونے کو تپائیں جب پچھ میل ہو یا پچھ میل،

کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سوتا ملا،
جان کی اکیر ہے اُلقت رسول اللہ کی

■ علم منطق پر مبنی اشعار:- (Logic)

(۱) تم سے خدا کا ظہور اُس سے تمہارا ظہور،
”لم“ ہے وہ، یہ ”ان“ ہوا تم پہ کروڑوں درود
(۲) سبب ہر سبب محتجئے طلب،
علتِ جملہ علتِ پہ لاکھوں سلام

■ علم نفسیات پر مبنی اشعار:- (Psychology)

(۱) یہ مرتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں،
قصور کریں اور ان سے بھریں قصور جتاں تمہارے لئے
(۲) سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں،
ہم کو تو بس تیز یہی بھیک بھر کی ہے

قارئینِ کرام اپنے غمو اور محافی سے ہمیں نوازیں کہ طوالتِ تحریر کے خوف سے ہم نے
مذکورہ متفرق علوم کی مثال میں پیش شدہ اشعار کی کوئی تشریح نہیں کی۔ ورنہ مطالعہ کا لطف حریہ
بڑھ جاتا۔ ہم خود بھی اپنی اس کوتاہی پر طول اور غفل ہیں اور قارئینِ کرام سے معذرت خواہ
ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جن علوم و فنون میں مہارت ملنے حاصل تھی
ان میں سے چند علوم و فنون کے نام اور کیفیت ذیل میں پیش خدمت ہیں:-

| نمبر | اسماء علوم و فنون | کیفیت | انگریزی |
|------|-------------------|---------------------------------------------|---------------------|
| ۱ | علم موسمیات | موسموں کی معلومات کا علم | Meteorology |
| ۲ | علم حشرات | کیزے، مکوڑوں کا علم | Entomology |
| ۳ | علم المعیشت | اقتصادیات و معاشیات کا علم | Economics |
| ۴ | علم حرکت | حرکت اور سرعت کی بحث کا فن | Dynamics |
| ۵ | علم حیوانات | حیوانات کے حالات کا علم | Zoology |
| ۶ | علم طبیعیات | چیزوں کی خاصیت کا علم | Temperament Physics |
| ۷ | علم کیمیا | چیزوں کے اجزاء و بیوٹ کا علم | Chemistry |
| ۸ | علم نباتات | نباتات، پھول وغیرہ کی معلومات | Botany |
| ۹ | علم ہندسہ | لکیروں، خطوط اور زاویوں کا علم | Geometry |
| ۱۰ | علم نجوم و زیجات | ستاروں کا علم | Astronomy |
| ۱۱ | علم الحقیقت | حقائق اشیاء کی بحث کا علم تصوف | Theology |
| ۱۲ | علم نفسیات | انسان کے تحت الشعور و لا شعور کی شرح کا علم | Psychology |
| ۱۳ | علم جنیات | مرد و عورت کے جسمانی تعلق کی تحقیق | Temperament |
| ۱۴ | علم دوائیات | دواؤں کی تحقیق اور روک تھام کا علم | Epidemiology |
| ۱۵ | علم صوتیات | وہ علم فون جماد از سے تعلق رکھے | Phonetics |
| ۱۶ | علم جغرافیہ | زمین کی طبعی تقسیم کا علم | Geography |
| ۱۷ | علم شماریات | احصاء و شماری کا ضابطہ فراہمی کا علم | Statistics |
| ۱۸ | علم معاشرت | مل جل کر جماعتی زندگی پر کرنے کی تحقیق | Sociology |
| ۱۹ | علم منطق | دلائل کا علم | Logic |

| | | | |
|-----------------------|----------------------------------------------|-----------------------|----|
| Alchemy | کیسا۔ تانبے کو سونا بنانا وغیرہ کا علم | علم اکسیر | ۲۰ |
| Philosophy | حکمت، ہدایت اور موجودات کا علم | علم فلسفہ | ۲۱ |
| Logarithm | حساب کے پیمائش اور تقسیم کرنے کا علم | علم لوجارثم | ۲۲ |
| Ancestrology | نسل، نسب اور خاندانی شجرے کا علم | علم الانساب | ۲۳ |
| Mysticism | قرب الہی اور عطا حق کا علم | علم سلوک | ۲۴ |
| Horoscology | بچے کے پیدائش پر جنم کنڈلی کا علم | علم زائچہ و زائرچہ | ۲۵ |
| Astrophysics | اجرام فلکی و زمین کی کشش کا علم | علم ہیئت | ۲۶ |
| Ethics | اخلاق کی تعلیم و تربیت کا علم | علم اخلاقیات | ۲۷ |
| Law of Inheritance | میراث کی تقسیم اور ورثہ کے حقوق کا علم | علم القرائض | ۲۸ |
| Recitation | حرف کی صحیح خواندگی اور تلاوت کا علم | علم قرأت و تجوید | ۲۹ |
| Ephemeris | ظہور و غروب اور دیگر نکات کا علم | علم توقيت | ۳۰ |
| Numerology | عدد، حساب و شمار وغیرہ کا علم | علم الاعداد | ۳۱ |
| International affairs | عالمی ممالک پر لگی امور و سیاست کا علم | علم بین المذاہبی امور | ۳۲ |
| Foretelling astrology | ایک علم جس سے غیب کا حال معلوم ہو | علم جفر | ۳۳ |
| Augury | بندوں اور مخلوق سے غیب کا حال پانا | علم ہرل | ۳۴ |
| Abstract of science | دھرم و فاضل میں اہل کائنات کا علم | علم ریاضی | ۳۵ |
| Medical science | بیماریوں اور صحت کے علاج کا علم | علم طب و حکمت | ۳۶ |
| Pharmacy | دواؤں کا علم | علم ادویات | ۳۷ |
| Arithmetic | حساب کے ماحول اور نمبر کا علم | علم اکسیر | ۳۸ |
| Equation & Algebra | علامات و حروف سے مسئل کا علم (شارح ریاضی) | علم جبر و مقابلہ | ۳۹ |
| Squarology | مربع خانے، چھوٹے کھانے پر مبنی کا علم | علم ہر بات | ۴۰ |

| | | | |
|----------------------|------------------------------------------|-----------------------|----|
| Geology | زمین کے طبقات کا علم | علم ہدنیات | ۴۱ |
| Minerology | زمین سے ماہی و نبات کا علم | علم معدنیات | ۴۲ |
| Viru & History | دین و تاریخ کے مضامین کا علم | علم سیر و تاریخ | ۴۳ |
| Research & Analysis | قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کا علم | علم استنباط و استخراج | ۴۴ |
| Marginal Explanation | کتاب کے متن پر حواشی و تفسیر کا علم | علم حاشیہ نگاری | ۴۵ |
| Vocabulary | لغات کے معنی حاصل کا علم | علم لغات | ۴۶ |
| Art of Versification | شعر گوئی اور شعر کے دوزان و قواعد کا علم | علم عروض | ۴۷ |
| Arabic Calligraphy | عربی تحریر کی ایک قسم | علم خط و نسخ | ۴۸ |
| Curiosity | کلام کی عقلی و معنوی خوبیوں کا علم | علم بدیع | ۴۹ |
| Art of Refutation | بھڑکنے اور رد کرنے کا علم | علم ردات | ۵۰ |

مندرجہ بالا فہرست میں صرف پچاس (۵۰) علوم و فنون کا ہی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف کثیرہ سے کل ۲۱۵ علوم و فنون ثابت ہوتے ہیں۔ جس کا تفصیلی تذکرہ ہم اپنی آنکھ (Next) تصنیف میں کریں گے۔ ایک اہم بات قارئین کرام کے گوش گزار کریں کہ مذکورہ ایک دوسو پندرہ (۲۱۵) علوم و فنون کی حضرت رضا کو صرف معلومات ہی نہ تھی بلکہ مہارت نامتہ (Mastery) حاصل تھی۔ ان علوم و فنون میں حضرت رضا بریلوی کے ہم عصر ماہرین کو جب حضرت رضا بریلوی سے ان علوم و فنون کے تعلق سے سابقہ پڑا تو انہوں نے دانتوں سے انگلیاں دھالیں اور حضرت رضا کے بحر علم کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت رضا کے مقابل طفل کتب محسوب کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، امریکی منجم البرٹ پورٹ، مشہور سائنسدان آئن اسٹائن وغیرہ کے واقعات ہمارے اس دعوے کی شہادت دیتے ہیں۔

”اتنی عرض آخری سن لو ذرا.....“

یہاں تک کے مطالعہ سے قارئین کرام پر روشن ہو گیا ہوگا کہ حضرت رضا بریلوی جیسی نادر زمن شخصیت مدیوں کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت رضائے جس جس علم و فن کی طرف توجہ فرمائی، اس فن کے ماہرین پر فوقیت و سبقت لے گئے۔ فن شاعری میں حضرت رضا کی قادر الکلامی میں کوئی کلام نہیں بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے شہنشاہ ہونے کے ناطے امام الکلام کا تاج آپ کے سر پر ہی زیب دیتا ہے۔ فن عروض کی میزان میں ایک پلے میں حضرت رضا بریلوی کے کلام کو رکھا جائے اور دوسرے پلے میں تمام شعراء اردو ادب کے کلام کو رکھا جائے تو بلاشبہ حضرت رضا کے کلام کا پلہ ہماری رہے گا۔ حضرت رضا کے کلام میں فن و ادب کے اعتبار سے جو محاسن پائے جاتے ہیں، وہ کسی ایک شاعر کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ لیکن صد افسوس! باوجود بے شمار فنی محاسن فن شاعری کے حامل ہونے کے باوجود اردو ادب کی تاریخ میں جہاں دیگر شاعروں کو خراج تحسین دینے میں غلو اور مبالغہ کرنے میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جاتا، وہاں حضرت رضا جیسے باکمال سخنور کہ جن کو فن شاعری میں اپنے وقت کا امام کہنا، درحقیقت فن و ادب کی آبرو کو چار چاند لگانا ہے، ایسے باکمال شاعر کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اپنایا گیا ہے۔ جیسا کہ اوراق سابقہ میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کی گئی نا انصافی کے پس پردہ مسلکی اختلاف کا تعصب ہی کارفرما ہے۔ اس حقیقت کو حضرت رضا جانتے تھے اور آپ نے اس حقیقت کا برملا انکشاف کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

سنت سے کھلے سب کی آنکھ میں
پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم

لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے عقائد کی بنا پر کی جانے والی ایسی ناحق مخالفت کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور ایسی مخالفت و لعن۔ طعن سے ذرہ برابر بھی طول و بدول نہیں ہوئے بلکہ اس کو بھی اپنے آقا دہلوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے مشق کے جذبے کے تحت خندہ پیشانی سے جھیلے ہوئے، اپنے آقا کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

■ مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی

کہ وہی تا، وہ رضا بندہ رسوا تیرا

حضرت رضا بریلوی متعصب اور مخالف گروہ کی بے اعتدالیوں سے بالکل بے اعتنائی کا مظاہر کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ:-

■ خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سنا تے جائیں گے

● حضرت رضا بریلوی کو فن شاعری میں جو عبور حاصل تھا اور آپ فن کی جس بلندی پر پرواز کناں تھے۔ وہاں پہنچ کر بہت سے حضرت انسان کو بتھماضائے بشری تکبر اور خود ستائی کی بانگ پکارنے کی گد گدی ہوتی ہے لیکن حضرت رضا بریلوی نے خود آرائی کے عیب سے اپنے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار فرماتے ہوئے اپنے عجز و نقائص کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

■ کس منہ سے کہوں رشک عتادل ہوں میں

شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں

ہا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو

ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کمال ہوں میں

● اردو ادب کے بہت سے شاعروں نے اپنے ہی منہ سے تعریف کے ثناء باءِ می ہیں اور فن شاعری میں اپنے کمال کے گن گانے کے غلو میں کمال کر دیا ہے لیکن حضرت رضا بریلوی نے تواضع اور انکساری اپناتے ہوئے اپنے کمال کا نہیں بلکہ اپنی ”بے کمالی“ کا

سید محمد تقی میرزا محمد علی میرزا

۱۰۹

عمر بن الخطاب

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

[illegible]

۱-۲-۳-۴-۵-۶-۷-۸-۹-۱۰

١٠٠

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

संज्ञा, भाषा, विज्ञान

10/11/21

۱۲۹۰

2. निम्नलिखित में से एक विषय चुनिए और एक निबंध लिखिए।

الحمد لله رب العالمين

۱- در بیان و تفسیر احادیث:

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

۱۰

[illegible]

संज्ञा

1887-1888

وہی ہے جس نے ان کو اپنا

412-65-2591-2592

● ५ = अक्षर

१९५२-५३ (१९५३-५४)

۱۰۹

منه

۱۹۷۲

...
...
...

（一）（二）（三）（四）（五）（六）（七）（八）（九）（十）（十一）（十二）（十三）（十四）（十五）（十六）（十七）（十八）（十九）（二十）（二十一）（二十二）（二十三）（二十四）（二十五）（二十六）（二十七）（二十八）（二十九）（三十）（三十一）（三十二）（三十三）（三十四）（三十五）（三十六）（三十七）（三十八）（三十九）（四十）（四十一）（四十二）（四十三）（四十四）（四十五）（四十六）（四十七）（四十八）（四十九）（五十）（五十一）（五十二）（五十三）（五十四）（五十五）（五十六）（五十七）（五十八）（五十九）（六十）（六十一）（六十二）（六十三）（六十四）（六十五）（六十六）（六十七）（六十八）（六十九）（七十）（七十一）（七十二）（七十三）（七十四）（七十五）（七十六）（七十七）（七十八）（七十九）（八十）（八十一）（八十二）（八十三）（八十四）（八十五）（八十六）（八十七）（八十八）（八十九）（九十）（九十一）（九十二）（九十三）（九十四）（九十五）（九十六）（九十七）（九十八）（九十九）（一百）

[illegible]

مجلس شورای ملی

2014-15-16-17-18-19-20-21-22-23-24-25-26-27-28-29-30-31-32-33-34-35-36-37-38-39-40-41-42-43-44-45-46-47-48-49-50-51-52-53-54-55-56-57-58-59-60-61-62-63-64-65-66-67-68-69-70-71-72-73-74-75-76-77-78-79-80-81-82-83-84-85-86-87-88-89-90-91-92-93-94-95-96-97-98-99-100-101-102-103-104-105-106-107-108-109-110-111-112-113-114-115-116-117-118-119-120-121-122-123-124-125-126-127-128-129-130-131-132-133-134-135-136-137-138-139-140-141-142-143-144-145-146-147-148-149-150-151-152-153-154-155-156-157-158-159-160-161-162-163-164-165-166-167-168-169-170-171-172-173-174-175-176-177-178-179-180-181-182-183-184-185-186-187-188-189-190-191-192-193-194-195-196-197-198-199-200-201-202-203-204-205-206-207-208-209-210-211-212-213-214-215-216-217-218-219-220-221-222-223-224-225-226-227-228-229-230-231-232-233-234-235-236-237-238-239-240-241-242-243-244-245-246-247-248-249-250-251-252-253-254-255-256-257-258-259-260-261-262-263-264-265-266-267-268-269-270-271-272-273-274-275-276-277-278-279-280-281-282-283-284-285-286-287-288-289-290-291-292-293-294-295-296-297-298-299-300-301-302-303-304-305-306-307-308-309-310-311-312-313-314-315-316-317-318-319-320-321-322-323-324-325-326-327-328-329-330-331-332-333-334-335-336-337-338-339-340-341-342-343-344-345-346-347-348-349-350-351-352-353-354-355-356-357-358-359-360-361-362-363-364-365-366-367-368-369-370-371-372-373-374-375-376-377-378-379-380-381-382-383-384-385-386-387-388-389-390-391-392-393-394-395-396-397-398-399-400-401-402-403-404-405-406-407-408-409-410-411-412-413-414-415-416-417-418-419-420-421-422-423-424-425-426-427-428-429-430-431-432-433-434-435-436-437-438-439-440-441-442-443-444-445-446-447-448-449-450-451-452-453-454-455-456-457-458-459-460-461-462-463-464-465-466-467-468-469-470-471-472-473-474-475-476-477-478-479-480-481-482-483-484-485-486-487-488-489-490-491-492-493-494-495-496-497-498-499-500-501-502-503-504-505-506-507-508-509-510-511-512-513-514-515-516-517-518-519-520-521-522-523-524-525-526-527-528-529-530-531-532-533-534-535-536-537-538-539-540-541-542-543-544-545-546-547-548-549-550-551-552-553-554-555-556-557-558-559-560-561-562-563-564-565-566-567-568-569-570-571-572-573-574-575-576-577-578-579-580-581-582-583-584-585-586-587-588-589-590-591-592-593-594-595-596-597-598-599-600-601-602-603-604-605-606-607-608-609-610-611-612-613-614-615-616-617-618-619-620-621-622-623-624-625-626-627-628-629-630-631-632-633-634-635-636-637-638-639-640-641-642-643-644-645-646-647-648-649-650-651-652-653-654-655-656-657-658-659-660-661-662-663-664-665-666-667-668-669-670-671-672-673-674-675-676-677-678-679-680-681-682-683-684-685-686-687-688-689-690-691-692-693-694-695-696-697-698-699-700-701-702-703-704-705-706-707-708-709-710-711-712-713-714-715-716-717-718-719-720-721-722-723-724-725-726-727-728-729-730-731-732-733-734-735-736-737-738-739-740-741-742-743-744-745-746-747-748-749-750-751-752-753-754-755-756-757-758-759-760-761-762-763-764-765-766-767-768-769-770-771-772-773-774-775-776-777-778-779-780-781-782-783-784-785-786-787-788-789-790-791-792-793-794-795-796-797-798-799-800-801-802-803-804-805-806-807-808-809-810-811-812-813-814-815-816-817-818-819-820-821-822-823-824-825-826-827-828-829-830-831-832-833-834-835-836-837-838-839-840-841-842-843-844-845-846-847-848-849-850-851-852-853-854-855-856-857-858-859-860-861-862-863-864-865-866-867-868-869-870-871-872-873-874-875-876-877-878-879-880-881-882-883-884-885-886-887-888-889-890-891-892-893-894-895-896-897-898-899-900-901-902-903-904-905-906-907-908-909-910-911-912-913-914-915-916-917-918-919-920-921-922-923-924-925-926-927-928-929-930-931-932-933-934-935-936-937-938-939-940-941-942-943-944-945-946-947-948-949-950-951-952-953-954-955-956-957-958-959-960-961-962-963-964-965-966-967-968-969-970-971-972-973-974-975-976-977-978-979-980-981-982-983-984-985-986-987-988-989-990-991-992-993-994-995-996-997-998-999-1000-1001-1002-1003-1004-1005-1006-1007-1008-1009-1010-1011-1012-1013-1014-1015-1016-1017-1018-1019-1020-1021-1022-1023-1024-1025-1026-1027-1028-1029-1030-1031-1032-1033-1034-1035-1036-1037-1038-1039-1040-1041-1042-1043-1044-1045-1046

附錄五

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

- توشہ = زادِ راہ، وہ کھانا جو مسافر ساتھ لے جائے، وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۹۰)
- افغان = فریاد، فغان، وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۱۰۴) ● زار = نالہ، فریاد، غمگین (فیروز اللغات، ص ۷۳۷) ● خدی = عرب خُتر بانوں کا نغمہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۴)
- خُتر بان = اونٹ ہانکنے والا (فیروز اللغات، ص ۴۳۷)۔

مذکورہ رباعی میں حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں سفر کے توشہ میں غم اور آنسوؤں کا سامان کافی ہے اور غمگین دل کی فریاد و نالہ کیلئے عرب کے خُتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہو تو حضرت حسان بن ثابت کا نقش قدم اختیار کرنا کافی ہے۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذکورہ رباعی کی تشریح لکھیں لیکن مضمون کی طوالت مانع ہونے کی وجہ سے صرف اہم نکات کی طرف اشارہ کر کے سبکدوش ہوتے ہیں۔ رباعی کی ابتداء میں لفظ ”توشہ“ کا استعمال کیا گیا۔ جب آدمی سفر کرتا ہے تو کھانے اور پینے کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ صرف کھانے کا یا صرف پینے کا سامان نہیں لیتا بلکہ کھانے اور پینے دونوں کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت رضائے ”غم“ اور ”اشک“ کا ذکر فرمایا ہے یعنی کھانے کے لئے غم اور پینے کے لئے اشک یعنی آنسو۔ حالانکہ روزِ مرہ کی اصطلاح میں ”غم کھانا“ اور ”آنسو پینا“

کے محاورے رائج ہیں ● غم کھانا = صدمہ اٹھانا، رنج سہنا، دکھ بھوگنا (فیروز اللغات، ص ۹۱۷)

● آنسو پینا = ضبط کرنا، صبر کرنا، دکھ درد کے وقت خاموش رہنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۴)

یعنی عشق کی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے جو سفر درکار ہے اس سفر میں ایک عاشق صادق کے لئے لازمی ہے کہ زادِ سفر کے لئے ”غم عشق رسول“ اور ”اشک در فراق نبی“ کا

سامان ساتھ لے کر چلے۔ مصرعہ ثانی میں فرمایا ہے کہ غمگین دل کی فریاد و نالہ کے لئے عرب

کے خُتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ ملک عرب میں اکثر و بیشتر اونٹ پر ہی سفر کیا جاتا تھا کیونکہ

وہاں کی زمین ریتیلی (Sandy) ہونے کی وجہ سے صرف اونٹ کی سواری موزوں ہوتی۔

اونٹ کے سائبان یعنی ہانکنے والے اکثر سفر میں رہتے تھے۔ آج اس مسافر کے ساتھ توکل دوسرے مسافر کے ساتھ سفر کرنا پڑتا تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال سے جدا ہو کر ملک عرب کی ریتی زمینوں میں سفر میں رہتے تھے کیونکہ یہی اُن کا پیشہ تھا۔ رات کے وقت جب قافلہ کہیں پڑاؤ کرتا اور ٹھہرتا تب اونٹ کے ساربان جمع ہو کر حلقہ بنا کر بیٹھتے اور اپنے اہل و عیال کو یاد کر کے ان کے فراق و ہجر میں نہایت ہُردرد لہجے میں نغمے گاتے تھے۔ اونٹ کے ساربانوں کے درد بھرے نعماں اتنے رقت آمیز ہوتے تھے کہ سننے والے پر بھی رنج و غم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کے بھی آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ اُن شتر بانوں کے ہُردرد نعماں کو ملک عرب میں غم کے نعماں کی حیثیت سے بہت ہی شہرت حاصل ہوئی تھی اور ان نعماں کو ”حدی“ یعنی Elegy کہا جاتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہے تو حضرت حسان کا نقش قدم اختیار کرنا کافی ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس رباعی شریف پر تفصیلی گفتگو کریں۔ مختصر یہ کہ اس رباعی میں حضرت رضائنے سفر سے تعلق رکھنے والے تمام اُمور مثلاً توشہ، سامان، سواری، ساربان، فراق، نغمہ، رہبر، راہ، نقش قدم وغیرہ کا بالترتیب ذکر ایسے حسین انداز میں فرمایا ہے کہ شعر کا ربط و تسلسل قائم رہتے ہوئے شعر میں الفاظ کی کدورت، بیان کی شائستگی، زبان کی شیرینی، جذبات کی شدت، عشق کی صداقت، سخن کی سلاست، محبت کی وارفتگی وغیرہ کئی محاسن مجتمع نظر آتے ہیں۔

● مذکورہ رباعی کے آخری دو اوصاف میں حضرت رضابریلی نے حضرت حسان بن ثابت کا نقش قدم اختیار کرنے کا فرما رہے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقش قدم اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت حسان نے ہر موقع پر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تذلیل اور ہجو کرنے میں کسی قسم کی کمی، کسر، کوتاہی، کاہلی، تاخیر، یا تاہل نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت رضابریلی نے بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی تعریف تو صلیف اور آقا مہدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تردید اور
اور تذلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان اس کی کھلی

شہادت ہے۔ مثلاً

اے آقا مہدی، تو صلیف عالم، جلالت ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے

سب سے بڑے دشمن کا اظہار و بیان ہے آقا کی مدح و ثنا کرتے ہوئے حضرت رضا قسطنطینیہ کی

رہنمائی میں ایک ایسی شہادت ہے جو آیت اللہ العظمیٰ کا دل بہا دے گی۔

■ اللہ کی سرور میں اہم شان آپ ہیں یہ

نہ ہمارے لئے نہ ہیں۔ بن رہا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

سارے قرآن و کتب تو ایمان پر مبنی ہے انہیں

بجائے کہ ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

■ قریش واسطے تیری شوکت کا غلو کیا جانیں

ہم نے اسے دیکھا عرش پر اڑتا ہے پھر تیرا

■ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،

ان جہان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

■ گون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے،

دینے والا ہے سچا ہمارا نیا

■ وہ خدا نے ہے مرتبہ تم کو دینے کسی کو ملے نہ کسی کو ملا،

کہ کلام مجید نے کھائی شہا، ترے شہر و کلام و ہا کی قسم

■ بہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضا،

چار دن، دوسرے جہاں، بہارِ انوار عرب

■ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا آپ چاہتا ہے رضا کے محمد

■ میرے کریم ہے مگر قلمو کسی نے ہاتھ

دھرا ہوا دیئے ہیں دیر سے بہا دیئے ہیں

■ مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے ہیں،

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

■ وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب،

نہیں ان کی ملک میں آسمان، کہ زمین نہیں کہ دماں نہیں

■ اپنے موٹی کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی نصیم،

سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، پہ سجدے میں گرا کرتے ہیں

■ حاجیو! آئی شہنشاہ کا روضہ دیکھو،

کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

■ اے رضا خود صاحب قرآن ہے ہذا ابر حضور،

تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

■ تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ،

میرے چشم عالم سے بچھ جانے والے

■ لیکن رضا نے جسم عین اس کے دیا،

خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

■ ترا مبارک ممکن رحمت کی ڈالی ہے،

اے پور کرے سب نے ہمارے رحمت کی ڈالی ہے

■ شفقت کرے حشر میں جو رضا کی،

تو تیرے جس کو رحمت کی ڈالی ہے

■ وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے بائیں، وہی ہے ظاہر،

وہی ہے بائیں، وہی ہے آخر، وہی ہے بائیں، وہی ہے ظاہر،

■ اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کی طرف سے اس کی طرف سے

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا،
 تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
 ملک خاص کبریا ہو ملک مالک ہر ما سوا ہو
 اصل کل، اصل کل، سیادت کل، امارت کل،
 حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے
 وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا،
 وہ ہے جان، جان سے ہے جانا، وہی بن ہے، بن سے ہی بار ہے
 کل سے بالا، رُسل سے اعلیٰ + اجلال و جلال مصطفائی
 میرے آقا کا وہ در ہے جس پر ہاتھ کھس جاتے ہیں سرداروں کے
 وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا،
 ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستان بنایا + تجھے حمد ہے خدایا
 صاحبِ رعبِ محسوس و عشقِ اقرار
 نامِ وسیعِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے چند اشعار بطور مثال پیش کئے
 ہیں حالانکہ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش شریف“ اول تا آخر عشق رسول کے
 گوہر شاداب سے لبریز ہے۔ حضرت رضا کے کلام میں غیرت عشق، آداب عشق، سوزش
 عشق، نوائے عشق، توقیر عشق، جوش عشق، ہوش عشق، اجرام عشق، لحاظ عشق، آرزوئے
 عشق، غلو عشق، صداقت عشق اور فدا بیت عشق کی جو گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے، وہ
 صرف آپ کا ہی خاتمہ اور کمال ہے۔ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں
 حضرت رضا بریلوی نے ایسے اچھوتے اور انوکھے اشعار نظم فرمائے ہیں کہ دور تک ان
 اشعار کی مثال نظر نہیں آتی۔ حالانکہ زمانہ ماضی کے عشاق شاعروں نے اپنے عشق کی

رعنائی کو بہترین اعزاز میں قلم بند فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر لسان العرب علامہ یحییٰ بن علیہ الرحمۃ والرضوان بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

■ كَانَمَا التَّلُوْلُو الْمَكْنُونُ فِي صَدَقِ

وَمِنْ مَعْنَوِي مَنَاطِقِي وَفَنِي وَمُبْتَعِي

یعنی:- ”یا رسول اللہ! آپ کے دندان مبارک ایسے چمکدار موتی ہیں جو بیپ میں چھپے ہوئے ہیں یعنی دہن شریف میں نہاں ہیں۔ اور وہ موتی گنگو اور تھم کرنے کے وقت اپنی معدن سے نمایاں ہوتے ہیں“ اس شعر میں علامہ یحییٰ بن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ”موتی“ یعنی موتی سے تشبیہ دی ہے اور صرف دندان مبارک کی توصیف میں پورا ایک شعر قلم فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضائیلوی علیہ الرحمۃ نے بارگاہ رسالت میں اس طرح عرض کیا ہے کہ:-

■ دندان لب و زلف و رخ شہ کے فدائی

ہیں دُرِّ عدن لعل یمن شکرِ عُثْنِ پھول

اس شعر میں حضرت رضائیلوی نے اپنے آکاہ موتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ”دُرِّ عدن“ یعنی جنت کا موتی کہنے کے ساتھ ساتھ ایک ہی شعر میں دندان، لب، زلف اور رخ کی تعریف کر کے شعر کو جامعیت کا حسن بخشا ہے۔

اگر حضرت رضائیلوی علامہ یحییٰ بن حضور ہوتے اور علامہ یحییٰ علیہ الرحمۃ حضرت رضا کا یہ شعر ملاحظہ فرماتے تو یقیناً علامہ یحییٰ حضرت رضا کو اپنے سینے سے لگا کر حضرت رضا کے اس شعر کو داد دیتے ہوئے سراہتے۔

■ کلکِ رضا کی برق بار جولانیاں

حضرت رضا بریلوی نے بارگاہِ رسالت کے مقبول نعت گو شاعر حضرت حسان بن ثابت کے نقشِ قدم پر چل کر بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنے نیزے (قلم) کی نوک سے چھلتی کرنے میں کوئی جھجک اور ڈر محسوس نہیں کیا اور بلا خوفِ لومۃِ لائمِ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت رضا کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اشعارِ قارئینِ کرام کی طبعِ خاطر کے لئے پیش خدمت ہیں:-

آج نے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے،
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا۔
جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں،
درِ بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں
گرے مصطفیٰ کی اپہتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں،
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں
مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے،
تعلیم بھی کرتا ہے محمدی توں مرنے والے سے
سورج اُلے پاؤں پلے چاند اشارے سے جو چاک،
اندھے محمدی دیکھ لے قدرتِ رسولی اللہ کی
جرا کھائیں، میرے غلاموں سے انجمن،
ہیں منکرِ عجب کھانے، خزانے والے
سُنو! اُن سے مدد مانگے جاؤ،
پڑے بکتے رہیں بکنے والے

سوتا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے،
 سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے
 دشمن احمد یہ ہڈت کیجئے،
 لمحوں کی کیا مروت کیجئے
 شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب،
 اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے
 ذکرِ خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیو،
 واللہ ذکرِ حق نہیں کبھی ستر کی ہے
 حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش موٹی کی دھوم،
 مثلِ فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
 ٹف نجدیت نہ کفر، نہ اسلام سب پہ حرف،
 کافر ادھر کی ہے نہ ادھر کی، ادھر کی ہے،
 کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو،
 محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے
 وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہیدِ ذبح کا،
 وہ شہیدِ لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبحِ حنفی خیار ہے
 وہ حبیبِ پیارا تو عمر بھر کرے فیضِ وجود ہی سر بسر،
 ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے بخار ہے
 نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی،
 یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
 پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شور بہ ہی سے کھائے،
 شیر ہاتھ نہ آئی تو زانغ لے کے چلے

اُف رے مگر یہ بڑھا جوشِ غضبِ آخر،

بھینر میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض،

ہم ہیں عبدِ مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عہد کے سید میں غار ہے،

کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنی قلم کی ضرب کا دی سے ایسے پھٹتی گئے کہ پورے گروہ نے براہین و شواہد کے میدان سے مہبوت ہو کر راہِ فرار اختیار کی۔ انتقام کی آگ سے دہکتے ہوئے شقاوت سے بھرے اُن کے دل حضرت رضا بریلوی کی عالمگیر شخصیت کو مجروح اور غیر معروف کر دینے کے لئے ہمہ وقت مستعد تھے۔ فنِ شاعری اور ادب کے اعتبار سے حضرت رضا کے کلام میں جو عکاس تھے اُن کو ارادہٴ پس پردہ رکھنے کی منظم مہم چلائی۔ حضرت رضا کے کلام کو دادِ تحسین دینے کے بجائے غلط پروپیگنڈے اور افواہیں پھیلا کر حضرت رضا کے کلام کو ہلکی اور گھٹیا سطح کا ٹھہرایا بلکہ حضرت رضا کو اردو ادب کے شعراء میں شمار کرنے سے بھی اعراض و احتراز کیا۔ لیکن حضرت رضا ایسے مخالف پروپیگنڈوں سے بے پرواہ تھے۔ خود فرماتے ہیں:-

نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن،

نہ مرا گوشِ بدعت، نہ مرا ہوشِ زے،

منم و کجِ خموی کہ نہ مجھ در دے،

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

یعنی:- ”میری تعریف کی جائے یہ مجھے خوشگوار نہیں اور مجھ پر کوئی طعن اور ملامت کرے تو مجھے اُس سے کوئی ڈنک نہیں لگتا یعنی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں اپنی تعریف کی نہ تو پروا کرتا ہوں اور نہ اپنی بُرائی پر کان دھرتا ہوں۔ میں ہوں اور میرا تنہائی و گمنامی کا گوشہ

ہے۔ جس میں چند کتابیں، قلم و دوات اور میری اپنی ذات کے سوا کوئی نہیں۔“

مذکورہ بالا قطعہ امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مکمل سوانح حیات کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضا نے دنیوی جاہ و جلال اور سماجی اقتدار حاصل کرنے کی مطلق پروا نہیں کی اور بقول خود:-

■ اُن کا منگنا پاؤں سے ٹھکرادے وہ دنیا کا تاج،

جس کی خاطر مر گئے منعم رگڑ کر لہیاں

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہمہ وقت تہجد و احیاء دین کی خاطر تصنیفی خدمت میں ایسے مصروف و منہمک رہے کہ آپ نے یہ جاننے کے لئے بھی وقت ضائع نہیں کیا کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے فریضے کی ادا نیکی کے شرعے میں آپ کی تعریف و تحسین کی جارہی ہے یا تذلیل و تکذیب کی جارہی ہے۔ آپ کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا عشق رسول کا پیغام عالمی پیمانے پر عام کرنا۔ پھر چاہے وہ شتر و ظلم سے ہو، چاہے تقریر و تصنیف سے ہو۔ ویران، مرجھائے ہوئے اور اجڑے ہوئے دلوں کو عشق صادق کی آبشاری سے آپ نے عشق رسول کے شاداب اور مہکتے پھولوں سے اس طرح آبا فرمایا ہے کہ اس گلستان عشق پر ہمیشہ نو بہار ہی رہے گی اور خزاں کا منہ دیکھنا نہ پڑے گا۔ حضرت رضا نے قلوب مسلمین پر جو عشق کا دلولہ اور جذبہ نقش فرمایا ہے وہ کبھی مٹنے والا نہیں۔ ایک مومن کے لئے نبی کی محبت ہی جان ایمان و جان جان و جان جہان ہے، یہ سبق آپ نے عالم اسلام کو ازبر کرایا اور پیارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کی سچی تڑپ اور جذبہ پیدا کیا۔ ذیل میں درج حضرت رضا کے کچھ اشعار ہماری اس بات کی پرزور تائید کرتے ہیں۔ ناظرین کرام ان اشعار سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔

■ تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں۔

کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے نکوا تیرا

■ جان دے دو وعدہ دیدار پر،

نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا
 الروح فداك فذد حرقاً یک شعلہ دگر برزن عشقا،
 موراتن من دهن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
 دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا،
 سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا
 دم نزع جاری ہو میری زباں پر،
 محمد محمد خدائے محمد ﷺ

یہی عرض ہے خالق ارض و سما، وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ تیرا،
 مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
 دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں،
 اے سگان کوچہ دلدار ہم
 جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا،
 جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
 بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے،
 ٹکڑوں سے تو یہاں کے پکے رُخ کدھر کریں
 کروں تیرے نام پہ جان فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا،
 دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
 لب پر آ جاتا ہے جب نام جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب،
 وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں
 خاک ہو جائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے،
 یا الہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو
 ایسا غما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں،

ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو
 دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے + بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
 حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا،
 ارے سر کا موقع ہے او جانے والے
 جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو! + طیبہ سے خلد میں آنے والے
 عاصی! تمام لو دامن اُن کا + وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
 لو وہ آیا برا حامی مرا غم خوار ام،
 آگئی جان تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے
 جلی جلی بو سے اُس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا،
 کبابِ آہو میں بھی نہ پایا، مزہ جو دل کے کباب میں ہے
 نصیب دوستاں گر اُن کے در پر موت آئی ہے،
 خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے
 اے عشق ترے صدقے چلنے سے چھٹے سستے،
 جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگاکی ہے
 اُن کے در پر جیسے ہوٹ جائے + نا تو انو! کچھ تو ہمت کیجئے
 غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل،
 ”یا رسول اللہ“ کی کثرت کیجئے
 نور اللہ کیا ہے؟ محبت حبیب کی،
 جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خاک و خر کی ہے
 زندہ رہیں تو حاضری بارگہ نصیب،
 مرجائیں تو حیاتِ ابد عیش گھر کی ہے
 نزع میں لوٹے گا خاک در پہ شیدا نور کا،

مر کے اوڑھے گی عروں جاں دوہکا نور کا
 دہن میں زباں تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے،
 ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اُنھیں بھی وہاں تمہارے لئے
 وہی آنکھ اُن کا جو منہ تکلے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے،
 وہی دل جو اُن کے لئے جھکے، وہی سر جو اُن پہ تار ہے
 بکلیو! مالک فردوس تمہارا گل ہے،
 باغباں کس کا ہے، گل کس کا، گلستاں کس کا
 ان کے نام کے صدقے جس سے جیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں
 ہجر مولیٰ میں تڑپنے دے، قرار اچھا نہیں،
 کیوں ہے اے تصویر دامگیر پشت آئینہ
 ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے،
 کی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے
 یہ دل کو بھایا گل زخمِ عشق کا لکھا،
 ہزار پھولے چمن قصدِ انتہا نہ کرے
 قبر میں آپ کو دیکھا تو رضا نے یہ کہا
 دیکھئے آئے وہ مردوں کو جلانے والے
 پروانہ کوئی شمع کا، بلبل کوئی گل کا،
 اللہ ہے شاہد مرا جاناں ہے تو تو ہے
 جس کو اُس کے مکاں کا پتہ مل گیا،
 بے نشاں، بے نشاں، بے نشاں ہو گیا
 بے نشانوں کا نشاں مٹا نہیں

کے لئے ہونے والے ہر کام کو ہی جانے گا
 ■ حال میں ہوں مگر امانت میں ہوں تجھ سے تجھی سکون
 ■ مظلوم ہے اقرار کی عادت تیری ہم کو بقا ملے
 ■ یہی بخیر خود ہے خدا جس کے سلام پہ سلام ملے
 ■ عرض حلیم ہے اُس شاہ پر ایمان اپنا
 ■ تری تعریف میں جتنا بوجھیں، سب تجھ کو شایاں ہے،
 ■ فقط اُن کا رونا یہ ہے کہ یوں کہے خدا تو ہے
 ■ کیوں نہ گزیرے خیر سے وہاں حشر کا جب خواب ہے،
 ■ !!! ان کا منہ دیکھیں گے اچھ کر خچاں کوئے دوست

■ کون ہے وہ جو نہ چاہے تم کو
 ■ قسمت اس کی ہے جسے تم چاہو
 ■ مذکورہ اشعار میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت کی
 ■ پر اضطراب کیفیت کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے خون جگر سے دھوئے ہوئے پر کیف
 ■ الفاظ میں نظم فرما کر عشق صادق کے صحیح سوز و گداز کو حقیقت اور لطافت کے پھولوں کی مانند
 ■ کھلایا ہے۔ حضرت رضا بریلوی ایسے عاشق جاں سوختہ تھے کہ اپنی پوری زندگی اپنے آقا
 ■ و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں بسر کرنے کے باوجود ان کی فحشگی میں کوئی کمی نہ
 ■ ہوئی بلکہ عشق کا ولولہ روز افزوں ترقی پذیر ہوتا رہا اور اب مرنے کے بعد قبر میں اور قبر سے
 ■ اٹھ کر میدانِ محشر میں بھی اپنے آقا و مولیٰ کی تعریف و توصیف کرنے کی سعادت کے حصول
 ■ کی آرزو دلورثہ کر رہے ہیں:-

■ لہ میں عشقِ رخِ وہ کا داغ لے کے چلے
 ■ اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
 ■ صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہو بھلے

لو ا کے تلے، ٹٹا میں کھلے، رضا کی زباں، تمہارے لئے

حضرت رضا بریلوی کے عشق صادق نے حضرت رضا کو کلوب مؤمنین و عاشقین میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ ان کا کلام ہر عاشق سوختہ جان کے دل کا قرار بن چکا ہے۔ حضرت رضا کے نعمات سے گلستان عشق گونج اٹھے ہیں اور بلبل باغ جتناں کی ترنم ریزیاں بلند صدا میں کہہ رہی ہیں کہ:-

یہی کہتی ہے بلبل باغ جتناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصف شاہ بدئی مجھے شوخی طبع رضا کی قسم

■ ایک نظر ادھر بھی.....!!!

حضرت رضا بریلوی کے ساتھ متعصبین اور تنگ نظروں نے مسلکی اختلاف کی بنا پر فن و ادب کے معاملے میں بھی نا انصافی اور بے اعتدالی کا رویہ اپنا کر حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کو نا آشنا اور نابود کرنے کی تمام کوششیں کر لیں لیکن حضرت رضا کے کلام کو بارگاہ رسالت میں مقبولیت حاصل تھی لہذا ان کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ محفل نعت و میلاد میں جب تک کلام رضا نہیں پڑھا جاتا، کمال لطف حاصل نہیں ہوتا۔ بالخصوص ”مصطفیٰ جانِ رحمت“ پہ لاکھوں سلام“ تو ہر محفل کی جان بن چکا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کا نظم فرمودہ یہ سلام ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ہر نعت گو شاعر جب تک کوئی سلام نہیں لکھتا، تب تک وہ اپنے مجموعہ نعت کو غیر مکمل ہی محسوس کرتا ہے۔ اردو نعتیہ کلام میں کئی نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں لیکن حضرت رضا کے سلام کو جو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ کسی کے سلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ دنیا کے گوشے گوشے میں حضرت رضا کا یہ سلام عشق کے دلوں کے ساتھ ٹھوم ٹھوم کر پڑھا جاتا ہے۔ یہ صرف سلام ہی نہیں بلکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ایک ایک عضو کی عظمت و رفعت کا ذکر والہانہ طور پر کیا گیا ہے۔ ایک

مؤمن کے ایمان کی حیات و بقا اور ضیاءِ جلا کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جولانی اعتقاد ہیں، وہ تمام کے تمام حضور اقدس شہنشاہ کونین، جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عام صفات، خصائص کبریٰ، مدارجِ عالیہ ہر احب رفیعہ درجہ عظیمہ، اوصافِ جمیلہ، حسن لطیف، منصبِ بدیعہ، اعجازِ قاہرہ، وقارِ مخصوصہ اور معجزاتِ اعتلائیہ کے طور پر ایمان کے موتیوں کی لڑی کی شکل میں نظم بند کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پورا اسلام فن و ادب کی تمام صناعات کا منجینہ محسوس ہوتا ہے۔ ایک سوا کہتر (۱۷۱) اشعار پر مشتمل یہ سلام ہر مؤمن کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔ اس سلام نے اردو ادب اور فن شاعری کا سراونچا کر دیا ہے کیونکہ جس بحر میں یہ سلام نظم کیا گیا ہے اُس بحر سے غالباً اس سے قبل اردو شاعری نا آشنا تھی۔

حضرت رضا بریلوی نے ”لاکھوں سلام“ کے علاوہ ”کرؤڑوں درود“ والا جو قصیدہ مرغب فرمایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اوراقِ سابقہ میں قصیدہ مرضیہ کے عنوان کے تحت اس قصیدہ کے تعلق سے مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سیر معراج کے ذکر میں جس انداز سے طبع آزمائی فرمائی ہے اس کی نظیر اردو نعتیہ شاعری میں نہیں۔ ”تہنیت شادی اسرا“ کے نام سے حضرت رضا بریلوی کا منظوم معراج نامہ ۶۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضا بریلوی نے شب معراج کے پُر کیف سماں کی عشق کی وارفتگی کے ساتھ جو منظر نگاری کی ہے اور فن و ادب کو تمام محاسن اور صناعات کے ساتھ جس خوش اسلوبی سے نکھارا ہے، اُسے دیکھ کر بڑے سے بڑا ادیب بھی متحیر ہے۔ اندازِ بیان اتنا دلکش ہے کہ معراج کا منظر نظروں کے سامنے ابھر آیا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ زبان کی طلاوت و لطافت کا یہ عالم ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوں زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے اس قصیدہ معراج کو سن کر اردو کے نامور شاعروں اور ادیبوں نے اپنے سر نیاز خم کئے ہیں۔

● حضرت محسن کاکوری نے ایک قصیدہ معراج کے بیان میں نظم فرمایا تھا۔ یہ اپنا وہ

قصیدہ سناتے تھے کہ حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن انہوں نے حضرت رضا بریلوی کا قصیدہ معراج سنا دیا تو اپنا قصیدہ جیب میں رکھ لیا اور عرض کیا کہ یہ قصیدہ سننے کے بعد اب میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔

○ حضور محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے اذیبوں کی محفل میں حضرت رضا کا قصیدہ معراج سنا تو اس کے کیف و سرور میں تمام حاضرین جھومنے لگے اور تمام نے ایک زبان اعتراف کیا کہ اس کی زبان کوثر میں ڈھلی ہوئی ہے۔

المختصر حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی تمام اصناف کو ایک یا بحسن اور رعنائی بخشی ہے۔ اردو کا کوئی بھی نعت گو شاعر معلومات و بیہ کی وسعت، شریعت مطہرہ کے اسرار و رموز کی اطلاع، کتاب و سنت کے علوم و نکات کی شناسائی، اور فضل و کمال کے لوازمات و کدورت میں حضرت رضا کے مقابلے میں محفل کتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ نعت گوئی کی راہ میں پاس شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حزم و احتیاط کی باکمال شان دکھاتے ہوئے اور ہوش و جوش کا توازن برقرار رکھتے ہوئے حضرت رضا بریلوی نے فن و ادب کے جو نادر نمونے اور تحفے اردو شاعری کو عطا فرما کر اردو شاعری پر جو احسان کیے ہیں، رہتی دنیا تک دنیائے اردو ادب آپ کی مزیں میں منت رہے گی۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان جیسے بلند مقام نعت گو کی شاعری پر خامہ آرائی کرنا اور آپ کے کلام کے محاسن کو احاطہ تحریر میں لانا مجھ جیسے اردو زبان کے ابجد خواں لکے جس کو اپنی سب مائیگی اور بے بضاعتی کا پورا احساس و اعتراف ہے، کچھ لکھنا استطاعت و ہمت سے خارج ہے۔ راقم الحروف کا یہ مضمون حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر حرف آخر نہیں بلکہ حرفہ اول ہے اور اہل علم و ادب کو دعوت فکر و ترغیب ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کے بحر و خار میں غوطہ زنی کر کے عشق و ادب کے بیش بہا موتیوں کو ڈھونڈ نکالیں اور ان موتیوں کو صلہ قرطاس میں جڑ دیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اہل علم و ادب اگر بنظر عمیق

حضرت رضا بریلوی کے دیوان کا مطالعہ اور معائنہ فرمائیں گے تو ان کی زبان انصاف سے
بے ساختہ یہی فیصلہ سننے میں آئے گا کہ:-

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سے آگے ہو، سب سے پیچھے دیئے ہیں
اللہ تبارک و تعالیٰ آپے محبوب، عظیم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بچے عاشق کے دل
میں مشقِ رسول کا جو سمندر جوشِ زن تھا اس کی کچھ لہریں ہم کو بھی عطا فرمائے۔
آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام
على سيدنا محمد
والآل الطيبين الطاهرين
الطاهرين

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد لله رب العالمین
والصلاة والسلام
على سيدنا محمد
والآل الطيبين الطاهرين
الطاهرين

031-11521301 اور 031-11521302 پر بلاشبہ

E-mail: info@allahazratnetwork.com 031-11521302